تفسیر

کیونکہ یہ ہے ایک مدت معین تک عذاب میں مبتلا ہونگے وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج اور دونوں
کے بیچ میں حجاب ہوگا ف یعنی اہل جنت اور اہل دوزخ کے بیچ میں ایک آڑ ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ
اللہ نے فرمایا ہے کہ مؤمنین اور منافقین کے درمیان میں ایک دیوار بنائی جاویگی یہ دیوار بطور آڑ کے
اسلئے بنائی جاویگی کہ جنت کی ٹھنڈی ہوا دوزخ میں نہ جاوے اور دوزخ کی لپٹ جنت میں نہ آنے
پاوے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ج
اور اعراف پر کچھ لوگ ہونگے جو پہچانتے ہونگے ہر ایک کو انکے چہرے سے ف اعراف
عرف کی جمع ہے عرف کے معنی بلندی کے ہیں اور اعراف کے معنی بلندیاں ۔ پس اس آیت میں
اعراف سے اس دیوار کی بلندیاں مراد ہیں جو اہل جنت اور اہل نار کے درمیان میں حجاب ہوگی اس
دیوار کی بلندیوں پر کچھ لوگ ہونگے جو اہل جنت اور اہل نار میں سے ہر ہر شخص کو اسکی صورت دیکھکر پہچان
لینگے ۔ اکثر مفسرین سلف کا قول یہ ہے کہ اہل جنت کے چہرے روشن اور سفید اور دوزخیوں کے منہ کالے ہونگے
اور یہی انکی پہچان کی علامت ہوگی مگر صاحب تفسیر کبیر نے اس قول کو قبول نہیں کیا اسلئے کہ جب اہل جنت
جنت میں موجود ہیں اور اہل نار دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہیں پھر انکو ہر شخص پہچانتا ہے انہیں اہل اعراف
کی تخصیص کیا ہے اسلئے صاحب تفسیر کبیر نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اہل اعراف دنیا میں مؤمنین کو
ایمان کی علامتوں سے اور کافروں کو کفر کی نشانیوں سے پہچانتے تھے جب انکو قیامت میں دیکھینگے
تو وہاں بھی انکی صورت دیکھکر انہیں علامتوں سے پہچان لینگے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اہل اعراف کو اللہ
الہام کریگا اور فرشتے بتادینگے اس وجہ سے پہچان لینگے ۔ خفاجی نے اسکے حاشیہ میں لکھا ہے
کہ ظاہر یہ ہے کہ پہچان جنت اور نار میں [illegible] سے پہلے ہوگی اسلئے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد
علامت اور نشانی کی حاجت نہیں راقم الحروف کے نزدیک ایک معنی اس آیت کے
یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اہل اعراف میں سے بعض شخص یعنی اہل جنت و نار کو دنیا میں پہچانتے ہونگے اور

اسی طرح کل اہل اعراف کل اہل جنت اور نار کو انکی صورت دیکھ کر پہچان لینگے یعنی شخص اپنی فلانا ہے اور ان کو پہچان لیگا کہ یہ فلانا ہے اور یہ فلانا ہے یا یہ مراد ہو کہ الہام یا تعلیم ملائکہ سے اہل اعراف کو فریقین میں سے ہر شخص کی پہچان اس طرح بتا دی جاوے گی کہ جب کسی کی صورت دیکھیں پہچان لیں کہ اس شخص کا دنیا میں یہ نام اور یہ خاندان اور وطن تھا اور یہ پہچان بتا دینا اسلئے ہوگا کہ اہل اعراف اہل جنت اور اہل نار میں خاص خاص شخصوں کو پکار کر ان سے باتیں کر سکیں - ابن جریر نے عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ جو لوگ اعراف میں جانے والے ہونگے وہ صراط پر روکے جائیں گے اور وہیں اہل جنت اور اہل نار کی انکو پہچان کرا دی جائیگی اور وہیں وہ دونوں فریقوں سے باتیں کرینگے چنانچہ یہ قول آئندہ مذکور ہوگا اور تفسیر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے سدی سے نقل کیا ہے کہ اعراف وہ دیوار ہے جو دونوں فریقوں میں حجاب ہوگی ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اعراف اونچی جگہ ہوگی اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور نار کے درمیان میں ایک ٹیلا ہے بعض گنہگار اسمیں روک لیے جائیں گے -

سدی کا قول ہے کہ اعراف کو اعراف اسی لیے کہتے ہیں کہ اہل اعراف کو اہل جنت اور اہل نار کی معرفت یعنی پہچان ہوگی - پھر ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ اس امر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اہل اعراف کون ہونگے مگر سب اقوال کا حاصل قریب قریب ہے اور ایک ہی معنی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعراف میں وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ان کے سوا اور سلف و خلف سے یہی منقول ہے ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ جن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی انکا کیا حال ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اہل اعراف ہوں گے - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس طرح غریب ہے -

اور ابن مردویہ نے دوسری طرح اسکی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل اعراف وہ ہیں کہ ان کے باپ نے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت انکو نہیں دی تھی وہ اپنے

باپ کے حکم کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں مارے گئے پس چونکہ باپ کی نافرمانی کی تھی اسلیے جنت میں داخل نہوسے اور چونکہ اللہ کی راہ میں مارے گئے تھے اسلیے دوزخ کے عذاب سے بچ گئے ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایتیں کی ہیں اسکے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ روایتیں منقول ہیں خدا جانے صحیح ہیں یا نہیں مگر اسمین شک نہیں کہ صحابہ کے یہ اقوال ہیں اور نیز ابن ماجہ نے یہ روایت کی ہے کہ شعبی یہ کہتے تھے کہ عبد الحمید اور عبد اللہ بن ذکوان میرے پاس آئے اور انہوں نے اصحاب اعراف کا ذکر اسطرح نقل کیا جو صحیح نہتا تب میں نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے سامنے اصحاب اعراف کا وہ ذکر کردوں جو حذیفہؓ نے بیان کیا ہے تو ان دونوں نے کہا کہ ہاں بیان کیجیے تب میں نے کہا کہ حذیفہ یہ کہتے تھے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے دوزخ سے بچ گئے اور گناہوں کی وجہ سے جنت میں داخل نہوسکے جب وہ آنکھ اٹھا کر اہل نار کو دیکھیں گے تو کہینگے کہ اے اللہ اس ظالم گروہ کے ساتھ ہمکو مت شامل کیجیو وہ یہی کہتے ہوں گے کہ یکایک اللہ ان پر اپنا جلوہ ظاہر کریگا اور کہیگا کہ جنت میں داخل ہوجا میں نے تمکو بخشدیا اور عبد اللہ بن مبارک نے یہ نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے کہ قیامت کے دن حساب ہوگا جسکی ایک نیکی بھی گناہوں سے زیادہ ہوگی اسکو جنت میں داخل کریگا اور جسکا ایک گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوگا اسکو دوزخ میں داخل کریگا پھر انہوں نے کہا کہ جن لوگوں کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہوں گے وہ صراط پر ٹھہرائے جائینگے پھر انکو اہل جنت اور اہل نار کی پہچان بتائی جاوے گی جب وہ اہل جنت کو دیکھینگے تو کہیں گے تم پر سلامتی ہو اور جب وہ اہل نار کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ ہمکو ظالموں کے گروہ کے ساتھ شریک مت کیجیو جو نیکیوں والے ہیں ان کو اللہ روشنی دیگا جس سے انکے سامنے اور ادہر ادہر روشنی ہوگی اسی روشنی میں وہ چلیں گے جب صراط پر پہونچیں گے تو منافقوں کی روشنی بجھ جاوے گی اصحاب اعراف کی روشنی باقی رہیگی۔ پھر عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ بندہ کی ایک نیکی کے بدلے

دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک گناہ کے بدلے ایک گناہ لکھا جاتا ہے پس وہ شخص ہلاک ہو جسکے
گناہ جو ایک ایک لکھے جاتے ہیں اُن نیکیوں پر غالب ہوں جو دس دس لکھی جاتی ہیں ابن جریر نے
ابن عباسؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل اعراف کا نام مساکین اہل جنت ہوگا - ابن جریر نے یہ بھی نقل کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل عرفات سب سے آخر جنت میں داخل ہونگے
قرطبی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل عرفات وہ لوگ ہوں گے جو ولد الزنا تھے مراد یہ ہے کہ
کہ وہ اولاد زنا جنہوں نے عمل نیک کئے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اہل اعراف مومنین جن ہوں گے جنوں کو ثواب بھی ملتا ہے اور اُنپر عذاب بھی ہوگا صحابہ نے
پوچھا کہ جنوں کو ثواب کیا ملیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثواب اُنکا یہ ہے کہ وہ اعراف
میں پہونچیں گے اور امت محمدؐ کے ساتھ جنت میں داخل نہوں گے صحابہ نے پوچھا کہ اعراف کیا ہے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت کی دیوار ہے اسمیں نہریں جاری ہونگی اور درخت بھی
ہوں گے اور پھل بھی ہوں گے - ابن کثیر نے انکے سوا دو قول اور بھی نقل کئے ہیں ایک یہ کہ ابی مجلز کا قول ہے
کہ اہل اعراف ملائکہ ہونگے اس قول کو ابن کثیر نے کہا ہے کہ خلاف ظاہر اور خلاف سیاق ہے اور
غریب ہے - دوسرا قول مجاہد کا ہے وہ یہ ہے کہ اہل اعراف علماء صالحین اور فقہا ہوں گے اس قول کو
بھی غریب کہا ہے - خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں دو قول اور بھی نقل کئے ہیں ایک یہ کہ وہ فترت
کے زمانے کے لوگ ہیں یعنی اُس زمانہ کے لوگ جو حضرت عیسیٰ کا دین بدلجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نبوت تک ہوا اس زمانے کے لوگ جو موحد رہے اور شرک میں مبتلا نہوئے وہ اعراف میں ہونگے
دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اطفال مشرکین ہوں گی - جتنے مختلف اقوال اہل اعراف کی بابت منقول ہیں
ان کا جمع بھی ممکن ہے یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اعراف میں ان سب فرقوں کے لوگ ہوں وَنَادَوْا
أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ

اور پکارینگے جنت والون کو یہ کہ سلامتی ہو تم پر ابھی جنت مین نہین داخل ہوئے اور وہ آرزو رکھتے ہین **ف** یعنی اہل اعراف اہل جنت سے پکار کر کہین گے کہ تم پر سلامتی ہے یعنی آئندہ اب تم کو کوئی رنج نہ آئیگا اب تم ہر آفت سے محفوظ رہوگے پہر اللہ اہل اعراف کا حال بیان کرتا ہے کہ اگرچہ ابھی وہ جنت مین داخل نہین ہوئے مگر انکو امید ہے کہ آیندہ جنت مین پہونچینگے یہ تفسیر انہین اقوال سے مناسب ہوسکتی ہے جنمین آخر کو وہ لوگ جنت مین داخل ہونگے ایک قول جو یہ ہے کہ اعراف مین علما اور فقہا وغیرہ ہون گے اُس قول کی مطابقت کے لئے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ جب اہل قیامت موقف حساب مین کہڑے ہوئے ہونگے اُسوقت اللہ اُن لوگون کو جو بڑے مرتبے والے ہین اعراف مین بٹہا دیگا تا کہ ہول قیامت سے محفوظ رہین اور جب اہل جنت جنت مین اور اہل نار نار مین داخل ہو جاوینگے اُسوقت وہ عالی درجے کے لوگ جو اعراف مین ہین دونون فریقون سے کلام کرینگے اسکے بعد وہ جنت کے مقامات عالیہ مین داخل کئے جائینگے اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ وہ جنت مین ابھی داخل نہین ہوئے مگر انکو امید ہے اور اہل عرفات کی نسبت بعض اور جو اقوال ہین مثلاً اطفال مشرکین یا جنات وغیرہ اُنکی مطابقت کے لئے یہ تفسیر ہوسکتی ہے کہ وہ جنت مین داخل نہین ہوئے مگر انکو یہ آرزو اور خواہش ہے اور یہ ضرور نہین کہ یہ خواہش پوری ہو انکی یہ حالت ہوگی کہ کبہی وہ اہل جنت کو دیکہین گے تو انمین شامل ہونے کی آرزو کرینگے کبہی وہ اہل نار کو دیکہین گے تو اُس عذاب سے محفوظ رہنے پر شکر کرینگے۔ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ اہل اعراف کا مرتبہ اہل جنت سے کم ہے اور وہ آخر کو بخشے جائین پس اس قول سے پہلی ہی تفسیر مناسب ہے اور اللہ اُن کے دل مین جنت کی آرزو اسی لئے ڈالیگا کہ اُنکا بخشنا منظور ہوگا

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۷﴾

اور جب پہیری جاوینگی اُنکی نگاہین دوزخ والون کی طرف تو وہ کہینگے کہ اے رب ہمارے مت کر ہمکو ظالمون کے گروہ کے ساتھ **ف** یعنی جو اللہ نے فرمایا کہ

نیچی نگاہیں پھیری جاوینگی اس سے تو پناہ چاہو اور اہل نار کی طرف اپنی خوشی سے دیکھینگے اور بہشتی کہیں

انکا رخ دوزخ کی طرف پھیر دینگے تاکہ وہان کا عذاب دیکھکر اپنی حالت پر شکر کرین وَنَادٰٓى

أَصْحٰبُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ أَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اور پکارینگے

اعراف والے اُن لوگون کو کہ پہچانتے ہونگے انہین انکی صورتون سے کہینگے کہ نہ کام آئی تمہاری جمعیت اور نہ وہ جو تم سرکشی کرتے تھے ف یعنی تمہارے ساتھ جو بہت بڑا گروہ تھا اور جسکو بڑا غرور اور تکبر تھا وہ سب آج تمہارے کام نہ آیا اور اللہ کے عذاب سے تمکو کسی نے نہ بچایا

أَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ط کیا

یہی ہین وہ لوگ کہ تم قسم کہاتے تھے کہ نہ پہنچاویگا اللہ انپر رحمت ف یعنی اہل اعراف اہل نار سے کہینگے کہ یہ لوگ جو دنیا مین فقیر تھے اور اب جنت مین داخل ہوگئے کیا یہی ہین وہ لوگ جن کی نسبت تم قسم کہا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت نہ ملیگی اور جنت مین داخل نہونگے

أُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ داخل ہوجاؤ

تم جنت مین نہ خوف ہوگا تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے ف بیان سے قیل لہم مقدر ہے یعنی جن لوگون پر تم قسم کہاتے تھے کہ وہ ہرگز جنت مین داخل نہونگے دیکہو ان کا کیا مرتبہ ہے انسے کہا گیا ہے کہ تم جنت مین داخل ہوجاؤ نہ تم پر خوف ہوگا اور نہ تم رنج پاؤگے اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اہل اعراف سے کہینگے کہ تم جنت مین داخل ہوجاؤ وَنَادٰٓى أَصْحٰبُ النَّارِ

أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ط اور پکارینگے دوزخ والے جنت والون کو کہ ڈالو ہم پر کچھ پانی اور کچھ وہ نعمت جو تمکو دی ہے اللہ نے ف یعنی دوزخ والے جنت والون سے کہینگے کہ ہم پر احسان کرو اور کچھ اپنا

پانی اور کچھ اپنی نعمتین ہم پر بھی ڈالدو اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت دوزخ کے اوپر ہے اسلیے کہ پانی ڈالنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اوپر سے نیچے کو ڈالین قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کہینگے جنت والے کہ بیشک اللہ نے ان دونون چیزون کو حرام کر دیا ہے کافرون پر جنہون نے بنا لیا تھا اپنے دین کو لہو لعب اور دہوکے مین ڈالا تھا اُن کو دنیا کی زندگی نے ف

کا فر پانی اور کھانا مانگین سب سے پہلے پانی کا ذکر اس لئے کیا کہ پیاس کی شدت اُن کے پیٹ مین آگ بھڑکاتی ہوگی اسلیے پانی کی ضرورت زیادہ مقدم ہوگی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ثوری نے سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر مین نقل کیا ہے کہ ہر دوزخ والا اپنے بھائی اور باپ وغیرہ کو پکاریگا جو جنت مین ہوگا اُس سے کہیگا کہ مین جلگیا کچھ پانی مجھپر ڈالدے تو وہ جواب دینگے کہ اللہ نے کھانا پانی کافرون پر حرام کر دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ کون صدقہ افضل ہے تو انہون نے جواب دیا کہ پانی دینا سب سے افضل ہے کیا تو نے نہین سنا کہ اہل جب جنت والون سے استغاثہ کرینگے تو یہی کہینگے کہ ہم پر پانی ڈالو اور ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے روایت کی ہے کہ ابو طالب کے مرض مین لوگون نے اُس سے کہا کہ تو اپنے بھتیجے سے کہہ کہ جنت کے میوون کا ایک خوشہ منگا دے شاید اُسکے کھانے سے تجھے شفا ہوجاوے ابو طالب کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اسوقت ابو بکر صدیقؓ بھی حضرت کے پاس بیٹھے تھے اُنہون نے جواب مین یہی آیت پڑھ دی کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۔ پھر کافرون کی صفت اللہ نے یہ بیان کی کہ اُنہون نے اپنے دین کو لہو و لعب بنایا اسکے معنی یا تو یہ ہین کہ دین کی عظمت اُن کی نگاہ مین نہ تھی اور اُسکو کوئی ضروری چیز نہین سمجھتے تھے بلکہ لہو و لعب جانتے تھے یعنی دنیا کے کامون کی طرف ایسی توجہ تھی جیسے ضروری کامون کی طرف توجہ ہوتی ہے اور دین کے کامون کی طرف

[illegible]یں توجہ تھی جیسے لہو ولعب کی طرف توجہ ہوتی ہے یا مراد یہ ہے کہ دین حق کو دین نہین سمجھتے تھے بلکہ
لہو ولعب کو دین سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی نے جو انکو دھوکا دیا تھا اُسکے معنی یہ ہین کہ موت انکو یاد نہین
آتی تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمیشہ دنیا مین اسی عیش وعشرت کے ساتھ رہینگے آخرت کی کچھ فکر
نہین کرتے تھے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ تو آج کے دن بھلا دینگے ہم انکو جیسا کہ وہ اپنے اس وقت کے آنے کو بھولے
ہوئے تھے اور جیسا کہ وہ ہماری آیتون کا انکار کرتے تھے ف اب اللہ فرماتا ہے بھولنے
سے مراد نہین کہ اللہ کو اُن کی یاد نہ رہیگی اسلئے کہ اللہ کسی کو نہین بھولتا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ انکو اس طرح
چھوڑ دیگا جیسے کوئی بھولجاتا ہے ۔ ابن کثیر نے عوفی سے نقل کیا ہے کہ اللہ انکو خیر سے بھولے گا
عذاب سے نہین بھولیگا ۔ سدی نے یہ کہا ہے کہ اللہ انکو رحمت سے چھوڑ دیگا جیسا کہ انہون نے
آخرت کے لئے عمل چھوڑ دیا تھا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور بیشک لائے ہم انہین کتاب کہ تفصیل کی ہم نے اُسمین (شامل ہونیوالا)
[illegible]ی کے لئے اور رحمت اُس گروہ پر جو ایمان لاتے ہین ف یعنی ہم نے انپر قرآن
[illegible] اسمین مطالب کی خوب تفصیل کر دی یعنی جن امور پر نجات تھی وہ خوب سمجھا دئیے اور آخرت کے
ثواب و عذاب کی خبر دیدی یہ قرآن علم پر مشتمل ہے یعنی ہمارے احکام تمام اُسمین مذکور ہین اور اُن کی [illegible]
[illegible] لئے بھیجا گیا ہے اور اُن کے لئے جو اُسپر ایمان لاوین باعث رحمت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ نہین انتظار کرتے مگر اُسکے پورے ہونے کا ف یعنی کفار اس امر کے
منتظر ہین کہ قرآن مین جو وعدے کئے گئے ہین اور خبرین دی گئی ہین جیسے مردون کا جی اٹھنا اور
قیامت کا قائم ہونا اور حساب وکتاب اور جنت ونار وغیرہ یہ خبرین پوری ہون گی یا نہون گی يَوْمَ
يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

جسدن آویگا ظہور اسکا کہینگے جنہون نے چہوڑ رکہا تہا اسکو پہلے سے بیشک آئے تہے ہمارے رب کے
رسول سچی بات **ف** یعنی جسدن قرآن کی خبرین سچی ہوجاوینگی اور قیامت قائم ہوجاوے
اُسوقت ان کافرون پر ظاہر ہوگا کہ قرآن سچا تہا اور اللہ کے رسول سچا دین لائے تہے مگر چونکہ
انہون نے قرآن کو چہوڑ رکہا تہا اسلئے اُسوقت یہ سمجہنا کام نہ آئے گا فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ
فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ
پس کیا ہین ہمارے لئے سفارش کرنے والے تاکہ وہ شفاعت کرین ہمارے لئے یا پہیر دئے جاوین
ہم تو عمل کرین ہم خلاف اُسکے جو عمل کرتے تہے ہم **ف** یعنی جنہون نے قرآن کو چہوڑا ہے اب تو
وہ قرآن پر ایمان نہین لاتے اور اس امر منتظر ہین کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور اسکی خبرین سچی ہوتی
ہین یا نہین اور جب وہ وقت آجاویگا اور قیامت قائم ہوجاوے گی اُسوقت وہ سمجہینگے کہ قرآن
سچا تہا اور ہم قرآن کو چہوڑنے کے سبب مستحق عذاب بن گئے تب وہ کہینگے کہ کوئی ہمکو سفارش
کرکے اس عذاب سے بچا دے یا کوئی ایسی صورت نکلے کہ ہم دوبارہ دنیا مین
جاکر ہم خلاف اُس کے عمل کرین جو پہلے کرتے تہے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۵ بیشک خسارہ مین ڈالا انہون نے اپنی
جانون کو اور چہوٹ گیا ان سے جو کچہہ جہوٹ بناتے ہین **ف** یعنی قیامت سے
اُن کے عذاب اُن کے سامنے آجاوے گا اُسوقت یہ آرزوئین اُنکی پوری نہون گے نہ کوئی اُنکا
سفارشی ہوگا اور نہ وہ دوبارہ دنیا مین بہیجے جاوینگے اُنہون نے قرآن کی تکذیب کرکے اپنی جانون کو
خسارہ مین ڈالا اسلئے کہ جنت سے محروم رہے اور عذاب کے مستحق بنے اور وہ جو دنیا مین
جہوٹے خیالات باندہا کرتے تہے کہ وہ بت جو اُنکے معبود ہین اُن کے سفارشی بنین گے اب
وہ سارے خیالات اُن سے چہوٹ گئے إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی
الْعَرْشِ تف بیشک رب تمہارا وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں
پھر قائم ہوا حکومت پر ف یعنی جب اللہ نے زمین اور آسمان کو پیدا کر لیا تو اُن پر حکومت شروع
کی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قفال کا قول ہے کہ عرش کے معنی تخت سلطنت کے ہیں اور حکومت کے معنی
میں بھی مستعمل ہے امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہی قول بہت ٹھیک ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کو
متشابہات میں ٹھہراتے ہیں اسلئے کہ عرش کے معنی حقیقی تخت کے ہیں اور اللہ کا عرش جو آسمانوں کے
اوپر ہے اُسکی خبر بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہے پس ظاہر معنی اس آیت کے یعنی عرش پر اللہ کا
قرار پکڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مالک اور اوزاعی اور ثوری اور لیث بن سعد
اور شافعی اور احمد اور اسحٰق بن راہویہ وغیرہم ائمہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ استواء علی العرش جسطرح
ثابت ہوا ہے ماننا چاہیے مگر جو معنی اس کے ذہن میں آتے ہیں اُسکی اللہ سے نفی کرنا چاہیے
یعنی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عرش پر اسطرح قائم ہوا جیسے اُسکی مخلوق تخت پر بیٹھی ہے۔ نعیم بن حماد شیخ
بخاری کا قول ہے کہ جسنے اللہ کو اُسکی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کافر ہے اور جسنے اُس صفت کا انکار
کیا جو اللہ نے اپنے واسطے ثابت کی ہے وہ بھی کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں جو اللہ کی صفات مذکور ہیں
اُن پر ایمان لانا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ صفات اللہ میں اسطرح ثابت ہیں جیسے اُسکی مخلوق میں
نظر پائی جاتی ہیں متاخرین کا قول ہے کہ اسپر یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ مکان اور جہت سے پاک ہے اور اس
آیت کے معنی میں کچھ بحث کرنا نہ چاہیے بلکہ اُسکا علم اللہ پر چھوڑنا چاہیے جو کچھ اُسکی مراد ہو اُسکو وہی جانتا ہے
اللہ نے بیان زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا ذکر کیا اور مراد اس سے تمام مخلوق ہے جو زمین و آسمان
میں شامل ہے اللہ کو یہی قدرت تھی کہ ایک آن میں سب کو پیدا کر دیتا اور یہ بھی قدرت تھی کہ بتدریج
مدتوں میں پیدا کرتا مگر یہ اُسکی مشیت اور حکمت کا مقتضا ہے کہ اُسنے چھ دن میں پیدا کیا اور اپنی حکمت کی علت

وہی خوب جانتا ہے بظاہر اسمین یہبی اشارہ ہوسکتا ہے کہ بندون کو یہ تعلیم کرنا مقصود تہا کہ باوجود قدرت کے کسی کام مین جلدی کرنا نہ چاہیے ۔ چھ دن سے مراد یہ ہے کہ اتنی مدت مین پیدا کیا جتنی مدت چھ دن کی ہوتی ہے ۔ ابن کثیر نے یہبی لکہا ہے کہ ان چھ دن مین پہلا دن یکشنبہ دوسرا دن دوشنبہ تیسرا سہ شنبہ چوتہا چہارشنبہ پانچوان پنجشنبہ چھٹا جمعہ تہا ان چھ دن مین تمام مخلوق پیدا ہوگئی تہی اور آدم کو اللہ نے جمعہ کے دن پیدا کیا مجاہد اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ ہر دن ہزار برس کا تہا استوا علی العرش کی صفت قرآن مین سات جگہ مذکور ہے اول اسی سورہ اعراف مین ۔ دوسرے سورہ یونس مین ۔ تیسرے سورہ رعد مین ۔ چوتہے سورہ طٰہٰ مین ۔ پانچوین سورہ فرقان مین ۔ چھٹے سورہ سجدہ مین ساتوین سورہ حدید مین **يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ** ڈہانپ دیتا ہے رات کو دن مین آجاتی ہے رات دن مین جلد جلد اور سورج اور چاند اور ستارے فرمان بردار ہین اسکے حکم کے **ف** رات کو دن مین چھپا دینے سے مراد یہ ہے کہ رات کو دن بنا دیتا ہے اور اس کے مقابلہ مین دن کو رات بنانے کا ذکر اسلیے نہین کیا کہ یہ مضمون بغیر ذکر کے سمجھ مین آجاتا ہے رات جو جلد جلد دن کو طلب کرتی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ دن کے بعد رات آجاتی ہے جیسے کوئی کسی کی طلب مین پیچھے آرہا ہو اور چاند اور سورج اور ستارون کی حرکتین بہی اللہ کے حکم کی مطابق ہین ۔ پہلی آیت مین جو اللہ نے فرمایا تہا کہ تمام مخلوق کو اسنے پیدا کر کے حکومت شروع کی اب بندون کو سمجہانے کے لیے بعضی حکومتون کی تفصیل ذکر کی یعنی رات دن پیدا کئے اور چاند اور سورج اور ستارون کی حرکتین مقرر کین **أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ** ہان اسکے لئے ہے پیدا کرنا اور حکومت کرنا **ف** یعنی نہ اللہ کے سوا کوئی شخص کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے نہ کسی کو کسی چیز پر حکومت کا اختیار ہے ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن جریر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے

شایک عمل کرنے کے بعد اللہ کی حمد کی بلکہ اپنی ذات کی تعریف کی وہ کافر ہوگیا اور اُسکے عمل برباد ہوگئے
اور جسنے یہ گمان کیا کہ اللہ نے اپنی حکومت کا کچھ حصہ بندون کو بھی دیا ہے اُس نے انکار کیا اُسکا
جو اللہ نے اپنے بندون پر نازل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ الا لہ الخلق والامر تفسیر کبیر مین لکھا ہے
کہ ہمارے علما نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کو پیدا کرنے اور اثر کرنیکی
قدرت نہین تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ برکت والا ہے اللہ رب العالمین
ف خفاجی نے بیضاوی کے حاشیہ مین لکھا ہے کہ برکت کے دو معنی ہوتے ہین ایک
باقی اور ثابت رہنا دوسرے بہت سی بھلائیان ظاہر ہونا اگر پہلے معنی مراد ہون تو معنی یہ ہونگے
کہ ہمیشہ دائم اور قائم رہنے والا اللہ ہے اور اگر دوسرے معنی مراد ہون تو معنی یہ ہونگے کہ تمام خوبیان
اور تمام کمالات اللہ کی طرف سے ہین پس یہ تعریف اللہ کے سوا کسی اور کی نہین ہوسکتی
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
دعا مانگو اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ اور مخفی بیشک وہ پسند نہین کرتا حد سے بڑھنے والون کو
ف یعنی اللہ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگو اور مخفی دعا مانگنے کا حکم بھی اسی لئے ہوا کہ مخفی دعا
مانگنے مین عاجزی زیادہ ہوتی ہے اخفا اخلاص کی دلیل ہے اور ریا سے دور کرنے والا ہے
اللہ کو مخفی پکارنے کا حکم قرآن مین کئی جگہ ہے دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ
یعنی اپنے رب کو اپنے دل مین یاد کر اور حضرت زکریا کی مدح مین فرماتا ہے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاۗءً خَفِيًّا
یعنی جبکہ اُسنے اپنے رب کو پکارا پکارنا خفیہ صحیحین مین ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ لوگ
دعا مین آوازین بلند کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اپنی
جانون پر آسانی کرو تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے ہو تم اُسکو پکارتے ہو جو
سننے والا ہے اور قریب ہے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی ہے

کہ تضرعاً و خفیۃ سے مراد یہ ہے کہ چھپا کر اللہ کو یاد کر۔ پھر ابن کثیر نے ابن جریج کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دعا
میں آواز بلند کرنا اور چیخنا مکروہ ہے۔ خفاجی نے لکھا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنے میں اختلاف ہے
بعض کا قول ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے بعض کا قول ہے کہ ہر حالت میں جائز
ہے بعض تفصیل کرتے ہیں یعنی جب ریا کا خوف ہو تو اخفا افضل ہے اور اگر ریا کا خوف نہو تو اظہار افضل ہے
پھر خفاجی نے انتصاف سے نقل کیا ہے ۔۔۔ نے اس آیت میں عاجزی کے ساتھ دعا کرنیکا
جو حکم کیا اس سے ظاہر ہے کہ دعا مخفی چاہیے اور مخفی نہونا دعا کا ایسا ہے جیسے دعا کے ساتھ عاجزی
نہونا اور جس دعا کے ساتھ عاجزی نہو اس سے فائدہ کی امید کم ہے اور ہم اکثر آدمیوں کو دیکھتے ہیں
کہ دعا میں چیخنے کے عادی ہیں خصوصاً مسجدوں میں چیخنے ہیں اور ایسے لوگ دو برعتوں میں مبتلا ہوتے ہیں
ایک دعا میں چیخنا دوسرے مسجد میں چیخنا اور کبھی ذکر جہر سے عوام کے دلوں میں وہ نرمی آجاتی
ہے جو خفیہ ذکر سے نہیں ہوتی مگر اُسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے عورتوں اور لڑکوں کو جو طریقہ سنت
اور طریقہ سلف سے خارج ہوتے ہیں رقت قلب حاصل ہوا کرتی ہے یہاں تک خفاجی کی عبارت کا ترجمہ تھا۔
تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ نے دعا کے ساتھ جو اخفا کی قید لگائی اس سے ظاہر ہی ہے کہ دعا میں
اخفا واجب ہے ورنہ اتنا تو ضرور ہوگا کہ اخفا مستحب ہوگا۔ پھر اللہ نے یہ جو فرمایا کہ حد سے بڑھنے والوں کو
اللہ پسند نہیں کرتا اسکی تفسیر میں علما نے لکھا ہے کہ چیخ چیخ کر دعا مانگنا اور حد سے بڑھکر خواہش کرنا حد سے
بڑھنا ہے اور وہ منع ہے مثلاً یوں مانگنا کہ میں آسمان پر چڑھ جاؤں یا مجھکو انبیا کا مرتبہ مل جاوے
اپنی حد سے بڑھنا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابو داؤد نے روایت کی کہ سعد نے اپنے بیٹے کو اسطرح دعا
مانگتے سُنا کہ اے اللہ مجھکو جنت اور اُسکی نعمتیں اور اُسکے ریشمیں لباس عطا کر اور دوزخ کی آگ اور
اُسکی زنجیروں اور طوقوں سے بچا تو سعد نے کہا کہ تو نے اللہ سے خیر کثیر طلب کی اور شر کثیر سے
نجات مانگی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے کہ آیندہ ایسے لوگ ہونگے جو دعا میں

ف — دعا میں آواز بلند کرنا
ف — چیخ کر دعا مانگنا
ف — حد سے بڑھ کر دعا مانگنا منع ہے

سے کسی کے مال کو نقصان مت پہونچاؤ اور کفر و بدعت سے دین مت بگاڑو اور زنا سے نسب مت
بگاڑو اور نشے کی چیزیں پیکر اپنی عقل مت بگاڑو بس ہر قسم کا فساد اس آیت سے منع ہو گیا اور بعد
اصلاح سے مراد یا تو یہ ہے کہ جب اللہ نے زمین کو منافع مخلوق کی مطابق اور انکی مصلحتوں کی موافق
پیدا کیا ہے تو اسکے بعد تم کسی قسم کا فساد مت کرو یا مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے انبیا کو بھیجکر اور
کتابیں نازل کر کے زمین کی اصلاح کر دی تو اسکے بعد تم کوئی نافرمانی مت کرو اور احکام شریعت کے
تابع ہو اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جتنے نقصان پہونچانے والی چیزیں ہیں سب منع ہیں اور اچھے
ہوئے کام کو بگاڑنا بھی منع ہے اور اللہ کو اسطرح پکارو کہ اسکے عذاب سے ڈرتے ہو اور اسکی
رحمت کی امید رکھو قرطبی کا قول ہے کہ اللہ نے یہ تعلیم کیا کہ دعا کے وقت انسان کے دل میں
اللہ کا خوف ہو اور قبولیت دعا کی امید بھی ہو خوف اور امید دونوں چاہیئے دنیا میں قائم رکھنے کے
واسطے وہی کام کرتے ہیں جو پرند جانور کے دونوں بازو پرواز میں اسکی مدد کرتے ہیں اگر ایک
بازو بھی ٹوٹ گیا تو جانور پرواز سے عاجز ہوتا ہے اسی طرح خوف اور امید میں سے اگر ایک چیز بھی کم ہوئی
تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے دعا میں خوف یہ رکھنا چاہیئے کہ شاید قبولیت دعا کے مجھ سے اوصاف نہیں
ہونگے اور امید یہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے ضرور میری دعا قبول کریگا یہ حالت کچھ
دعا سے مخصوص نہیں بلکہ ہر حالت میں ہر شخص کو اپنے گناہوں پر عذاب کا خوف اور اللہ کی مغفرت کی امید
رکھنا چاہیئے تاکہ اسکی رحمت سے بالکل مایوس ہو جاوے نہ بیخوف اور نڈر ہو جاوے بعض علما کا قول
ہے کہ زندگی میں خوف کو غالب کرنا چاہیئے اور جب موت کو قریب سمجھے تو اللہ کے ساتھ حسن ظن پیدا
کرنا چاہیئے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ مرے کوئی
تم میں سے مگر ایسی حالت میں کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ
قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے نیکی کرنے والوں سے —

ف یعنی زیادہ تر مستحق رحمت کے وہ ہین جو نیک عمل کرتے ہین وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ
الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ اور وہ اللہ ایسا ہے جو بھیجتا ہے ہواؤن کو بشارت
دینے والی اپنی رحمت کے آگے ف یہان رحمت سے بارش مراد ہے بارش سے پہلے اللہ
ایسی ہوائین بھیجتا ہے جو بادل پیدا کر دیتی ہین اور اسی علامت سے بشارت معلوم ہو جاتی ہے کہ مینہ
برسنے والا ہے حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ
مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ
الثَّمَرَاتِ ۚ یہانتک کہ جب اٹھا لیتی ہے ہوا بادل بھاری تو ہم روانہ کرتے ہین بادل کو
مردہ شہر کی طرف پھر نازل کرتے ہین ہم اسمین پانی کو پھر نکالتے ہین ہم اس سے ہر قسم کے پھل
ف یعنی جب ہوا بھاری بادل پیدا کرتی ہے جو پانی سے بوجھل ہوتا ہے تو اس بادل کو
ہم مردہ یعنی خشک شہر کی طرف بھیجتے ہین اور اسمین پانی برساتے ہین اور اسکے سبب سے قسم قسم کے
پھل پیدا کرتے ہین كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ
اسی طرح نکالین گے ہم مردون کو تاکہ تم سمجھ جاؤ ف یعنی جسطرح ہمنے مردہ شہر کو زندہ
کر دیا اور درختون سے پھل نکالدئے اسی طرح ہم قبرون سے مردون کو زندہ کر کے اٹھا دین گے یہ
مثال ہمنے اسلئے بیان کی کہ تم اللہ کو مینہ برسانے اور زمین سے سبزہ جمانے اور درختون سے
پھل نکالنے کی قدرت سے وہ بیشک مردون کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ
يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ اور شہر پاکیزہ نکلتی ہے کھیتی اسکی اللہ کے حکم سے
ف یعنی جہان کی زمین پاکیزہ اور اچھی ہوتی ہے وہان بحکم الٰہی سبزہ بہت جمتا ہے
وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ اور جو زمین کہ خبیث ہوتی ہے تو کھیتی
نہین نکلتی مگر تھوڑی ف ابن کثیر نے کہا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے روایت

کی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اللہ نے مومن اور کافر کی مثال بیان کی ہے یعنی جسطرح اچھی زمین میں کھیتی خوب جمتی ہے اسی طرح جس شخص کی طینت اچھی ہوتی ہے وہ ہدایت کو خوب قبول کرتا ہے اور جسطرح خراب زمین میں باوجود مشقت کے بہت تھوڑی کھیتی جمتی ہے اسی طرح جسکی سرشت اچھی نہیں اسکو بہت کوشش کے بعد بھی تھوڑی ہدایت ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بارش سے قرآن اور بلدۂ طیب سے قلب مومن اور زمین خبیث سے قلب کافر مراد ہے یعنی جسطرح بارش سے عمدہ زمین میں بہت کھیتی جمتی ہے اور بری زمین میں بہت تھوڑی گھاس جمتی ہے جو کسی کام کی نہیں ہوتی اسی طرح قرآن کی ہدایت وہ قبول کرتا ہے جسکی طینت میں سعادت ہے اور جسکے خمیر میں شقاوت ہے وہ قرآن سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ بلد طیب کی بزرگی اور شرافت ظاہر کرنے کے لیئے اذن رب کی تخصیص کی گئی ورنہ دونوں زمینوں میں جو کچھ سبزہ جمتا ہے اللہ کے حکم سے جمتا ہے۔ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ اسیطرح بدل بدل کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں اُنکے لیئے جو شکر کرتے ہیں ف یعنی جسطرح بیان ہے خشک زمین کو سرسبز کرنے سے مُردوں کے زندہ کرنے اور اچھی بری زمین سے قلب مومن اور قلب کافر کی مثال سمجھائی اسیطرح ہم ہر جگہ بدل بدل کر دلائل اُن لوگوں کے لیئے بیان کرتے ہیں جو شاکر ہیں اسلیئے کہ اُن دلائل سے فائدہ وہی حاصل کرسکتے ہیں۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ بیشک بھیجا ہمنے نوح کو اُسکی قوم کی طرف تو کہا نوح نے اے قوم عبادت کرو تم اللہ کی نہیں تمھارے لیئے کوئی معبود اُسکے سوا ف اب اللہ امم سابقہ کے قصے بیان کرکے سمجھاتا ہے کہ پہلی امتوں میں جن لوگوں نے انبیا کی دعوت کو قبول نہیں کیا اُن پر کیسا عذاب نازل ہوا اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اس سورت میں مذکور ہوچکا ہے اُن کے بعد سب سے پہلے رسول اہل زمین کی طرف نوح علیہ السلام تھے اسی لئے اُن کا قصہ سب سے پہلے بیان کیا۔

ابن کثیر وغیرہ اکثر محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت نوح آدم کے بعد سب سے پہلے رسول تھے اور حضرت نوح سے پہلے جو ادریس اور شیث علیہما السلام تھے وہ فقط نبی تھے یعنی حضرت آدم کی شریعت کے تابع تھے رسول یعنی صاحب شریعت جدیدہ تھے۔ یہاں ایک شبہ پیدا بھی ہوتا ہے کہ تمام زمین والوں کیطرف تو ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں پھر حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت تمام زمین کیطرف مبعوث ہونا کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہمارے نبی سے جو بعثت مختص ہے وہ تمام زمین کیطرف ایسی بعثت ہے کہ جن اور انسان ان دونوں کیطرف ہے اور قیامت تک انکا دین باقی رہیگا اور حضرت نوح کی رسالت فقط انسانوں کی طرف تھی اور انکا دین باقی بھی نہ رہا ——— علاوہ اس کے قبل طوفان وہ نبی تھے اور بعد طوفان رسول ہوئے اسوقت انکی قوم کے سوا دنیا میں کوئی بھی نہ تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن اسحق وغیرہ اہل نسب نے حضرت نوح کا نسب نامہ یوں لکھا ہے کہ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ اس سلسلہ میں جو اخنوخ مذکور ہیں یہی ادریس علیہ السلام ہیں [illegible] لکھنا سب سے پہلی انہیں کی ایجاد ہے۔ ابن اسحق کا قول ہے کہ [illegible] اپنی قوم کے ہاتھ سے ایسی ایذائیں اٹھائی جیسی حضرت نوح علیہ السلام نے اٹھائی حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن تک اسلام قائم رہا اسکے بعد بت پرستی شروع ہوئی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس وغیرہ علمائے تفسیر کا قول ہے کہ سب سے پہلے بت پرستی یوں شروع ہوئی کہ جب کچھ بزرگ لوگ مرے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنائیں اور انہیں انکی تصویریں بنائیں تاکہ وہ مسجدیں اور تصویریں ان بزرگوں کی حالت کی یادگار رہیں اور ان بزرگوں کی حالت اور عبادت کو یاد کرکے اور لوگ بھی ان کی سی حالت بناویں رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ان صورتوں کے اجسام بنا دیا پھر وہ زمانہ آیا کہ وہ اجسام بت بن گئے اور انکی پرستش ہونے لگی اور جو نام اس بزرگ کا تھا وہی نام اسکے بت کا رکھ لیا چنانچہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر

سے نجات پائی تھی اُن میں سے ایک شخص کا جرہم تھا اُس کی زبان عربی تھی وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا
اور بھیجے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو پیغمبر کیا ف حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ
یہ ہے ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح حضرت ہود علیہ السلام
اولاد عاد میں اشرف قوم سے تھے اور عاد کی سب اولاد قوم عاد کہلاتی تھی۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ قوم عاد
یمن میں رہتی تھی اور بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ ابن اسحٰق نے عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت
علی نے کہا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر یمن میں ہے اُسوقت تمام جہان میں یہی قوم شرک اور انکار حق میں
زیادہ مبتلا تھی اسلئے اللہ نے ہود کو انہیں پیغمبر مقرر کیا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں۔
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں ف یعنی تم سے پہلے شرک کی وجہ سے
نوح کی قوم پر عذاب آچکا ہے اب تم بھی شرک میں مبتلا ہو گئے کیا تمکو یہ خوف نہیں کہ اللہ تم پر عذاب
نازل کرے گا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ
وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ کہا سرداروں نے جو کافر ہوئے اسکی قوم میں سے ہم دیکھتے ہیں تمکو
نادانی میں اور ہم جانتے ہیں تمکو جھوٹوں میں سے ف یعنی قوم عاد کے سردار جو کفر میں
مبتلا تھے انہوں نے ہود سے کہا کہ تم ہمارے دین سے جدا ہو گئے اور ہماری طرح بتوں کی پرستش
نہیں کرتے یہ تمہاری نادانی ہے اور تم جو کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور
بتوں کے پوجنے والوں کو تم اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہو یہ تم جھوٹ بنا بنا کر کہتے ہو۔
قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵
کہا ہود نے اے قوم مجھ میں کم عقلی نہیں ہے اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کا ف
یعنی میری باتیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہیں۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ

اَمِیْنٌ ۔ پہونچاتا ہون مین تم مین رسالتین اپنے رب کی اور مین تمہارے لیے خیر خواہ امانت دار ہون ۔
ف امانت داری کی صفت بیان کرکے جھوٹ کے اتہام کو دفع کیا یعنی تمکو معلوم ہے کہ مین
امین ہون سب لوگ میری بات پر اعتماد کرتے ہین پس مجھ پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہ لگاؤ ۔ اَوَعَجِبْتُمْ
اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ
کیا تعجب کرتے ہو تم اس سے کہ آئی تم مین نصیحت تمہارے رب کی طرف سے معرفت ایک شخص کی جو تم مین سے
ہے تاکہ ڈراوے تمکو ف مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار انبیا پر بیہودہ تہمتین لگاتے تھے اور
سفیہ اور جھوٹا بتاتے تھے مگر انبیا انکا جواب نرمی سے دیتے تھے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ ناصحین کو
یہی شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور سنت انبیا بھی یہی ہے وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ اور یاد کرو جبکہ بنایا تمکو جانشین بعد قوم نوح کے
اور بڑھا دی تمہاری پیدایش مین قوت ف حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتین یاد دلائین
اور کہا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ قوم نوح کو غارت کرکے انکا جانشین تمکو بنایا جو زمین ان کے قبضہ مین
تھی اب تمہارے قبضہ مین ہے اور تمہاری پیدایش مین قوت بڑھائی یعنی اور آدمیون کی نسبت تمکو قوی اور
زبردست بنایا فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ تو یاد کرو اللہ کی نعمتون کو
تاکہ تم نجات پاؤ ف یعنی اللہ کی نعمتون کو یاد کرکے اسکا شکر کرو اور جب تم اللہ کے شکر کا خیال
کروگے تو شرک کی برائی تمہاری سمجھ مین آجاوے گی یہ تمہاری نجات کا سبب ہوجاوے گا ۔ قَالُوْۤا
اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ
کہا انھون نے کیا تو اسلئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کرین اور انکو چھوڑ دین جنکو ہمارے باپ دادے
پوجتے تھے ف قوم عاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوئی کہ فقط ایک اللہ کی
عبادت کیا وے اور بتون کو عبادت مین اللہ کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اس لیے بطور طعن کے

انہوں نے کہا کہ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت میں بتوں کا شریک کرنا چھوڑ دیں اور اکیلے اللہ کی پرستش کریں اس تعجب کی وجہ یہی تھی کہ اس قوم پر اپنے باپ دادوں کی تقلید ایسی غالب تھی کہ کھلا ہوا حق بھی نظر نہیں آتا تھا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ تو لے آ ہم پر وہ عذاب جس کی خبر دیتا ہے اگر تو سچا ہے ف قوم عاد نے ہود علیہ السلام سے کہا کہ تیری بات ہم نہیں مانتے اور بتوں کو نہیں چھوڑتے تو جو اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب نازل کر دے قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ کہا [ہود نے] بیشک واقع ہوا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ ف یعنی حضرت ہود نے اپنی قوم سے کہا کہ تم جو ایسی باتیں کرتے ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہاری تقدیر میں اللہ کا عذاب اور غضب ہے أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ کیا جھگڑا کرتے ہو تم مجھ سے اُن چند ناموں میں جو مقرر کر لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتارا اللہ نے ان کے واسطے کوئی دلیل ف یعنی ان بتوں کے بارے میں تم مجھ سے لڑتے ہو جنکے نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں اس سے زیادہ اور اُن کا کچھ وجود نہیں اور انہیں معبود ہونے کی صفت ہرگز نہیں اگر وہ مستحق عبادت کے ہوتے تو اللہ کوئی دلیل یا حجت اُن کی معبودیت کی ظاہر کرتا چونکہ اللہ نے کوئی حجت انکے معبود ہونے کی ظاہر نہیں کی پھر تم اُن کو معبود کیوں سمجھتے ہو فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ف قوم عاد نے جو حضرت ہود سے یہ کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو عذاب نازل کرو اسکا جواب حضرت ہود نے یہ دیا کہ اب تم مستحق عذاب ہو گئے اللہ کا عذاب تم پر بیشک نازل ہوگا اب تم بھی اللہ کے عذاب کے منتظر رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں کہ اللہ کا عذاب تم پر نازل ہونے والا ہے فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ

تو نجات دی ہمنے ہود کو اور اسکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹ دی ہمنے اُن کی جنہوں نے
ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور نہ تھے ایمان لانے والے **ف** مفسرین نے لکھا ہے کہ نشانیوں سے مراد حضرت
ہود کے معجزات ہیں یعنی جو تکذیب کرتے تھے اُنپر عذاب آگیا اُنمیں ایمان قبول کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی
اور حضرت ہود اور اُنکے ساتھ جتنے ایمان والے تھے وہ بچ گئے قوم عاد پر اللہ کا یہ عذاب نازل ہوا کہ آٹھ
دن تک اُنپر ایک ایسی سخت آندھی آئی کہ آدمی اُسکے صدمہ سے اُڑ جاتے تھے اور ہلاک ہو کر گرتے تھے
یہ قصہ صاف صاف قرآن میں کئی جگہ مذکور ہوا ہے اسلئے یقینی ہے اس سے زیادہ اس قصہ کی تفصیل
بعض مورخین نے نقل کی ہے چنانچہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحق نے روایت کی ہے کہ جب
قوم عاد نے حضرت ہود کی ہدایت کسی طرح نمانی اور کفر کو نہ چھوڑا تو تین برس تک اُنپر خشک سالی ہوگئی ایک
قطرہ پانی کا نہ برسا اور اُس زمانے میں بھی یہ دستور تھا کہ جب کوئی مصیبت آتی تھی تو دعا کرنے کو مکہ میں
جاتے تھے کیونکہ اُسوقت قوم عمالقہ رہتی تھی یہ لوگ عملیق بن لاود بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے
اسی سے ان کو عمالقہ کہتے تھے اُن کے سردار کا نام معاویہ بن بکر تھا معاویہ کی ماں قوم عاد سے تھی اسی قرابت
کی وجہ سے قوم عاد کو معاویہ سے تعلق اور ربط تھا جب تین برس تک خشک سالی رہی تو قوم عاد نے ستر
آدمیوں کو دعا مانگنے کے لئے حرم مکہ کو بھیجا وہ لوگ مکہ سے باہر معاویہ کے مکان پر اُترے معاویہ نے اُنکو مہمان
بنایا اور بہت مدارات کی چنانچہ وہ مہمانی کے جلسوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ جس کام کے لئے آئے تھے
اُسکو بھول گئے مہینہ بھر تک رات دن شراب پیتے رہے اور معاویہ کی دو باندیاں خوش آواز جنکو جرادتین
کہتے تھے اُنکا گانا سنتے رہے جب ایک مہینہ اسی طرح گذر گیا تو معاویہ کو افسوس ہوا کہ یہ لوگ جس کام کے
آئے تھے اُس سے بے خبر ہو گئے چونکہ میزبان تھا اسلئے اُن سے صاف صاف یہ مضمون نہ کہہ سکا اسلئے کہ
وہ یہ خیال کرتے کہ معاویہ اب ہم سے ناراض ہو گیا اور ہمکو ٹالتا ہے اسلئے معاویہ نے یہ تدبیر کی کہ ان گانے والی
باندیوں کو کچھ ایسے گیت سکھائے جن کے مضامین سنکر اُن لوگوں کو اپنی دعا یاد آئی تب وہ دعا مانگنے

کے لیے حرم کو گئے اُن دعا مانگنے والون مین جو سب کا سردار تہا اُسکا نام قیل بن عنبر تہا جب حرم مین جا کر قوم عاد پر مینہ برسنے کی دعا مانگی تو تین بادل پیدا ہوئے ایک سفید ایک سیاہ ایک سرخ اور غیب سے آواز آئی کہ جس بدلی کو چاہو پسند کر لو قیل بن عنبر نے سیاہ بدلی کو پسند کیا وہی قوم عاد پر گئی ظاہر صورت سے یہ سمجہا گیا کہ اسمین بہت پانی ہے مگر اُسی مین عذاب تہا اور اُسی طرح وہ آندہیان نکلین جس سے قوم عاد ہلاک ہو گئی اول اُس بدلی کو دیکھکر قوم عاد بہت خوش ہوئی تہی اور سمجہے تہے کہ اسمین سے مینہ برسیگا مگر اُسمین سے عذاب کی آندہی نکلی جسکی شدت سات شب اور آٹھ دن تک قائم رہی ہر چیز کو اُس نے جڑ سے اُکہاڑ کر پہینکدیا کافرون کو اُڑا اُڑا کر زمینون پر پٹکا ایک بہی اُنمین سے زندہ نہ بچا ہود علیہ السلام اپنے اصحاب مومنین کے ساتھ ایک مکان مین محفوظ تہے اُنپر اُس ہوا کا کچہہ بہی صدمہ نہ تہا بلکہ ٹھنڈی ہوا خوشگوار معلوم ہوتی تہی اس کے بعد ابن کثیر نے یہ تمام قصہ قوم عاد نے مکہ مین بارش کی دعا مانگنے کے واسطے آدمی بہیجے تہے اور جو کچہہ اُسکا نتیجہ ہوا احادیث سے بہی ثابت کیا ہے کہ امام احمد نے بطریقہ ابی وائل حارث بکری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین اسلیے گہر سے چلا تہا کہ علاء بن حضرمی تمیمی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرون جب مین ربذہ مین پہونچا تو وہان ایک ضعیفہ بوڑہی عورت ملی جو تہک کر بیٹھ رہی تہی یہ عورت بنی تمیم سے تہی اُسنے مجہسے کہا اگر کسی طرح مجہکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا دے مین اُسکو اُٹھا کر مدینہ مین لایا مین نے دیکہا یہ مسجد لوگون سے بہری ہوئی ہے اور سیاہ علم بلند ہے اور بلال رض تلوار باندہے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہین مین نے لوگون سے پوچہا کہ یہہ کیسا سامان ہے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن العاص کو کسی مہم پر روانہ فرماتے ہین مین بیٹہہ گیا پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان مین داخل ہوئے مین نے اطلاع کرائی اور حاضری کی اجازت ملی مین اندر گیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مین اور بنی تمیم مین کچہہ جہگڑا ہے مین نے کہا کہ ہان جہگڑا ہے اور مین نے یہہ بہی عرض کیا کہ بنی تمیم مین سے

ایک بڑھیا کو میں اٹھا کر لایا ہوں وہ بھی دروازہ پر بیٹھی ہے آپ نے اسکو بھی بلوالیا پھر میں نے بنی تمیم کی
شکایت کی تو وہ بڑھیا بھی بنی تمیم کی حمایت میں میری مخالفت کرنے لگی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ہم آپ کو
چھوڑ کر کہاں چلے جاویں جب بڑھیا میری مخالفت کرنے لگی تو میں نے کہا کہ میں جو اس بڑھیا کو اپنے
ساتھ لایا یہ وہی مثل ہوگئی کہ گویا اپنی موت اپنے ساتھ لایا میں اسکو اٹھا کر لایا اور یہ نہ جانتا تھا کہ یہی میری
دشمن ہو میں اللہ اور رسول سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں بھی ایسا نہ ہو جاؤں جیسے قوم عاد کے قاصد تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ قوم عاد کے قاصدوں کا کیا قصہ ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو وہ قصہ خوب معلوم تھا مگر میری زبان سے سننا مقصود تھا میں نے عرض کیا کہ قوم عاد پر قحط ہوا تھا
تو انہوں نے اپنی طرف سے دعا کے لئے قیل کو بھیجا جب وہ معاویہ بن بکر کے پاس پہونچا تو ایک مہینہ تک
وہاں شراب پیتا رہا اور اسکی دو باندیوں کے راگ سنتا تھا ان دونوں باندیوں کو جرادتین کہتے تھے
جب ایک مہینہ گذر چکا تب تہامہ کے پہاڑوں پر جا کر دعا مانگی کہ اے اللہ عاد پر مینہ برسا جیسا تو برسایا کرتا
تھا تو بادل آئے اور غیب سے آواز آئی کہ ان میں سے کسی بادل کو پسند کرلے اس نے ایک سیاہ
بادل کو پسند کر لیا اسی بدلی میں سے ایک تھوڑی ہوا نکلی جس میں سب ہلاک ہوگئے ابو وائل جو راوی اس
حدیث کا ہے کہتا ہے کہ اس قصہ کو سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی اس زمانہ میں یہ
دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنی طرف سے بھیجتا تو یہ کہتا تھا کہ تم ایسے مت ہو جانا جیسے عاد کے قاصد
ہوگئے تھے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا امام احمد نے اپنی مسند میں اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے
روایت کی ہے اور ابن جریر نے بھی اس کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ
صَالِحًا اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو ف بیضاوی نے لکھا ہے
کہ حضرت صالح کا نسب نامہ یوں ہے صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود بن
عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قوم ثمود کا زمانہ قوم عاد کے بعد ہے

یہ لوگ حجاز اور شام کے درمیان مین وادی قریٰ اور اُسکے گرد و نواح مین رہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے عاد کی طرح عرب کے قبیلون مین سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کو تشریف لیگئے تھے تو اُن کا گذر اُن مقامات پر ہوا تھا جہان قبیلہ قوم ثمود رہتے تھے امام احمد نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ اپنے گروہ کے ساتھ تبوک مین پہونچے تو اُس پہاڑی کے پاس اُترے جہان قوم ثمود کے گھر تھے سب لوگون نے اُنھین کوؤن سے پانی پیا جن سے بنی ثمود پانی پیتے تھے اور اُسی پانی سے آٹے گوندھے اور ہانڈیان پکانی شروع کین آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کیا کہ ہانڈیون مین جو کچھ پکتا تھا اُسکو پھینکدو اور آٹا اونٹون کو کھلا دو پھر وہان سے آگے بڑھے اور اُس کنوئے پر پہونچے جس سے ناقہ صالحؑ پانی پیتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو اُس قوم پر داخل ہونے سے منع فرمایا جن پر عذاب نازل ہوتا تھا اور فرمایا کہ مین ڈرتا ہون کہ تمکو کہین وہی نہ پہونچے جو اُن کو پہونچا اس لیے تم اُن پر مت داخل ہو اور امام احمد کی دوسری روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عذاب پانے والون پر اگر تم داخل ہو تو روتے ہوئے داخل ہو اور اگر تم رونے والے نہو تو اُن پر مت داخل ہو اسلیے کہ تم پر وہی پہونچیگا جو اُن پر پہونچا تھا۔ **قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ** ط کہا [صالحؑ] نے اے قوم اللہ کی عبادت کرو نہین ہے تمھارے لیے کوئی معبود اُسکے سوا۔ **ق** اللہ کے جتنے رسول آئے ہین سب کی تعلیم یہی تھی کہ شرک چھوڑو اور اکیلے اللہ کی عبادت کرو **قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ** ط بیشک آئے تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے **ق**

قوم ثمود پر جب حضرت صالحؑ نے اپنی رسالت ظاہر کی اور شرک سے منع کرکے اللہ کی عبادت کا حکم کیا تو اُنھون نے معجزہ طلب کیا کہ پہاڑ مین سے ایک پتھر بتادو کہ اسی پتھر مین سے ایک اونٹنی نکلے

جو ابھی بچہ پیدا ہو بیشک حضرت صالح نے اُن سے خوب مضبوط عہد و پیمان لے لیا کہ اگر اُن کی اِس
خواہش کو اللہ نے قبول کر لیا اور جسطرح کی وہ اونٹنی طلب کرتے تھے اُسی طرح کی اونٹنی نکلی تو وہ ضرور
مسلمان ہوجاوینگے اور حضرت صالح کا حکم مانینگے جب اُنہوں نے اس معجزہ کے ظاہر ہوجانے پر
مسلمان ہوجانے کا عہد خوب مضبوط کر لیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے دعا مانگی تب وہ پتھر شق ہوا اور
اور اُسمیں سے اونٹنی ظاہر ہوئی اس معجزہ کو دیکھکر اُس قوم کا ایک سردار جسکا نام جندع بن عمرو تھا اپنے
ساتھیوں سمیت ایمان لایا باقی سرداران قوم بھی ایمان لانے کو تھے مگر مفسدوں نے اُنکو بہکایا اسکے بعد اُنکی
نگاہوں کے سامنے اُس اونٹنی کے بچہ پیدا ہوا اور اللہ کے حکم سے یہ معمول مقرر ہوا کہ جتنا پانی اُن کے
جنگل میں ہوتا تھا ایک دن وہ اونٹنی پی لیتی تھی اور دوسرے دن اُن کے مویشی پیتے تھے اور جو دن
اُس اونٹنی کے پانی پینے کا ہوتا تھا اُس روز وہ اونٹنی اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم اپنے برتن
دودھ سے بھر لیتی تھی مگر وہ اونٹنی اُن کے مویشی میں ملتی نہ تھی اور اُن سے مانوس نہیں ہوتی تھی صورت بھی
اُسکی عجیب تھی جدھر کو جاتی اُدھر سے اُن کے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے تھے جب یہی حالت ایک مدت تک
رہی اور اُنکی تکذیب حد سے بڑھ گئی تو اُنہوں نے یہ قصد کیا کہ اُس اونٹنی کو قتل کر دیں تاکہ ہر روز کا
پانی اُنہیں کے مویشی کو ملے چنانچہ ساری قوم کے اتفاق سے نو آدمی اُسکے قتل کرنے کے لئے مقرر
ہوئے اور اُسکے راستے میں جا بجا گھات میں بیٹھے اُنہوں نے اول اُس اونٹنی کو تیروں سے زخمی کیا پھر ایک
شخص نے جسکا نام قدار تھا تلوار لیکر اُسکے پاؤں کی رگیں کاٹیں تب وہ اونٹنی گری پھر اُسکو ذبح کر ڈالا
اُسکا بچہ بھاگا بعض روایتوں میں ہے کہ اُسکو بھی مار ڈالا بعض کا قول ہے کہ وہ غائب ہوگیا حضرت
صالح علیہ السلام کو جب اونٹنی کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو فوراً وہاں آئے جہاں وہ قتل ہوئی تھی ساری
قوم جمع تھی حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا جسدن اونٹنی کو
قتل کیا ہے وہ چہارشنبہ کا دن تھا اُسی دن شب میں اُن نو آدمیوں نے یہ بھی قصد کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام

کو بھی قتل کر دین جب وہ متفق ہو کر اس کام کے لیے آئے تو اللہ نے اُن نو آدمیون پر پتھر برسائے
جن سے وہ ہلاک ہو گئے ہفتہ کے روز اُس ساری قوم کے منہ کالے ہو گئے اور آسمان سے ایک
ایک چیخ کی سی آواز آئی اور سخت زلزلہ آیا جس مین سب ہلاک ہو گئے نہ کوئی مرد باقی رہا نہ عورت نہ لڑکا
نہ لڑکی اور اولاد ثمود مین حضرت صالح اور اُن کے ساتھ جو مسلمان ہوئے تھے وہی باقی رہ گئے
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے اور ابو داود نے روایت کی ہے کہ اُس قوم مین کا ایک شخص
جس کا نام ابو رغال تھا اُس وقت وہ حرم مکہ مین تھا اس وجہ سے عذاب سے بچ گیا اسی شخص کی اولاد
مین قبیلہ بنی ثقیف تھا جو طائف مین رہتا تھا جب یہ شخص حرم مکہ سے باہر نکلا اسی وقت اُسکے سر پر
آسمان سے ایک پتھر گرا جسکے صدمہ سے وہ مر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی قبر دکھائی
تھی اور اُس قصہ کی خبر دی تھی اور ایک نشانی یہ بھی بتائی تھی اُسکے پاس سونے کا ایک زیور تھا
وہ بھی اُسکے ساتھ دفن ہو گیا چنانچہ صحابہ نے اپنی تلوار سے اُسکی قبر کھود دی اور وہ زیور نکال لیا
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ اللہ کی
اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے اسکو چھوڑ رکھو کہ اللہ کی زمین مین کھاوے اور اُسکو کچھ ایذا
مت پہونچاؤ کہ پکڑیگا تمکو درد دینے والا عذاب ف چونکہ اللہ نے بغیر واسطہ سبب کے
اُسکو پیدا کیا تھا اسلئے اُسکو اللہ کی اونٹنی کہا گیا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور یاد کرو جبکہ بنایا تمکو جانشین قوم
عاد کے بعد اور زمین مین تمکو جگہ دی نرم زمین مین تم قصر تعمیر کرتے ہو اور پہاڑون مین تم تراش کر
گھر بناتے ہو ف یعنی جن ملکون مین عاد رہتے تھے اب اُن ملکون مین اللہ نے تمکو جگہ دی ہے

اور قوم عاد کو غارت کر کے اُن کا قائم مقام تمکو بنایا ہے جو تم زمین میں اُنہیں میں تم اپنے قصر و ایوان تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر انہیں گھر بنا لیتے ہو اللہ نے یہ اپنی نعمتیں اُن کو یاد دلائیں تاکہ شاکر ہیں اسکی طرف متوجہ ہوں فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ تو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ کہا اُن لوگوں نے جو متکبر تھے قوم ثمود سے اُن سے جنہیں ضعیف گنتے تھے جو ایمان لائے تھے اُنہیں سے کیا تم یہ جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے رسول ہے ف یعنی قوم ثمود کے جو لوگ متکبر اور سرکش تھے اُنہوں نے اُن ضعیفوں سے جو ایمان لائے تھے یوں کہا کہ کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ صالح کو درحقیقت اللہ نے رسول مقرر کیا ہے قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ کہا اُنہوں نے کہ ہم اس دین پر جسکے ساتھ صالح بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہوئے ہیں ف اُن ضعیفوں نے کہا کہ ہم تو اُس دین پر جسکے ساتھ اللہ نے صالح کو بھیجا ہے ایمان لائے ہیں قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ کہا اُن متکبروں نے ہم اُس سے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں — فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ پھر پاؤں کاٹے اونٹنی کے اور سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُنہوں نے کہا اے صالح لا ہم پر جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر ہے تو رسولوں میں سے ف یعنی اُن متکبروں نے اونٹنی کو قتل کیا اور حضرت صالح سے کہا کہ اگر تم سچے رسول ہو تو جس عذاب سے ڈراتے ہو اسکو ہم پر نازل کرو —

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ

تو پکڑ لیا اُن کو زلزلے نے تو صبح کو ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ

ہلاک ہو گئے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ

پھر گیا اُن سے اور کہا اے میری قوم بیشک پہنچا دیا میں نے تمکو پیغام اپنے رب

کا اور تمہاری خیرخواہی کی لیکن تم خیرخواہوں کو پسند نہیں کرتے ف ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب

اُن کے ہلاک ہو جانے کے بعد تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار

خطاب کیا تھا اور مقصود اس خطاب سے یا تو اُنکا سنانا تھا اسلئے کہ سوال و جواب کے

[illegible] ہے یا بطور معجزہ کے سنانا تھا یا صرف حسرت اور حزن کے طور پر یہ خطاب تھا

قول ہے کہ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ کا عطف فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پر ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں

عذاب کی شروع ہو گئیں تو اُن کے ہلاک ہونے سے قبل حضرت صالح یہ کہکر اُن

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَ

مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور ہمنے لوط کو بھیجا جبکہ کہا اُسنے اپنی قوم

فحش کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی جہان والے نے ایسا نہیں کیا ف یعنی تم ا

اختیار کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے کسی زمانہ میں اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا چونکہ مردوں سے

کرنے کا فحش اُسی قوم کی ایجاد ہے اس سے پہلے کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا اس لئے حق

اُن سے یہ فرمایا کہ تمنے ایسا فحش ایجاد کیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ ابن کثیر

کہ حضرت لوط علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے کہ لوط بن ہاران بن آزر۔ ہاران حضرت ا

تھے اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت ابراہیم

اور اُن کے ساتھ ملک شام کو ہجرت کی تھی اُنکو اللہ نے شہر سدوم اور اُسکے گرد و نواح کی بستیوں پر نبی مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اغلام کا فعل شنیع جہان مین سب سے پہلے اہل سدوم نے اختراع کیا تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ مرد مرد باہم ایسے مشغول رہتے تھے کہ اُن کو عورتون کی حاجت نہ تھی اسی طرح اُن کی عورتین باہم ایسی مشغول تہین کہ اُن کو مردون کی ضرورت نہ تھی إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ

بیشک تم جاتے ہو مردون پر شہوت کے ساتھ نہ عورتون پر بلکہ تم گروہ حد سے بڑھنے والے ہو۔

ف یعنی مقتضاے فطرت انسانی تو یہ تھا کہ مرد اپنی خواہشین عورتون سے پوری کرتے جس سے بقاے نسل کا نتیجہ حاصل ہوتا تم مردون کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرتے ہو جس سے اصلی نتیجہ کی اُمید نہین ہو سکتی جو اصل مقصود اس خواہش سے ہے تم اس کام مین معذور نہین ہو بلکہ عمداً حد سے بڑھنے والے ہو اسلئے کہ خواہش پوری کرنے کے لئے عورتین موجود ہین یا مراد یہ ہے کہ تم مین فقط یہی برائی نہین بلکہ تم ہر کام مین حد سے بڑھنے والے ہو یعنی اس فحش کے سوا اور سب کامون مین بھی نافرمانی کرتے ہین وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ اور نہ تھا جواب اُسکی قوم کا مگر یہ کہ اُنہون نے یہ کہا کہ اُنہین اپنی بستی سے نکال دو وہ ایسے آدمی ہین جو پاکی چاہتے ہین ف قوم لوط نے حضرت لوط اور اُن کے ساتھیون کی نسبت آپس مین کہا کہ انہین بستی سے نکال دو یہ پاکی چاہتے ہین یعنی محل نجاست مین تصرف کرنے کو ناپاکی سمجھتے ہین۔ حاصل یہ ہوا کہ حضرت لوط اور اُن کے ساتھیون پر عیب لگایا کہ وہ ناپاکی سے بچتے ہین اور پاکی کا قصد کرتے ہین فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ پس نجات دی ہمنے لوط اور اہل لوط کو مگر لوط کی بی بی کو جو رہجانے والون مین تھی ف جب اُس قوم پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا

تو اللہ نے حضرت لوط اور انکی اہل کو وہان سے جدا کر دیا اہل سے مراد حضرت لوط کی دو بیٹیاں ہین اُن دونو نکی
سوا حضرت لوط کا شریک اور کوئی نہ تہا حضرت لوط کے اہل مین سے بہی اُنکی بی بی رہگئی اسلئے کہ وہ
حضرت لوط کے ساتہ شریک نہ تہی بلکہ دل مین کافرون سے ملی ہوئی تہی اور سب خبرین اُن کے پاس
پہونچایا کرتی تہی اور جو مہمان حضرت لوط کے پاس آتا اُس کی خبر دیا کرتی تہی اور حضرت لوط کے مقابلہ پر کافرون کو بہڑکایا
کرتی تہی حضرت لوط اور انکی بیٹیاں جدا ہو گئے تو وہ اُن کے ساتہ نہ ہوئی اور کافرون مین رہگئی اسی لئے اللہ نے
فرمایا کہ وہ رہجانے والون مین تہی یا مراد یہ ہے کہ عذاب کی ہلاکت سے پیچہے رہ گئی بعض کے نزدیک غابر
کے معنی ہلاک ہونے والے کے ہین ایک روایت یہ بہی ہے کہ وہ بہی حضرت لوط کے ساتہ ہو کر چلی تہی مگر
حضرت لوط نے یہ حکم کیا تہا کہ کوئی پیچہے کو نہ دیکہے اُسنے پیچہے کو پہر کر دیکہا تو عذاب کا پتہر اُسکے بہی آلگا اور
وہ ہلاک ہوگئی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِيْنَ ۝ اور برسائی ہمنے اُن پر عجیب بارش اب دیکہہ تو کیسا ہوا انجام مجرمون کا ف مینہ
برسانے سے پتہرون کا مینہ برسانا مراد ہے بیضاوی مین لکہا ہے کہ [مطرا] سے عجیب طرح کی بارش مراد
ہے - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ لوطی کو کسی بلندی پر سے نیچے گرایا جائے اور
اوپر سے اُس پر پتہر برسائے جاوین اسی طرح کا اللہ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تہا - ابن کثیر نے لکہا ہے
کہ امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس شخص مین تم قوم لوط کا عمل پاؤ تو فاعل اور مفعول
دونون کو قتل کر دو یہ حکم مرد کے ساتہ لواطت کرنے کا ہے اور عورت کے ساتہ اُسکے شوہر اور غیر شوہر کے ساتہ بہی
لواطت کرنا باجماع اہلسنت حرام ہے وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور بہیجا ہمنے
مدین کی طرف اُن کے بہائی شعیبؑ کو ف مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تہا
اور اُسکی اولاد کا نام بہی قبیلہ مدین ہوگیا اور جس بستی مین وہ لوگ رہتے تہے اُسکا نام بہی مدین تہا اور وہ مقام حجاز
مین تہی حضرت شعیبؑ بہی اسی خاندان مین سے تہے بیضاوی مین لکہا ہے کہ اُنکا نسب نامہ یہ ہے شعیب بن

مسکین بن بشیر بن ... خفاجی نے لکھا ہے کہ ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب حضرت شعیبؑ کا ذکر کرتے تو انکو خطیب الانبیا کہتے تھے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام
اپنی قوم سے بہت اچھی طرح بحث کرتے تھے قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہا شعیب نے اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود
اسکے سوا قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ
الْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا
فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا بیشک آئی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف
سے تو پورا کرو پیمانہ اور تول کو اور کم مت دو لوگوں کو انکی چیزیں اور فساد مت ڈالو زمین میں اس کے
درست ہونے کے بعد ف حضرت شعیب نے اول اپنی قوم کو توحید کا حکم کیا اور شرک سے منع کیا
اور اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے کوئی معجزہ بھی ظاہر کیا اور یہ فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تم پر یہ دلیل میری
رسالت کی تصدیق کے لئے آگئی مگر قرآن میں یہ ذکر نہیں ہوا کہ وہ معجزہ کیا تھا اور چونکہ اس قوم میں یہ عادت
تھی کہ سودا بیچنے والے پیمانہ اور تول میں خیانت کیا کرتے تھے اور کم تولتے تھے جس سے مول لینے والے پر
ظلم ہوتا تھا اسلئے حضرت شعیب نے اس خیانت سے منع کیا اور پورا تولنے کا حکم کیا اور اسکے سوا سب
گناہوں سے منع کیا جسکا بیان اجمالاً اس سے ہو رہا ہے کہ اللہ نے زمین کی اصلاح کر دی ہے تو اسکے
بعد اس میں فساد مت کرو اصلاح سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے ہر ایک قسم کے منافع زمین میں پیدا
کر دیے ہیں نبی کو ہدایت کے لئے بھیجا ہے جو اللہ کے احکام تمکو سکھاتا ہے ایسی اصلاح کے بعد تم اللہ
کی نافرمانی سے زمین میں فساد مت کرو یہ مضمون ہر گناہ کی نہی کو شامل ہے مفصل تفسیر اسکی پہلے بیان
ہو چکی ہے مال کے وزن اور پیمانے میں کمی کرنا بھی فساد ہے اسلئے کہ فقیر برباد ہوتا ہے اور ظلم ہوتا ہے اور جب
وہ اس پر مطلع ہو کر جنگ کرتے ہیں تو دوسری صورت فساد کی پیدا ہوتی ہے ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے
ف یعنی اگر تم آخرت پر ایمان لانے والے ہو تو یہ سمجھ لو کہ ان احکام پر عمل کرنا تمہارے لئے
دین و دنیا میں بہتر ہے وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ
وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا
اور مت بیٹھو ہر راستے میں کہ ڈراتے ہو تم اور روکتے ہو تم اللہ کے راستے سے اس شخص کو جو اس پر
ایمان لاوے اور چاہتے ہو تم اسکے راستے میں کجی ف اللہ کے راستے سے اللہ کا دین مراد ہے
ہر راستے میں بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے ڈرانے اور روکنے کے لئے ہر طرف سے گھات لگانا
اور ہر طرح کی کوشش کرنا اور اللہ کے دین میں کجی چاہنے سے مراد یہ ہے کہ ناحق کے شبہات اور
شیطانی وسوسوں سے ایمان لانے والوں کو بہکانا اور سیدھے راستے میں اپنے مغالطوں سے
فریب دیکر کجی ظاہر کرنا مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ جو لوگ اللہ کے دین پر ایمان
لاویں تم ان کے ڈرانے اور اللہ کے راستے سے منع کرنے کی ہر طرح سے گھات مت لگاؤ اور بیہودہ
کوشش مت کرو اور بیہودہ شبہات سے مت بہکاؤ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ
قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ ۝ اور یاد کرو اس وقت کو کہ تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے بہت کر دیا تمکو اور
دیکھو کیا ہوا انجام مفسدوں کا ف تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تمہارے قبیلے کے آدمی
بہت تھوڑے سے تھے اس وجہ سے تم کمزور تھے اللہ نے تمکو بڑھا کر بہت سا کر دیا اس وجہ سے تمہارے
خاندان کو بہت تقویت ہو گئی اللہ کے اس احسان کا شکر ادا کرو اور اسکی نافرمانی کر کے فساد مت کرو
دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا یعنی جنہوں نے نافرمانی کی تھی ان پر کیسا عذاب نازل
ہوا وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

ہم کفر کو برا جانتے ہیں پھر اسلام سے پھر کر کفر میں کیسے جا سکتے ہیں کیا تم زبردستی ہمکو کافر بناؤ گے قَدِ
افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا
اللّٰهُ مِنْهَا بیشک بہتان باندھیں ہم اللہ پر جھوٹا اگر پھر جاویں ہم تمہارے مذہب میں بعد اسکے
کہ بچا دیا ہمکو اللہ نے اس سے ف یعنی جبکہ اللہ نے شرک سے ہمکو بچا دیا اور اسکی برائی ہم پر
ظاہر کردی اسکے بعد اگر ہم شرک میں مبتلا ہو جاویں تو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھیں گے اسلئے کہ جب ہم
شرک اختیار کرینگے تو ہمکو اللہ کا شریک ماننا پڑیگا اور یہ کہنا پڑیگا کہ اللہ نے جو ہمکو ہدایت کی
تھی [معاذ اللہ] وہ باطل ہے اور مذہب کفر و شرک کا سچا ہے اور یہ باتیں کہنا اللہ پر جھوٹی
تہمت باندھنا ہے وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ رَبُّنَا اور نہیں لائق ہے ہمکو کہ اس دین میں پھر جاویں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا ۔
ف حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر کفر کا مذہب
اختیار کر لیں مگر اس وقت کہ اللہ چاہے ۔ یعنی اللہ کو اگر ہمارا گمراہ کرنا منظور ہوگا اور ہمارے دلوں کو ہدایت کی
طرف سے گمراہی کی طرف پھیر دیگا تو ہم کفر کی طرف پلٹ جاویں گے اسلئے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ بنانا اللہ
کے اختیار میں ہے اور جب تک اللہ نے ہم پر حق ظاہر کیا ہے اس وقت تک ہم کفر کی طرف نہیں جا سکتے
وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط گھیر لیا ہے ہمارے رب نے ہر شے کو علم سے ۔
ف یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے اور تمہارا نتیجہ کیا ہوگا اور
ہم میں اور تم میں کون سعید ہے اور کون شقی ہے اور اس بستی سے تم ہمکو نکال دوگے اور تم یہاں صحیح
سلامت رہوگے یا تم غارت ہو جاؤ گے اور ہم یہاں صحیح سلامت رہیں گے عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا
اللہ پر بھروسا کیا ہمنے ف یعنی ہم تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتے ہمارا بھروسا اللہ پر ہے
وہ ہماری مدد کریگا نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے وہ اپنے فضل سے ہمکو ایمان پر قائم رکھیگا

أَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ تو منہ پھیرا شعیب نے اُن سے اور کہا کہ اے میری قوم بیشک پہونچا دئے مین نے تمکو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کی مین نے تمہاری پس کیون افسوس کرون مین کافر گروہ پر **ف** یعنی اُن کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت شعیب نے اُن سے کہا کہ اے میری قوم مین نے اللہ کے پیغام تمہارے پاس پہونچا دئے اور تمہاری خیر خواہی کی تمنے نہ مانا اور اُسکی سزا پائی اب مین تم پر کیون افسوس کرون اسلئے کہ تمنے کھلے ہوئے حق کا انکار کیا پھر ہلاک ہونے والون کو سُنانا بطور [illegible] کے تھا وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ اور نہین بھیجا ہمنے کسی بستی مین نبی کو مگر کہ پکڑا ہمنے اُس بستی والون کو تکلیف مین اور مصیبت مین تاکہ وہ عاجزی کرین **ف** اللہ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی نبی کو بھیجتے ہین تو اُسکی قوم کو اتنی مہلت دیتے ہین کہ حق کے سمجھنے کا اُنکو موقع ملے اور ایسی حالتون مین اُنکا امتحان کرتے ہین جو اللہ کی طرف سے رجوع کرنے کا سبب ہون اول اُن کو تکلیف اور مصیبت مثلاً فقیری اور مرض دیتے ہین اور یہ بھی سامان اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ہے تاکہ وہ اپنی مصیبت دور ہونے کے لئے اللہ کے سامنے عاجزی کرین ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ پھر بدلی ہمنے مصیبت کی جگہ راحت یہان تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ آئی تھی ہمارے باپ دادون پر سختی اور راحت تو پکڑ لیا ہمنے اُن کو یکایک اور وہ بے خبر تھے **ف** جب سختی اور مصیبت کے امتحان مین اُن کی سمجھ درست نہ ہوئی تو ہمنے اُنکی حالت بدلی اور سختی کے بدلے راحت دی تو قصداً اُن کے

گروہ کی طرف گئی اور مقصود اس حالت بدلنے سے یہ تھا کہ اگر اون کی سمجھ ٹھیک ہو تو اس راحت کے شکر کی طرف
متوجہ ہوں اور اللہ کو یاد کریں حاصل یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں اُن کا امتحان کیا اور عذاب
بھیجنے میں جلدی نہ کی اسطرح تنبیہ کی مگر انہوں نے اس رنج و راحت کو امتحان نہ سمجھا اور دونوں
حالتوں کے بدلنے میں اُن کو تنبیہ نہ ہوئی اور کہنے لگے کہ جیسی رنج و راحت ہم پر آئی اسی طرح ہمارے
باپ دادا پر بھی آیا کرتی تھی یعنی رنج و راحت اللہ نے ہماری تنبیہ کے لیے نہیں بھیجے بلکہ زمانے کی
معمولی عادت یہی ہے کہ آدمیوں کی حالت بدلتی رہتی ہے پس جب کسی طرح اُن کو تنبیہ نہ ہوئی تو ہم نے
یکایک اُن کو ایسی حالت میں پکڑ لیا کہ وہ بالکل غافل تھے یعنی اُن کو گمان بھی نہ تھا کہ ہم پر کوئی ایک
عذاب نازل ہونے والا ہے اس لیے کہ وہ رسول کے بیان کی تصدیق نہیں کرتے تھے ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ مومن کی حالت عجیب ہے اللہ اُسکے لیے جو حکم کرتا ہے اُسمیں
مومن کی بہتری ہوتی ہے جب اُسپر مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے اور
جب اُسپر راحت آتی ہے تو شکر کرتا ہے یہ بھی اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے۔ پس مومن کا کام یہ ہے کہ وہ سمجھ جاوے
کہ اللہ نے اُسکو رنج و راحت میں کیوں مبتلا کیا اور اس سے اُسکا امتحان مقصود ہے یعنی امتحان اس امر کا
ہے کہ مصیبت میں صبر کرتا ہے یا نہیں اور راحت کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور دوسری حدیث میں
ہے کہ مومن پر جب مصیبت آتی ہے تو اُسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور منافق کی مثال ایسی
ہے جیسے گدھا وہ جانتا ہی نہیں کہ اُسکے مالک نے کیوں اُسے باندھا اور کیوں اُسے چھوڑا۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے
تو البتہ کھول دیتے ہم اُن پر برکتیں آسمان سے اور زمین سے اور لیکن انہوں نے تکذیب کی

تو پکڑ لیا ہمنے اُن کو بسبب اُن افعال کے جو وہ کرتے تھے **ف** یعنی جن بستیون مین ہمنے رسول بھیجے اگر وہ لوگ انبیا کی ہدایت کو مانتے اور ایمان لاتے اور پرہیزگار بنجاتے تو اُن پر سختی نہ بھیجتے بلکہ زمین و آسمان کی برکت اُنپر نازل کرتے آسمان کی برکت سے بارش اور زمین کی برکت سے کھیتی اور پھل اور مویشی کی کثرت اور صحت و عافیت مراد ہے مگر اُنھون نے پیغمبرون کو جھٹلایا تو اُنکے اعمال بد کی وجہ سے ہمنے اُن کو سختیون مین مبتلا کیا اور قحط و مرض وغیرہ بھیجا یا مراد یہ ہے کہ عذاب نازل کیا **اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ** ؁ کیا نڈر ہوگئے ہین بستیون والے اس سے کہ آجاوے اُن پر ہمارا عذاب رات مین اور وہ سوتے ہون **ف** یعنی جب بعض قومون کو ہم اُن کے اعمال کی وجہ سے اپنا عذاب نازل کر کے ہلاک کر چکے تو اب اُن کے بعد جو قومین ہین کیا وہ نڈر ہوگئی ہین کہ یکایک رات مین اُنپر ہمارا عذاب نازل ہو جاوے اور وہ سوتے کے سوتے رہجائین مطلب یہ ہے کہ وہ پہلی قومون کی حالت پر غور کر کے نصیحت کیون نہین پکڑتے اور اُسی طرح اپنے اوپر عذاب ہونے کا خوف کیون نہین کرتے اس آیت مین اہل قریٰ سے وہ سب لوگ مراد ہین جو اُن قومون کے بعد ہوئے جن پر عذاب نازل ہوا تھا اسمین وہ لوگ بھی شامل ہوگئے جو رسول اللہ صلی اللہ کے زمانے مین تھے اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ یہان اہل قریٰ سے مکہ اور اُسکے گرد و نواح کے لوگ مراد ہین۔ **اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ** ؁ کیا نڈر ہوگئے ہین بستیون والے کہ آجاوے اُنپر ہمارا عذاب اور وہ کھیل مین ہون **ف** یعنی کیا اُن کو یہ خوف نہین کہ وہ بیخبر لہو و لعب مین مشغول ہون اور اعمال کی وجہ سے یکایک اُن پر ہمارا عذاب اُسی طرح نازل ہو جاوے جیسا پہلی قومون پر نازل ہوا تھا **اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ** ؁

کیا وہ نڈر ہو گئے اللہ کے مکر سے اور نہیں نڈر ہوتے اللہ کے مکر سے مگر وہ لوگ جو خسارہ پانے والے
ہیں **ف** مکر سے وہ عذاب مراد ہے جو یکایک حالت غفلت میں آجاوے پہلے سے اس کا
خیال نہو مطلب یہ ہے کہ یکایک اللہ کے عذاب نازل ہونے سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو
خسارہ پانے والے ہوتے ہیں اور جن کی سمجھ درست ہوتی ہے وہ کسی حالت میں اس کے عذاب سے
نڈر نہیں ہوتے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا قول ہے کہ مومن اللہ کی اطاعت کرتا ہے
اور اس حالت میں بھی اس کو خوف ہوتا ہے اور منافق گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور اس حالت میں
بھی نڈر ہوتا ہے **أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ
أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ** کیا نہیں کھل گیا انپر جو مالک
ہوتے ہیں زمین کے بعد ہلاک ہو جانے اس کے مالکوں کے کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں ان کے
گناہوں کی اور مہر لگا دیں ہم ان کے دلوں پر پھر وہ نہ سنیں **ف** یعنی جو لوگ پہلی امتوں کے
ہلاک ہونے کے بعد ان کی زمینوں کے وارث بنے ہیں وہ پہلی امتوں کا عذاب دیکھ کر اتنی بات
نہیں سمجھے کہ جس طرح ہم نے پہلی امتوں کو ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کر دیا اسی طرح
اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کی سزا میں ہلاک کر دیں اور جس طرح ہم نے پہلی قوموں کے
دلوں پر مہر لگا دی تھی کہ ان کو کسی طرح حق کی سمجھ ہی نہیں اور آخر رفتہ رفتہ سخت عذاب کے مستحق
ہو گئے یہی حال ہم ان کا بھی کر دیں گے یعنی جب وہ کفر و انکار پر ضد کرینگے تو پھر ان کو سخت عذاب کا
مستحق بنانے کے لئے سرکشی میں ایسا بڑھا دینگے کہ ان میں حق کے قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں
رہیگا **تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا وَلَقَدْ
جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا**

بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ

یہ بستیاں کہ بیان کرتے ہیں ہم تجھ پر اُن کے حالات اور بیشک آئے تھے اُنہیں ہمارے رسول دلیلوں کے ساتھ پس وہ ایسے نہ تھے جو ایمان لاتے اس سبب سے کہ تکذیب کر چکے تھے پہلے اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں کافروں کے دلوں پر ف یعنی اول قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط اور قوم شعیب کے ہلاک ہونے کا ذکر کیا پھر اُن کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے کہ جن بستیوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُن میں ہمارے رسول حق کی دلیلوں اور معجزوں کے ساتھ آئے تھے مگر وہ لوگ جو اُن بستیوں میں رہتے تھے ایسے نہ تھے جو ایمان لاتے اس سبب سے کہ اول جب رسولوں نے اُن کے سامنے حق پیش کیا تو اُنہوں نے تکذیب کی پھر اُنہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جسکا اول انکار کر چکے آخر میں اُسکو مانیں اسی طرح ہماری عادت ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں اور حق کے سمجھنے کا قصد نہیں کرتے اُن کے دلوں میں ہم مہر لگا دیتے ہیں اور اُن میں حق کے سمجھنے کی لیاقت ہی باقی نہیں رہتی تاکہ زیادہ کفر کر کے زیادہ عذاب کے مستحق بنجاویں یا مراد یہ ہے کہ جسطرح ہمنے گذشتہ کافروں کے دلوں پر مہریں لگا دیں تھیں اسی طرح ہم اگر چاہیں تو اُن موجودہ کافروں کے دلوں پر بھی مہریں لگا دینگے اور اُن کو بھی سخت عذاب کا مستحق بنا دینگے۔ اور بعض مفسرین نے [بما کذبوا من قبل] کے معنی یہ لکھے کہ وہ لوگ ایسے نہ تھے جو اس دین حق پر ایمان لاتے جسکی وہ اُن رسولوں کے آنے سے پہلے تکذیب کرتے تھے

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ

اور نہ پایا ہمنے اُنمیں اکثر میں عہد اور بیشک پایا ہمنے اُن کو اکثر کو بدکار ف یعنی گذشتہ امتوں جنکے پاس ہمنے اپنے رسول بھیجے تھے اُن میں اکثر ایسے تھے جو اپنے عہد پر قائم نہ تھے اور اکثر بدکار تھے عہد سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو عقل سلیم ایسی دی ہے کہ اگر تمام مخلوقات کے عجائبات پر

غور کر کے عقل سے کام لے تو ضرور سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا وحدہٗ لا شریک ہے
یعنی عہد پر قائم نہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے عقل سلیم سے کام نہ لیا اور شرک میں مبتلا
ہوئے یا عہد توڑنے سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سابقین جو دین سکھا گئے تھے اور ان کے باپ دادا
اسکو قبول کر چکے تھے اور اس پر قائم رہنے کا عہد کر چکے تھے اس عہد پر قائم نہ رہے یا عہد شکنی سے
مراد یہ ہے کہ جب ان پر مصیبت آتی تھی تو یہ عہد کرتے تھے کہ اگر اللہ اس مصیبت سے نجات دیگا تو آئندہ
کبھی ہم شرک نہ کرینگے جب اللہ اس مصیبت کو ان سے رفع کر دیتا تھا تو اس عہد پر قائم نہ رہتے تھے
اور پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ پھر بھیجا ہم نے اُن کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں
کے ساتھ فرعون اور اسکے گروہ کی طرف تو انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا پھر تو دیکھ کیا ہوا انجام
مفسدوں کا ف یعنی جن رسولوں کا پہلے ذکر ہو چکا ان کے بعد ہم نے فرعون اور اسکی قوم کی طرف
موسیٰ کو بھیجا اور موسیٰ کو معجزات دئے جو ہماری نشانیاں تھیں تو فرعون اور قوم فرعون نے ان معجزات کا
انکار کیا اور موسیٰ کی ہدایت قبول نہ کی اب تو دیکھ انجام مفسدوں کا کیا ہوا کہ وہ سب دریا میں غرق ہو کر
عذاب الٰہی میں پہونچے اور حضرت موسیٰ اور ان کی ساری قوم ان کے ڈوبنے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔
وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اور کہا موسیٰ
نے اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں سزاوار ہوں اسکا کہ نہ کہوں اللہ پر مگر حق۔
ف مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا ہے حضرت موسیٰ کے زمانے میں جو فرعون یعنی مصر کا
بادشاہ تھا اسکا نام قابوس تھا اور بعض کا قول ہے کہ ولید بن مصعب بن ریان تھا یہ بادشاہ بنی اسرائیل

جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے مصر میں رہتے تھے بڑا ظلم کرتا تھا اللہ نے حضرت موسیٰ کو
پیغمبر بنا کر اسکو سمجھانے کے لیے بھیجا حضرت موسیٰ نے مصر میں جاکر فرعون سے کہا کہ اے فرعون میں
اُس اللہ کی طرف سے رسول مقرر ہوکر آیا ہوں جو تمام جہان کا پالنے والا ہے اور جب میں رسول ہوں
تو میری شان یہ ہے کہ اللہ کا حکم جھوٹا بیان نہیں کرتا بلکہ جو اللہ کا حکم بیان کرتا ہوں سچا بیان کرتا ہوں
حضرت موسیٰ نے فرعون کو یہی سمجھایا کہ رسول کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سچ کہتا ہے جھوٹ نہیں کہتا
پس چونکہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں اسلیے میں بھی اسی کا سزاوار ہوں کہ جو کچھ کہونگا اللہ پر جھوٹ
نہ ہوں گا قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي
إِسْرَائِيلَ ۝ بیشک آیا ہوں میں تمہارے پاس نشانیوں کے ساتھ تمہارے رب کی طرف
سے پس بھیجدے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ف یعنی میری رسالت کی تصدیق کے لیے میرے
ساتھ معجزات بھی ہیں تو بنی اسرائیل کو اپنی قید سے چھوڑ دے اور میرے ساتھ کردے کہ میں ان کو
بیت المقدس کو لیجاؤں فرعون نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا اور سخت محنتیں انہیں کے ذمہ
تھیں اور ان کو اس ملک سے چلے جانے کی بھی اجازت نہ تھی قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ
بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فرعون نے کہا کہ اگر تو
کوئی نشانی لایا ہے تو ظاہر کر اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے ف فرعون نے حضرت موسیٰ کو
یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ اگر تو اپنے دعوی میں سچا ہے اور تیرے پاس اللہ کی طرف سے کوئی
نشانی ہے تو ظاہر کر فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝
تو پھینکا (موسیٰ نے) اپنا عصا پس یکایک وہ اژدہا تھا کھلا ہوا۔ ف یعنی اسکا اژدہا ہونا
ایسا ظاہر تھا کہ کوئی شک نہ تھا وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ
لِلنَّاظِرِينَ ۝ اور نکالا اپنا ہاتھ پس یکایک وہ چمکدار تھا دیکھنے والوں میں ف

ابن کثیر نے سدی اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنا عصا پھینکا
تو وہ ایک بڑا اژدہا بنگیا اسکا منہ کھلا تھا اور اتنا بڑا تھا کہ نیچے کا جبڑا زمین پر تھا اور اوپر کا جبڑا
قصر فرعون کی دیوار پر تھا فرعون اسکو دیکھکر بہت ڈر گیا اور کود کر بھاگا اور اسی سے کود پڑا اور
ہوا ایسا پہلے نہیں ہوتا تھا اور چلایا کہ اے موسیٰ اس سانپ کو تو روک لے میں تجھپر ایمان لاتا ہوں
اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجتا ہوں تب حضرت موسیٰ نے اس سانپ کو پکڑ لیا تو وہ ویسا ہی
عصا ہوگیا جیسے پہلے تھا - دوسرا معجزہ حضرت موسیٰ نے یہ دکھایا کہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالکر جو باہر نکالا
تو وہ چمکدار نورانی بنگیا اسکی سفیدی کسی مرض یا عیب کی نہ تھی بلکہ دیکھنے والوں کو چمکدار اور نورانی معلوم
ہوتا تھا اور پھر دوبارہ جیب میں ڈالا تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوگیا قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ
فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم
مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ کہا سرداروں نے فرعون کی قوم کے
بیشک یہ جادوگر ہے کامل چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکالدے سو کیا حکم دیتے ہو تم -

ف جب وہ حالت خوف کی رفع ہوگئی اور حضرت موسیٰ کا عصا جو اژدہا بنگیا تھا پھر عصا بنگیا تو
فرعون نے اپنی قوم کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ موسیٰ کے دفع کرنے کی کیا تدبیر کریں اگر کچھ دیکر
اس پر غالب آویں اور انکو یہ خوف بھی پیدا ہوا کہ موسیٰ کا معجزہ دیکھکر سب لوگ موسیٰ کے ساتھ ہو جاویں
جب سب نے ملکر باہم مشورہ کیا تو قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اور یہ چاہتا
ہے کہ تمکو اس ملک سے نکالدے اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ اس معاملہ میں تمہاری
کیا رائے ہے اور کیونکر اسکو دفع کریں - قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ
فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ کہا انہوں نے
روکے رکھ موسیٰ کو اور اسکے بھائی کو اور بھیج بستیوں میں بلانے والے کہ تیرے پاس لے آویں

ہر کامل جادوگر کو ف اس زمانے مین جادو کا رواج بہت تھا اسی وجہ سے اللہ نے حضرت موسیٰ کو ایسا معجزہ دیا تھا کہ جادوگرون کو عاجز کرین اور اسی وجہ سے سب نے حضرت موسیٰ کو جادوگر سمجھا اور اس مشورہ کے بعد سب نے متفق ہوکر فرعون کو حضرت موسیٰ کے مغلوب کرنے کی یہ تدبیر بتائی کہ جادو کا جواب جادو سے دیا جاسکے اور موسیٰ اور انکے بھائی ہارون کو چند روز روکا جا اور آدمی بھیجکر سب ملکون سے بڑے بڑے جادوگر بلائے جائین چنانچہ فرعون نے یہی کیا اور بڑے بڑے جادوگر بلا کر جمع کیے وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس اور کہنے لگے کہ ضرور ہمکو انعام ملے اگر ہم غالب ہوجاوین ف یعنی جادوگرون نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم اپنے جادو سے موسیٰ پر غالب ہون تو ہمسے انعام کا وعدہ کیجیے قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ کہا فرعون نے ہان اور تم مقربین مین ہو گے ف فرعون نے کہا کہ اگر تم اپنے جادو سے موسیٰ پر غالب آجاؤگے تو تمکو انعام بھی ملیگا اور میرے مقرب مصاحبون مین شامل ہوجاؤ گے قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ کہا ساحرون نے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ڈالنے والے ہون ف یعنی مقابلے کے وقت ساحرون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ یا پہلے تو اپنا عصا ڈالکر اپنا کمال ظاہر کر یا پہلے ہم ان چیزونکو ڈالین جو ہمارے پاس ہین ساحرون نے جو حضرت موسیٰ کو یہ اختیار دیا کہ اگر چاہین تو وہ ابتدا کرین اور اگر چاہین تو بعد کو اپنا کمال ظاہر کرین اس سے ان ساحرون کو اپنی بہادری ظاہر کرنا مقصود تھی کہ ہم ایسے کامل ہین کہ ان دونون صورتون مین سے ہر صورت مین غالب رہینگے بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہون نے حضرت موسیٰ کا یہ ادب کیا کہ اول حضرت موسیٰ کو عصا ڈالنے کا اختیار

(اس ادب کی برکت سے آخر مین انکو سعادت نصیب ہوئی قَالَ أَلْقُوا اھ) موسیٰ نے کہا تمہین ڈالو **ف** چونکہ حضرت موسیٰ کو ان کے مغلوب ہونے اور اپنے غالب ہونے کا یقین تہا کسی قسم کا شک نہ تہا اسلیئے اول ساحرون کو ابتدا کرنے کی اجازت دی اور اُنہون نے جو اپنی بہادری ظاہر کرنے کے لیے حضرت موسیٰ کو ابتدا کرنے کی اجازت دی تہی اسکا جواب یہ بہی ہوسکتا تہا کہ اُنکے جادو کو نہایت حقیر سمجہکر اُسکی کچہہ بہی پروا نہ کی اور یہ بہی اکثر معمول ہے کہ جو چیز آخر مین ظاہر ہوتی ہے اسکا اثر دلون مین بہت پڑتا ہے فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ترجمہ (ساحرون نے اپنا سامان) ڈالا تو جادو کردیا انہون نے آدمیون کی آنکہون پر اور ڈرا دیا انکو اور لائے بڑا جادو **ف** یعنی ان ساحرون کے جادو کا فقط یہ اثر تہا کہ انہون نے نظر بندی کی کہ جس سے دیکہنے والون کے سامنے یہ خیال بندہ گیا کہ جو رسیان اور لکڑیان انہون نے پہینکی تہین وہ سانپ بنگئین پس اُنکے جادو کا اثر دیکہنے والون کی آنکہون پر تہا وہ چیزین جو انہون نے پہینکی تہین درحقیقت سانپ نہین ہوئی تہین مگر وہ سب چیزین ایسے بڑے اور عجیب سانپ دکہائی دینے لگین کہ سب ڈر گئے اور انہون نے جادو کا بڑا کمال ظاہر کیا۔ ابن کثیر نے ابن اسحٰق سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ جادوگر پندرہ ہزار تہے اور ہر شخص کے پاس ایک رسی اور ایک لاٹہی تہی اور ان کے مقابلے مین حضرت موسیٰ اپنے بہائی کو ساتہ لیکر عصا ٹیک کر کہڑے تہے پہر فرعون اور اُسکے سردار وغیرہ شہر کے بہت سے لوگ تماشا دیکہنے کے لیے ایک طرف بیٹہے پہر ساحرون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ یا تو پہلے تم اپنا عصا ڈالو یا ہم اپنی چیزین ڈالین حضرت موسیٰ نے ساحرون کو اجازت دی کہ ابتدا وہی کرین انہون نے اپنے جادو سے اول حضرت موسیٰ اور فرعون کی نظربندی کی اور اُسکے بعد اور سب آدمیون کی نگاہون پر اثر ڈالا پہر ہر جادوگر نے اپنی رسی اور لاٹہی پہینکی

بیچ مین پہاڑون کی برابر بڑے بڑے سانپ نظر آنے لگیں تمام جنگل اُن سانپون
سے معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے سانپ پر چڑھتا نظر آتا تھا وَأَوْحَيْنَا إِلَى
مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ اور وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کی طرف کہ ڈالدے اپنا عصا
فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ تو ناگاہ وہ نگل رہا تھا اُس باطل کو جو وہ ظاہر کرتے
تھے ثابت ہوگیا حق اور باطل ہوگئی اُن کی بناوٹ ـ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ
وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۚ تو مغلوب ہوگئے وہان اور پھر گئے ذلیل ہوکر ـ ف
جب جادوگرون نے حضرت موسیٰ کے مقابلے مین اپنا جادو ظاہر کیا تو ہمنے موسیٰ کی طرف وحی
کی کہ اپنا عصا ڈالدے حضرت موسیٰ نے جو اپنا عصا ڈالا تو وہ ایک بڑا اژدہا بنگیا اور جو
کچھ جادوگرون نے دکھائے تھے اُن سب کو نگل گیا پس حق ظاہر ہوگیا اور کافرون
اُس وقت جادوگر عاجز ہوکر ذلیل ہوئے ـ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ
قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ
اور ڈالے گئے جادوگر سجدہ مین کہا اُنہون نے کہ ہم ایمان لائے اُس رب العالمین
موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ـ ف اُن ہزارون جادوگرون کی لاٹھیان اور رسیان
تھیں کئی اونٹ اُن کو نگل کے چلا تھا وہ سب غائب ہوگئیں اور حضرت موسیٰ کا عصا
اُنکو نگل گیا اور پھر جب حضرت موسیٰ نے اُسکو اُٹھا لیا تو وہ عصا بنگیا یہ حالت دیکھکر
یقین ہوگیا کہ حضرت موسیٰ کا عمل سحر نہین معجزہ ہے اور اللہ کی طرف سے ہے اسلیے کہ
سحر مین تو اُن لاٹھیون اور رسیون کا پتا ملتا اور یہ دلیل اُن کے دل پر ایسی اثر کر گئی کہ
اور کچھ نہ بن پڑا کہ سجدہ مین گر گئے حاصل یہ ہوا کہ اللہ نے دلیل حق کو اُن پر غالب

ایسا بے اختیار کر دیا کہ وہ سجدہ مین گرنے پر مجبور ہو گئے اور خواہ نخواہ انکو یہ کہنا پڑا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے پس چونکہ اللہ نے انکو سجدہ مین گرا دیا اسی لئے فرمایا کہ وہ گر سجدہ مین گرا ئے گئے اور جادوگرون نے صاف اقرار کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے اور چونکہ سننے والون کو یہ گمان ہو سکتا تہا کہ رب العالمین سے فرعون مراد ہو اس لئے انہون نے اس کے ساتھہ یہ بھی کہدیا کہ ہم اس رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ فرعون نے کہا تم ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ مین تمکو اجازت دون یہ ایک حیلہ ہے کہ جو تجویز کر لیا تہا تم نے شہر مین تاکہ نکالو تم شہر سے شہر والون کو تو قریب جان لوگے تم ف جب ساحر سجدہ مین گر گئے اور انہون نے ایمان کا اقرار کیا تو فرعون نے ان ساحرون سے کہا کہ تم بغیر میری اجازت کے اللہ پر کیسے ایمان لے آئے شاید تم نے اس سے پہلے جب شہر مین تھے تو موسیٰ سے سازش کر کے یہ تجویز کر لیا تہا کہ ہم ایسا معاملہ کرینگے اور ہم ہار جائینگے موسیٰ کو غالب کر دینگے اور پہر ایمان کا اقرار کر لینگے اور یہ تم نے اس لئے کیا تاکہ شہر والون کو یعنی بنی اسرائیل کو اس بستی سے نکال دو جو حضرت موسیٰ کی درخواست تہی مین تمکو بہت جلد اس کی سزا دونگا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے یہ کہا کہ جو معاملہ واقع ہوا اور ساحرون سجدہ مین گر کر جو ایمان کا اقرار کیا یہ سب فریب ہے اور موسیٰ اور ساحرون کی پہلے سے شہر مین سازش ہو گئی تہی اور وہ یہ چاہتے ہین کہ کسی طرح بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لیجا دین لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ البتہ کاٹون گا مین تمہارے ہاتہہ اور تمہارے پاؤن مخالف طرف سے پہر سولی دونگا مین تمکو سب کو ف مخالف طرف سے ہاتہہ پاؤن کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ داہنی طرف کا ہاتہہ اور بائین

تو چھوڑیگا موسیٰ کو اور اُس کی قوم کو اسلئے کہ ملک میں فساد کریں اور ترک کردیں تجھے اور تیرے بتوں کو ف
فرعون کے سرداروں نے فرعون کو حضرت موسیٰ کے قتل کی ترغیب دی اور یہ کہا کہ تو موسیٰ کو مع تمام
بنی اسرائیل کے قتل نہیں کرتا اور اس لئے زندہ چھوڑتا ہے کہ وہ ملک میں فساد ڈالیں یعنی لوگوں کو اپنا
دین سکہائیں اور تیری طرف سے پھیرلیں اور تجھے ترک کردیں اور تیرے معبودوں کو بھی ترک کردیں یہان
معلوم ہوا کہ فرعون بتوں کی بھی پرستش کرتا تھا بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا
اور اُسنے لوگوں کو حکم کیا تھا کہ تم بتوں کی پرستش کرو یہ بت تمہاری سفارش مجھے کیا کرینگے اور اس
مین راضی ہونگا۔ بعض کا قول ہے کہ اُسکا کوئی مذہب نہ تہا خدائی کا دعویٰ کرتا تہا اور بت بھی پوجتا
تہا مگر یہ دونوں باتیں اُسکی رسمی اور معمولی تہیں دل میں کسی چیز کا معتقد نہ تہا اور خدا کے وجود کا بھی قائل
نہ تہا بعض کا قول ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکہتا تہا کہ آخرت کے مالک یہ بت ہیں اور دنیا کا مالک میں ہوں

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝

فرعون نے کہا کہ قتل کردینگے ہم اُنکے لڑکوں کو اور زندہ
چھوڑینگے ہم اُن کی لڑکیوں کو اور بیشک ہم اُن پر غالب ہیں ف فرعون دل میں حضرت موسیٰ کا
معجزہ دیکھکر ڈر گیا اور اُس کو جرات نہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے قتل کا حکم دیتا مگر جب سرداروں نے
حضرت موسیٰ کے قتل کی ترغیب دی تو شرم کے مارے صاف صاف یہ نہ کہہ سکا کہ میں موسیٰ کو
ڈرتا ہوں بلکہ یہ بات بنائی کہ بنی اسرائیل کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ اُن کی لڑکیاں زندہ چھوڑدی
جائیں اور لڑکے جو پیدا ہوں وہ سب قتل کردئے جائیں اسی طرح اُن کی ساری قوم کا خاتمہ ہوجائیگا
اور ہم تو اُن پر ہر طرح غالب ہیں یہ کچھ ہمارا نہیں بگاڑ سکتے

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

موسیٰ ف

اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک زمین اللہ کی ہے دیتا ہے مالک جسکو چاہتا ہے
اپنے بندون مین سے اور انجام کی بہلائی پرہیزگارون کے لیے ہے **ف** فرعون دل مین
حضرت موسیٰ سے ڈرتا تہا اسکو یہ بہی جرات نہوئی کہ حضرت موسیٰ کو کچھ مضرت پہونچا وے یا قید کرے
مگر اپنے سردارون سے باتین بناتا اور اپنا دل خوف ظاہر نکالا [illegible]
[illegible]
کے بیٹون کو قتل کر ڈالینگے اور لڑکیون کو زندہ چھوڑ رکھینگے یہی سزا ان کی کافی ہے ابتدا مین جب حضرت
موسیٰ پیدا ہوئے تھے اسوقت بہی یہی حکم تہا ۔ اسمین مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ حکم موقوف ہوگیا تہا
یا اسوقت تک باقی تہا مگر اسمین شک نہین کہ اب دوبارہ فرعون نے یہی حکم کیا خواہ یہ پہلے حکم کی تاکید ہو
یا دوبارہ از سر نو یہی حکم دیا اس حکم کو سنکر بنی اسرائیل گہبرائے اور اُن کو اپنے لڑکون کے قتل ہونے کا بہت
افسوس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو یون سمجہایا کہ تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو تو تمہاری مصیبت
دفع ہوگی بادشاہت فرعون کے اختیار مین نہین اللہ کے اختیار مین ہے جسکو چاہتا ہے اُس کو
دیتا ہے پس جب چاہیگا اللہ فرعون سے سلطنت چہین لیگا اور تمکو دیدیگا اور آخر کو فتح انہین کی ہوگی
جو پرہیزگار ہین یعنی اللہ کے احکام کی کسی طرح نافرمانی نہین کرتے بلکہ اطاعت کرتے ہین عاقبت سے
یا تو یہ مراد ہے کہ مرنے کے بعد جنت تمکو ملے گی یا یہ مراد ہے کہ دنیا مین آخر کو تمہاری فتح ہوگی یا دونون
مراد ہین اور ظاہر یہی ہے **قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ**
بَعْدِ مَا جِئْتَنَا انہون نے کہا کہ ہمکو ایذا دیا گیا تیرے آنے سے پہلے بہی اور تیرے آنے کے
بعد بہی **ف** بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تیرے آنے سے پہلے بہی ہم پر سخت
ظلم ہوتے تہے اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تہے اور تیرے آنے کے بعد بہی ہم پر
ظلم کا حکم ہوا **قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ**
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۵ موسیٰ نے کہا چاہتا ہے تمہارا رب

کہ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ بنا دے تمکو زمین مین اور دیکھے کہ کیسے عمل کرتے ہو تم ف
پہلے حضرت موسیٰ نے اپنے مطلب کو اشارون مین بیان کیا تہا اور یون کہا تہا کہ بادشاہت اللہ کے
اختیار مین ہے جسکو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور آخر مین پرہیزگارون کی فتح ہوتی ہے ان دونون
باتون سے بنی اسرائیل کو حکومت ملنے اور فتح ہونے کی امید دلائی تہی مگر جب ان اشارات سے بنی اسرائیل کو
پوری تسکین نہوئی تو اب صاف صاف وعدہ کیا کہ تم رنج مت کرو اب اللہ کو منظور ہے کہ بہت جلد تمہارے
دشمن کو ہلاک کرے اور اسکا قائم مقام تمکو بنا دے پہر تمہارے اعمال کا بہی امتحان کرے یعنی اس نعمت کے
ملنے کے بعد جیسے تمہارے اعمال ہون ویسا تمکو بدلا دے ۔ اللہ کو علم بنی اسرائیل کے افعال کا ہمیشہ سے
تہا مگر اللہ فقط اپنے علم پر بدلا نہین دیتا بلکہ جب وہ افعال ظاہر ہو کر واقع ہو لیتے ہین اسوقت بدلا دیتا
اس اعتبار سے فرمایا کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکہے گا یعنی واقع ہونے کے بعد انکے مطابق تمکو بدلا
دیگا ۔ وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ اور پکڑا ہمنے قوم فرعون کو قحط سالیون
اور پہلون کی کمی مین تاکہ وہ نصیحت قبول کرین ف اللہ فرماتا ہے کہ ہمنے فرعونیون کو کئی
برس قحط مین مبتلا کیا اور پہلون کی پیداوار بہی کم کر دی اور یہ انکی تنبیہ کیلئے تہا تاکہ وہ اس سے
[illegible] اللہ کی طرف رجوع کرین [illegible] فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا
بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ ۗ پہر جب انپر فراغت آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لئے ہے اور اگر
انپر مصیبت آتی تو بدشگونی لگاتے موسیٰ اور انکے ساتہیون پر ف یعنی انکی حالت غفلت
اور نافرمانی کی یہان تک پہونچ گئی تہی کہ وہ کسی حالت مین اللہ کی طرف متوجہ نہوتے تہے اور جب
انپر فراغت اور فائدے کی صورت ظاہر ہوتی تو یہ کہتے کہ ہم اسی کے مستحق تہے اور اسی لائق تہے

وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ تو بھیجا ہم نے اُن پر طوفان اور ٹیڑی اور چچڑیاں اور مینڈکیں اور
خون نشانیاں کھلی ہوئی تو سرکشی کی اُنھوں نے اور تھے گنہگار لوگ **ف** ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کو نہ چھوڑا تو اللہ نے
قوم فرعون پر بارش کا طوفان بھیجا اور اتنا مینہ برسا کہ انھیں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ عذاب نہ ہو تو انھوں نے
حضرت موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ اس بارش کو تھما دے اگر یہ بارش موقوف ہو جاویگی تو ہم
تم پر ایمان لا دینگے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دینگے حضرت موسیٰ نے دعا مانگی تب بھی وہ
ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا اور اُس سال کھیتی اور پھل اور چارہ بہت پیدا ہوا تو انھوں نے
کہا کہ یہ بارش تو ہمارے لئے بہت مفید ہوئی اور یہ تو ہماری تمنا ہی تھی پھر اللہ نے اُن پر ٹیڑی بھیجی
سبزہ کھانا شروع کیا اور اُن کو کھیتی کے تباہ ہو جانے کا خوف ہوا تو انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے
دعا مانگو کہ یہ اس ٹیڑی کو موقوف کر دے تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ
بھیج دیں حضرت موسیٰ نے دعا مانگی چنانچہ وہ ٹیڑی دفع ہو گئی پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو
بھی نہ چھوڑا اور ناج کاٹ کر اپنے گھروں میں بھر لیا پھر اللہ نے اُن کے ناج میں (قمل) پیدا کر دی
قمل اُس کیڑے کو کہتے ہیں جو ناج کے دانوں میں پیدا ہو جاتا ہے بہت سا ناج چکی پر لیجا کر پسواتے تو
اُسکا بیسواں حصہ بھی نہ نکلتا تو انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ ناج کے کیڑے کو
ہم سے دور کر دے تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دیں چنانچہ حضرت
موسیٰ کی دعا سے یہ بلا بھی دور ہو گئی پھر انھوں نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ بھیجنے سے
انکار کیا پھر اللہ نے اُن میں مینڈکیاں اس کثرت سے بڑھا دیں کہ جب کوئی آدمی بیٹھتا تو زمین سے
اُسکی ٹھوڑی تک مینڈکیاں چڑھ جاتیں اور یہ خوف ہوتا کہ بات کریگا تو مینڈکی اُسکے موہ میں گھس جائیگی
پھر انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ دعا مانگو کہ یہ بلا دور ہو تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہار

ساتھ چھوڑ دینگے پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تب اللہ نے ان پر خون کی مصیبت بھیجی جب وہ اپنے برتنوں سے
اور نہروں سے اور کنوؤں سے پانی نکالتے تو پانی کے بدلے خون نکلتا سب لوگوں نے فرعون سے کہا کہ ہم
خون کی مصیبت میں مبتلا ہیں پینے کو پانی نہیں ملتا تب فرعون نے کہا کہ یہ نظر بندی اور سحر ہے لوگوں نے
کہا کہ تو کیسی نظربندی ہوگی سارے شہر میں کسی کے برتن میں پانی نہیں ہر جگہ خون ہے پھر سب لوگ جمع ہو کر
حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ دعا کرو کہ یہ بلا دفع ہو تو ہم سب تم پر ایمان لاویں اور بنی اسرائیل کو تمہارے
ساتھ چھوڑ دیں حضرت موسیٰ نے دعا مانگی اور وہ بلا دفع ہوگئی پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو بھی
نہ چھوڑا۔ اس کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس اور سدی اور قتادہ وغیرہ مفسرین سلف سے بھی
یہی روایت منقول ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قمل سے اناج کے کیڑے مراد ہیں اور بعض کا قول یہی ہے کہ جوئیں مراد ہیں
اور اسکے سوا اور قسموں کے کیڑے بھی بعض مفسرین نے مراد لیے ہیں اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ
ابو زید کا قول ہے کہ چیچڑیاں مراد ہیں چونکہ مشہور ترجموں میں یہی اختیار کیا ہے اسلئے ہمنے بھی ترجمہ کیا۔
اللہ نے یہ کھلی ہوئی نشانیاں قوم فرعون پر بھیجیں پھر بھی وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور مجرم بنے
رہے۔ اور بعض نے آیات مفصلات کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جدا جدا نشانیاں تھیں۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے
اے موسیٰ دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے اسی طریقہ کے ساتھ جو تیرے لئے مقرر کیا ہے
البتہ اگر دور کردے گا تو ہم سے عذاب تو ہم تجھ پر ایمان لاویں گے اور ضرور بھیجیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو
ف قوم فرعون پر جب عذاب آتا جسکی تفصیل پہلے مذکور ہوچکی تب تو حضرت موسیٰ کے پاس آتے اور یوں

حضرت موسیٰ کے لئے دریا میں راستہ ہو گیا اور ادہر اُدہر پانی رُک گیا تو حضرت موسیٰ مع تمام بنی اسرائیل کے دریا سے پار اتر گئے اور جب اُنکے پیچھے فرعون مع اپنی تمام قوم کے دریا کے اندر پہونچ گیا تو پانی جاری ہو گیا اور وہ سب ڈوب گئے **وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا** اور مالک بنا دیا ہمنے ایسے گروہ کو جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین کے مشارق و مغارب کا ایسی زمین جسمین ہمنے برکت دی تھی **ف** یعنی بنی اسرائیل جنکو فرعون کی قوم بہت ضعیف اور ذلیل جانتے تھے اور اُن کو قید کر لیا تھا اور اُن کے بچے قتل کر ڈالتے تھے اور طرح طرح کی خدمتیں اُن سے لیتے تھے اس ضعیف قوم کو ہمنے زمین کے مشارق و مغارب کا مالک بنایا زمین سے ملک شام مراد ہے چنانچہ اسکے بعد آخر میں وہ زمین بنی اسرائیل نے لی اور وہ اُس زمین کے مشرقی اور مغربی کنارہ تک اُسکے مالک ہوئے وہ ایسی زمین تھی کہ اللہ نے اُسمیں برکت دی تھی اور پیداوار کھیتی وغیرہ کی اُسمیں بہت ہوتی تھی **وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا** اور پورا ہوا وعدہ تیرے رب کا احسان کرنے کا بنی اسرائیل پر اسلئے کہ اُنہوں نے صبر کیا — **ف** یعنی بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے جو اللہ نے اُن کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا اور وہ فرعون کے ظلم سے نجات پاکر ملک شام کے مالک بن گئے **وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ** اور خراب کر دیا ہمنے جو بناتے تھے فرعون اور اُسکی قوم والے اور جو کچھہ وہ بلند کرتے تھے **ف** یعنی فرعون اور اُسکی قوم نے جو بلند عمارتیں بنائی تھیں ہمنے اُن سب کو خراب کر دیا (یعرشون) کے معنی بعض مفسرین نے بلند عمارتیں بنانے کے لئے ہیں اور بعض نے انگور وغیرہ کے ایسے باغ مراد لئے ہیں جنکی بیلیں اوپر کو چڑھتی ہیں — یہاں تک اللہ نے فرعون اور اُسکی قوم کا قصہ بیان کیا اسکے بعد حضرت موسیٰ کے

اور بنی اسرائیل کے وہ قصے مین جو مصر سے نکلنے کے بعد ہوئے **وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ** ط اور پار کر دیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے تو آئے ایسی قوم پر جو بیٹھے رہتے تھے اپنے بتون پر کہا (یعنی اسرائیل نے) اے موسے بنا دے ہمارے لئے بھی معبود جیسے اُن کے لیے معبود ہین۔ ف اب اللہ حال بنی اسرائیل کا بیان کرتا ہے کہ اُنہون نے اگرچہ اللہ کی قدرت کی اتنی نشانیان دیکھین اور حضرت موسی علیہ السلام کے بہت سے معجزات اپنی آنکھون سے مشاہدہ کیے کہ اللہ نے اُن کے واسطے دریا مین راستہ بنا دیا اور وہ سلامت اُتر گئے اُن کے پیچھے فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب کر ہلاک ہو گیا انہی نشانیون کے دیکھنے کے بعد بھی جہالت اور شرک کا میل اُنکی طبیعتون مین ایسا باقی تھا کہ جب اُنہون نے دریا کے پار ہوکر بت پرستون کی ایک قوم کو دیکھا کہ وہ اپنے بتون کے سامنے بیٹھے رہتے تھے تو بنی اسرائیل کو بھی یہی خواہش ہوئی کہ ہم بھی اسی طرح بت پوجا کرین اور انہون نے حضرت موسی سے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایسے معبود مقرر کر دو جیسے ان مشرکون کے بت ہین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ وہ قوم کنعان والے تھے بعض کا قول ہے کہ لخم کے تھے۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ اُن کے بت گائے کی صورت کے تھے اور یہ اسی کا اثر بنی اسرائیل کے دل مین ہوا کہ اسکے بعد انہون نے گوسالہ پرستی کی **قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ** ۝ (موسی نے) کہا کہ بیشک تم جاہل لوگ ہو بیشک یہ (بت پرست) لوگ جس مین ہین ہلاک ہونے والا ہے وہ دین جس مین وہ ہین اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے ہین ف بنی اسرائیل کا یہ قول سنکر حضرت موسی نے فرمایا کہ تم جاہل ہو جو ایسی باتین کرتے ہو اور یہ نہین جانتے کہ اللہ کے سوا پرستش کا مستحق اور کوئی نہین ہوسکتا اور یہ جو بت پرستون کی قوم جس کو تم دیکھتے ہو وہ ایسے

تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور عورتون کو زندہ رکھتے تھے اور اسمین تمہارے رب کی طرف سے
بڑی آزمایش تھی **ف** بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ خطاب اللہ نے اُن یہودیون سے کیا
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھے کہ اسے یہود یاد کرو کہ تمہارے باپ دادا کے ساتھ
ہمنے کیا احسان کیا تھا کہ اُنکو قوم فرعون کے ظلمون سے نجات دی اور بعض کا قول ہے کہ اسمین فقط
یہود سے بواسطہ حضرت موسیٰ کے خطاب ہے یعنی جب اُنہون نے حضرت موسیٰ سے یہ کہا کہ ہمارے
لئے بھی ایک معبود بنا دو اور حضرت موسیٰ نے اُنکو سمجھا دیا اُسوقت اللہ نے حضرت موسیٰ پر وحی بھیجکر
بنی اسرائیل سے یہ خطاب کیا کہ تم ابھی سے ناشکری کرتے ہو اُسوقت کو یاد نہین کرتے جبکہ ہمنے تمکو قوم
فرعون کے ظلمون سے نجات دی جو تمکو سخت تکلیف دیتے تھے کہ تمہارے لڑکون کو مارڈالتے تھے
اور لڑکیون کو زندہ چھوڑدیتے تھے اور اس نجات دینے مین اللہ نے تمہارا بڑا امتحان کیا تھا کہ تم اس
احسان کا شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری کرتے ہو یا مراد یہ ہے کہ قوم فرعون کو جو تم پر مسلط کیا تھا اس مین
تمہارا بڑا امتحان تھا کہ تم ان مصیبتون مین اللہ کی طرف رجوع کرتے ہو یا نہین یا قوم فرعون کا امتحان تھا
کہ وہ تم پر تباہ ہو یا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہین **وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ
لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً**
اور وعدہ کیا ہمنے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہمنے اُسکو دس رات مین تو پوری ہوگئی میعاد اُسکے
رب کی چالیس رات مین **ف** اللہ نے حضرت موسیٰ کو مرتبہ قرب عطا فرمانے اور اپنے کلام سے
عزت دینے اور توریت نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ وعدہ اسطرح تھا کہ تیس شبون کا وعدہ تھا
اُن کا عطا ہونا تیس دن کے بعد سے شروع ہوگا اور اُسکے بعد دس دن مین وہ سب نعمتین مرحمت
ہوجاوینگی اس تفصیل کو اللہ نے اس آیت مین ذکر فرمایا تیس دن کا وعدہ کیا تھا اور تیس دن کے بعد
جب اُنکا ایفا شروع ہوا تو وہ سب نعمتین دس دن مین عطا کردین تو چالیس رات مین وہ میعاد وعدہ اللہ نے

سب نعمتوں کے عطا کرنے کی سفر کی تھی پوری ہو گئی سورۂ بقر میں یوں فرمایا ہے کہ چالیس رات کا وعدہ کیا
تھا ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ سورۂ بقر میں کل موعودہ نعمتوں کے عطا کرنے کی انتہا کا وقت
ذکر فرمایا اور اس سورۂ اعراف میں پوری تفصیل بیان کر دی کہ تیس دن کے بعد کا وعدہ تھا اس کے بعد سے
دس دن کا اور وعدہ شروع ہوا اور دس دن میں سب وعدہ پورا کر دیا اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ چالیس دن میں
سب وعدہ پورا ہو گیا **وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۝** اور موسیٰ نے اپنے
بھائی ہارون سے کہا کہ میرا نائب بن میری قوم میں اور اصلاح کر اور مت چل مفسدوں کی راہ **ف**
اللہ نے جو وعدے حضرت موسیٰ سے کئے تھے منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ کوہ طور پر اللہ سے کلام ہو گا اور
توریت ملے گی چنانچہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی کوہ طور کی جانب چلے اور اپنے پیچھے اپنے بھائی
ہارون کو اپنا قائم مقام بنایا حضرت ہارون علیہ السلام بھی اگرچہ نبی تھے مگر بنی اسرائیل کی سرداری حضرت
موسیٰ سے متعلق تھی اس لئے حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کو اپنے غیبت کے زمانے کے لئے
اپنا نائب بنایا اور یہ وصیت کی کہ اصلاح کیجیو یعنی ایسے حکم کیجیو جو ان کے لئے مفید ہوں اور مفسدوں کی
راہ مت چلیو یعنی فساد مت ہونے دیجیو اگرچہ حضرت ہارون سے ان باتوں کے کہنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ نبی کی
شان نہیں ہوتی کہ اصلاح نہ کرے یا فساد ڈالے مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو ان امور کا حد سے زیادہ اہتمام تھا
اس لئے بلا ضرورت بھی حضرت ہارون کو یہ نصیحتیں کر دیں جس سے فقط تاکید مقصود تھی ۔ بخاری میں ہے
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو تشریف لے چلے تو آپ نے علی کو اپنا نائب مقرر کر کے
چھوڑا تو حضرت علی نے کہا کہ آپ مجھ کو لڑکوں میں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ میرا ایسا نائب ہو جیسے ہارون موسیٰ کے
نائب تھے مگر بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے **وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا**

گرا موسیٰ بیہوش **ف** پہاڑ اگرچہ حیات اور سمجھ نہیں رکھتا اسلئے کسی چیز کے دیکھنے کی لائق نہیں
مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ نے اس پہاڑ پر اپنا جلوہ اسطرح ظاہر کیا ہوگا کہ اول اسکو حیات اور عقل عنایت
فرمائی پھر اپنا جلوہ اسکے سامنے پیش کیا تو اللہ کی تجلی نے اس پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور
اس حالت کی ہول سے حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے خفاجی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی
بیہوشی پہاڑ کی حالت دیکھنے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ تجلی کی تاب نہ لانے کی وجہ سے تھی یعنی جب اللہ کی
تجلی ظاہر ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے دونوں کو اس تجلی کی تاب نہ ہوئی۔
صحیحین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن
سب آدمی بیہوش ہو جاوینگے ان میں سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ
عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کو مجھ سے بھی پہلے ہوش ہوگا یا قیامت کی
بیہوشی کے بدلے انکی طور کی بیہوشی محسوب ہو گئی۔ الفاظ قرآن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ
پہاڑ کے اوپر نہ تھے بلکہ پہاڑ کے قریب تھے چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ
قائم رہا تو تو بھی دیکھ سکیگا۔ اور اگر پہاڑ پر ہوتے تو اسکے ٹکڑے ہو جانے کے
ساتھ یہ بھی سلامت نہ رہتے بعضی حدیثوں میں مذکور ہے کہ اللہ نے پہاڑ پر ایک ذرہ اپنے نور کا
نور کا ظاہر کیا تھا جس سے یہ حالت ہو گئی **فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ
اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝** پھر جب ہوش میں آیا کہا پاک ہے تو
میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف اور میں پہلا ہوں ایمان لانے والوں میں **ف** جب حضرت
موسیٰ کو ہوش ہوا تو سوال کرنے کی جرات پر آپکو ندامت ہوئی کہ بغیر اللہ کی اجازت کے ایسا
سوال کیوں کیا چنانچہ انہوں نے نادم ہو کر کہا کہ اللہ تو پاک ہے یعنی اس امر سے پاک ہے کہ کوئی دنیا میں
تجھکو دیکھ سکے میں نے جو بغیر تیری اجازت کے سوال کی جرات کی اس سے توبہ کرتا ہوں اور

میں سب سے پہلے اس بات پر ایمان لانے والا ہوں کہ دنیا میں کوئی تجھکو نہیں دیکھ سکتا حضرت موسیٰ
نے جو اپنی تاب و طاقت اور تحمل کا لحاظ نہ کرکے اس سوال کی جرات کی تھی اس سے توبہ کی مگر
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ جبکہ اپنے دیدار کا تحمل دیدے تو وہ بھی نہیں دیکھ سکتا چنانچہ
قیامت کے دن اللہ مومنین کو یہ مرتبہ عطا فرماویگا اور انکو اللہ کے فضل سے بقدر اپنے مرتبے کے
اللہ کے دیکھنے کا ضبط و تحمل حاصل ہوگا۔ حضرت موسیٰ کا یہ سوال گناہ نہ تھا اسلئے کہ اللہ کا نور
نظر آنے کے لائق تھا مگر اولیٰ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ اللہ سے اجازت لیکر سوال کرتے انہوں نے
جو بغیر اجازت سوال کیا یہ ترک اولیٰ تھا اسی سے انہوں نے توبہ کی اسلئے کہ ہر ایک کی خطا اسکے
مرتبہ کی مطابق ہوتی ہے بعض امور جو ابرار کے حق میں منجملہ حسنات ہوتے ہیں وہ مقربین کے
حق میں گناہ سمجھے جاتے ہیں قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِى وَبِكَلَامِى فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝
اللہ نے کہا اے موسیٰ تحقیق میں نے برگزیدہ کیا تجھکو
آدمیوں پر اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے سو لے جو دیتا ہوں میں تجھکو اور ہو شکر کرنے والا
ف اللہ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ میں نے اس زمانے کے آدمیوں
سب پر میں نے تجھکو بزرگی دی اسلئے کہ اپنی رسالت اور کلام سے تجھکو مخصوص کیا اگرچہ اس زمانہ
میں حضرت ہارون بھی نبی تھے مگر ان کو حضرت موسیٰ کے اتباع کا حکم تھا خود صاحب شریعت
نہ تھے اور کلیم بھی نہ تھے پھر اللہ نے فرمایا کہ لے جو کچھ میں نے تجھکو دیا ہے یعنی توریت اسکو
اور ان نعمتوں کا شکر کر۔ اللہ نے جو حضرت موسیٰ کو آدمیوں پر بزرگی دی یہ بزرگی اسی
زمانے کے آدمیوں پر تھی اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اول سے آخر تک جتنی اولاد آدم کی
سب کے سردار ہیں اسی واسطے اللہ نے انکو خاتم الانبیا بنایا اور انکی شریعت قیامت تک

باقی رکوع وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً
وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور لکھدی ہمنے موسے کے لیے الواح مین ہر طرح کی
نصیحت اور ہر شے کی تفصیل ف ابن کثیر نے کہا ہے کہ الواح سے جواہر کی تختیان
مراد ہین بعض کا قول ہے کہ اُسپر توریت لکھی ہوئی تہی یعنی ہر طرح کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل تہی اور
بعض کا قول ہے کہ ان تختیون پر جو کچھ لکھا گیا تہا وہ توریت سے علاوہ تہا اور یہ تختیان توریت
سے پہلے حضرت موسے کو دی گئین تہین۔ بغوی نے کہا ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ
تختیان دس تہین یا سات تہین اور زبرجد کی تہین یا یاقوت سرخ کی تہین یا کسی چکنے پتہر کی تہین جسکو اللہ نے
ایسا نرم کر دیا تہا کہ حضرت موسے نے اسکو اپنے ہاتہ سے کاٹ کر تختیان بنائین بہرحال حضرت
موسے نے جو سوال اللہ کے دیکہنے کا کیا تہا اگرچہ اس سے منع کر دئے گئے مگر اسکے بدلے
اللہ نے یہ الواح انکو عنایت کین۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ قرآن سے یہ ثابت نہین ہوا کہ وہ
تختیان کیسی تہین اور کیونکر ان پر لکہا گیا پس ان مین سے کوئی بات اگر کسی دلیل قوی سے معلوم
ہوئی تو ماننا چاہیے ورنہ اسمین سکوت چاہیے فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ
قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا پس پکڑ اُسکو مضبوط اور اپنی قوم کو حکم کر کہ اسکی
اچہی باتون کو پکڑ لین ف یعنی اے موسے ان الواح کے مطالب کو مضبوط پکڑ لے
یعنی اُن پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرے اور اپنی قوم کو بہی حکم کر کہ اسکی اچہی باتون پر عمل کرین۔
چونکہ احکام دو قسم کے ہوتے ہین ایک امر اور دوسرے نہی تو اچہی باتین اُن کامون کو جن کے
ادا کرنے کا حکم ہے اللہ نے احسن کہا اور فرمایا کہ جو کام احسن یعنی مذکور ہین اُنپر عمل کرین اور اسی
یہ اشارہ ہو گیا کہ جن کامون کی ممانعت ہے اور وہ برے ہین اُن کو چہوڑ دین سَأُورِيكُمْ
دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ قریب ہے کہ دکہاؤنگا تمکو گہر نافرمانون کا ف یعنی

قیامت کے روز تم دیکھ لوگے کہ فاسقوں کو کیسا برا ٹھکانا ملا ہے تم کو چاہئے کہ فاسق نہ ہو اور اللہ کے
حکم کی اطاعت کرو بعض کا قول یہ ہے کہ دار الفاسقین سے اُن فاسقوں کا ملک مراد ہے جو ملک
شام میں تھے اب اللہ وہ ملک بنی اسرائیل کو عطا فرما دے گا بعض کا قول ہے کہ فاسقین سے
وہ پچھلی امتیں مراد ہیں جو نافرمانی کی وجہ سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئیں جیسے قوم عاد و ثمود وغیرہ
اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں اُن کے ملک دکھاؤں گا کہ اُن کا انجام کیا ہوا تاکہ تم کو اس سے عبرت
حاصل ہو بعض کا قول یہ ہی ہے کہ دار الفاسقین سے فرعون اور اُسکے قوم کے قصر و ایوان مراد ہیں
جو مصر میں ٹوٹے پھوٹے پڑے تھے مگر یہ مراد صحیح نہیں اسلئے کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد پھر اُسکے
دیکھنے کا موقع نہیں ملا سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط البتہ پھیر دونگا میں اپنی نشانیوں سے اُنکو
جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق کے ساتھ ف یعنی اُس چیز پر تکبر کرتے ہیں جو حق نہیں
اور اس سے اُنکا دین باطل مراد ہے تکبر کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اپنی رائے کو
سب کی رائے پر غالب سمجھنا اللہ نے کافروں کی صفت یہ بتائی کہ ناحق پر تکبر کرتے ہیں اس سے
یہ معلوم ہو گیا کہ حق پر تکبر کرنا جائز ہے اسلئے کہ جو شخص دین حق پر ہو اُسکو یہ جائز ہے کہ وہ اور دین کے
دین سے اپنے دین کو اچھا سمجھے ۔ اللہ یہ فرماتا ہے کہ جو لوگ دین ناحق پر ایسے مغرور ہیں کہ وہ اللہ
کی اُن نشانیوں پر غور نہیں کرتے جو تمام جہان میں پھیلی ہوئی ہیں اُنکو اللہ نے حق کے سمجھنے سے
روک دیا ہے اور ناحق پر تکبر کرنے کی وجہ سے وہ جہل مرکب میں گرفتار ہوتے ہیں اللہ اُن کے
دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور یہی مذہب اہلسنت کا ہے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا اللہ کا کام ہے جو
لوگ حق کو سمجھنے کا قصد نہیں کرتے اُنکے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور اُن کی گمراہی اللہ بڑھا دیتا ہے
اور جن میں اللہ نے حق کے قبول کرنے کا مادہ پیدا کیا ہے اُن کو نشانیوں پر غور کرنے اور دلائل

حق کو سمجھنے کی طرف توجہ ہوتی ہے یہ مضمون قرآن کی اور بہت سی آیتوں میں بھی تصریح کے ساتھ مذکور ہیں
بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ سرکشوں کو انبیا کے معجزات پر
غالب نہیں آنے دیتا جو لوگ معجزات انبیا کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے فرعون نے کی
تو انکو اللہ معجزات پر غالب آنے سے پھیر دیتا ہے اور عاجز اور ذلیل بنا دیتا ہے اس قول کی
بموجب اللہ کی نشانیوں سے انبیا کے معجزات مراد ہیں وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ
لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ
سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ
اور اگر دیکھیں سب نشانیاں ایمان نہ لاویں اُس پر اور اگر دیکھیں بھلائی کا طریقہ تو نہ بناویں اُسکو
رستا اور اگر دیکھیں گمراہی کا طریقہ بنالیویں اُسکو رستا ف یعنی اُن کے دل پر ایسی مہر
لگ جاتی ہے کہ حق کی کسی نشانی پر ایمان نہیں لاتے اور ہدایت کا طریقہ اُن کے
سامنے پیش ہو تو اُسکو نہ اختیار کریں اور گمراہی کے طریقے کو اختیار کرلیں یعنی اُن کی طبیعت میں
ایسا عناد اور تعصب اور کجی ہے کہ حق اُن کی سمجھ میں نہیں آتا اور گمراہی کو خوب قبول کرتے ہیں جب
لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگا دیتا ہے اور اپنی نشانیوں پر غور کرنے سے اُن کے دلوں کو
پھیر دیتا ہے تو اُنکی یہی حالت ہو جاتی ہے ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَ
كَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ط یہ اس سبب سے ہے کہ وہ تکذیب کرتے ہیں
ہماری نشانیوں کی اور ہیں اُن سے غافل ف یعنی حق جو اُن کی سمجھ میں نہیں آتا اس کی
وجہ یہ ہے کہ وہ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اور اُن سے غافل ہیں اگر اللہ کی نشانیوں پر غور
کرتے اور اُن کی تکذیب نہ کرتے تو حق کو سمجھ لیتے حاصل یہ ہوا کہ جب وہ اللہ کی نشانیوں پر غور
نہیں کرتے تو اللہ اُن کو حق کی سمجھ نہیں دیتا وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ

الآخرۃ حبطت اعمالھم ھل یجزون الا ما کانوا یعملون ۝

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور قیامت کے آنے کو سب برباد ہو گئے اُن کے اعمال
نہیں بدلا پاتے مگر انہیں اعمال کا جو وہ کرتے تھے **ف** یعنی جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے
ہیں اور اُن پر غور کر کے اللہ کی قدرت اور وحدانیت کو نہیں سمجھتے اور قیامت کے منکر ہیں اُن کے
اعمال برباد ہو گئے یعنی جو وہ نیکی کرتے ہیں مثلاً صدقہ دیں یا سچ بولیں یہ سب اعمال اُنکے برباد ہوتے ہیں اُن کا
اجر اُنکو نہیں ملتا یہ اعمال کا حبط ہونا اُنکی تکذیب اور انکار قیامت کا بدلا ہے پس یہ سزا اُنکو بے وجہ
نہیں ملی بلکہ اُنکے اعمال کی ہی سزا ہے

واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار ۝

اور بنایا قوم موسیٰ نے اُنکے
پیچھے اپنے زیور سے ایک بچھڑا جو ایک جسم تھا اور اُسکی آواز تھی **ف** جب حضرت موسیٰ
اللہ سے کئے وعدہ کی بموجب کوہ طور پر گئے اور اپنی قوم پر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب
مقرر کر گئے تھے اُس وقت اُن کی قوم نے یہ کیا کہ زیور جو اُن کے پاس تھا اُسکو گلا کر ایک گائے کے
بچے کی صورت بنائی جس میں سے آواز بھی نکلتی تھی مفسرین کا قول ہے کہ بنی اسرائیل نے مصر سے چلتے وقت
قبطیوں سے کچھ زیور مستعار مانگ لیا تھا وہ اُنکے ساتھ تھا اور قبطیوں کے ہلاک ہو جانے کے بعد
وہ اُسکے مالک ہو گئے تھے اُسی زیور سے یہ بچھڑے کی صورت بنا لی گئی بنانے والا ایک شخص سامری تھا
جو بنی اسرائیل کے سرداروں میں سے تھا اور اس فن میں کامل تھا وہ صورت اُسنے اس ترکیب سے
بنائی تھی کہ ہوا اُسمیں جاتی تھی تو اُسمیں سے آواز نکلتی تھی اُس صورت کا بنانے والا اگرچہ فقط سامری
تھا مگر چونکہ تمام قوم اس پر راضی تھی اس لئے اللہ نے اس فعل کی تمام قوم کی طرف نسبت کی مفسرین نے
لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا اکثر بنی اسرائیل اُس بلا میں گرفتار ہو گئے تھے۔ اور بہت
تھوڑے ایسے بھی تھے جو خود اُس بچھڑے کی پوجا نہیں کرتے تھے مگر اوروں کو منع بھی نہیں کرتے تھے

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سامری نے اس مورت کا تماشا دکھا کر تمام قوم سے کہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا یہی ہے اور سب لوگ پرستش کرنے لگے یہ خیال اُن کے دل میں اُسی وقت سے پیدا ہوا تھا جب اُنہوں نے بت پرستوں کی ایک قوم کو بت پوجتے ہوئے دیکھا تھا اور حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسے ان کے معبود ہیں **أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ** کیا نہ دیکھا اُنہوں نے کہ نہ وہ اُن سے باتیں کرتا ہے نہ وہ اُنکو رستا بتاتا ہے معبود بنا لیا اُسکو اور وہ ظلم کرنے والے تھے **ف** اس میں بنی اسرائیل کی جہالت اور حماقت کا بیان کرتا ہے کہ وہ جو اُس بچھڑے کو پوجنے لگے اُنہوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ اس بچھڑے میں تو اتنی قدرت بھی نہیں جو ہر انسان میں ہوتی ہے نہ وہ باتیں کرتا ہے نہ کوئی راستا بتاتا ہے باوجود اسکے اُسکو معبود بنا لیا اور جو مرتبہ اور قدرت میں انسان سے بھی کم ہے اُسکو ہر چیز کا خالق سمجھ لیا اس فعل میں اُنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر اس بیجان بت کو پوجنے لگے اور مستحق عذاب الٰہی کے ہوئے **وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝** اور جب وہ پشیمان ہوئے اور یہ سمجھے کہ وہ گمراہ ہو گئے تھے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہماری مغفرت نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے **ف** تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ اُس وقت کا بیان ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور اُنہوں نے اس حرکت کو دیکھ کر غصہ کیا اُس وقت بنی اسرائیل اس فعل پر نادم ہوئے اور اپنی گمراہی اُن کو معلوم ہوئی اور اللہ سے توبہ کی **وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي** اور جب لوٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف

غصہ مین افسوس کرتے ہوسے کہا برا ہے جو کچھ کیا تمنے میرے پیچھے ف بیضاوی نے یہی
ترجمہ کیا ہے اور اس صورت مین یہ خطاب تمام بنی اسرائیل سے ہوگا جو گوسالہ پرستی مین مبتلا ہوے
[خلفتمونی] کا دوسرا ترجمہ بیضاوی نے یون کیا ہے کہ بری جانشینی کی تمنے میرے پیچھے اور اس
صورت مین یہ خطاب حضرت ہارون سے اور بعض مومنین سے ہوگا جو گوسالہ پرستی سے محفوظ رہے چونکہ
حضرت موسیٰ وہین سے غصہ کی حالت مین آے اسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے اُن کو اس حالت سے بذریعہ
وحی کے مطلع کر دیا تھا چنانچہ سورۂ طٰہٰ مین اسکا ذکر ہے اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى
الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ کیا جلدی کی تمنے اپنے
رب کے حکم سے اور رکھدین تختیان اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچتا تھا اسکو اپنی طرف ف
بنی اسرائیل گوسالہ پرستی مین مبتلا ہونے کی بڑی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ کوہ طور پر
ایسا حادثہ آیا کہ وہ کوہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تو اُنہون نے یقین کرلیا کہ حضرت موسیٰ جو کوہ طور پر گئے تھے
وہ بھی ہلاک ہوگئے ہونگے اسی وجہ سے وہ بہت خوف ہوکر اور حضرت موسیٰ کا انتظار چھوڑکر گوسالہ پرستی پر
مشغول ہوگئے اور جب حضرت موسیٰ چالیس دن کے بعد آگئے اور قوم کی اس حرکت پر اُنکو حد سے زیادہ
غصہ آیا تو اُنہون نے قوم سے کہا کہ کیا تم نے اللہ کے حکم سے جلدی کی یعنی اللہ کا وعدہ چالیس دن کا
تھا پھر تم نے چالیس دن تک میرا انتظار کیون نہ کیا اور اس سے پہلے میری موت کا گمان کرلیا پھر
حضرت موسیٰ نے توریت کی تختیون کو رکھ دیا تاکہ ہاتھ خالی ہوجاوین اور اپنے بھائی کا سر اور داڑھی پکڑکر
اپنی طرف کو کھینچا حضرت ہارون اگرچہ نبی تھے اور عمر مین بھی تین برس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
بڑے تھے مگر چونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور نائب تھے اس لیے
حضرت موسیٰ کی یہ بزرگی غالب تھی اور اُن کو حضرت ہارون پر غصہ کرنا جائز تھا حضرت موسیٰ کو ہارون
علیہ السلام سے یہ بدگمانی ہوئی کہ اُنہون نے گوسالہ پرستی سے قوم کو منع نہین کیا بلکہ اُن کا قصور

دیکھ سمجھے کہ ان کو اور زیادہ شدت کرنی چاہیے تھی اور قوم سے لڑتے یا جدا ہو جاتے ۔ صاحب تفسیر کبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسٰی نے بطور توہین کے حضرت ہارون کو نہیں کھینچا تھا بلکہ اسلئے کھینچا تھا کہ اُن کو علیحدہ لیجا کر سب حال پوچھیں مگر حضرت ہارون یہ سمجھ گئے کہ یہ غصہ کی حالت میں بطور توہین مجھکو کھینچتے ہیں قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ [ہارون نے] کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالیں پس خوش مت کر میرے حال پر دشمنوں کو اور مت شمار کر مجھکو ظالموں کے گروہ کے ساتھ

ف حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ عذر بیان کیا کہ میں نے ہر چند منع کیا مگر قوم نے نہ مانا اور مجھے کمزور سمجھا اور میرے قتل پر آمادہ ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپکے حقیقی بھائی تھے مگر فقط ماں کا بیٹا اسلئے کہا کہ ماں کی محبت یاد کر کے حضرت موسٰی کو حضرت ہارون کی محبت کا کچھ جوش پیدا ہو حضرت ہارون نے اپنی بے قصوری اور مجبوری اور قوم کی سرکشی بیان کر کے یہ کہا کہ اے میرے بھائی میری توہین کر کے میری حالت پر دشمنوں کو خوش مت کر اور مجھکو اس عتاب میں ظالموں کے ساتھ شامل مت کر قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ [موسٰی نے] کہا اے میرے رب مغفرت کر میری اور میرے بھائی کی اور داخل کر ہم دونوں کو اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم والا ہے سب رحم والوں میں **ف** حضرت ہارون نے جب معذرت کی تو حضرت موسٰی کا غصہ جو اُن پر تھا دور ہوا اور اُنہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میری مغفرت کر یعنی اپنے بھائی پر جو میں نے حد سے زیادہ غصہ کیا اسکو معاف کر اور میرے

بالائی کی مغفرت کر دے اور اپنے منع کرنے کی کوشش میں جو کمی کی ہو اور نقصان کرا ہو ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل کر اور دنیا و مراتب قرب عطا فرما تو سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحم والا ہے یعنی ہم خود اپنی جان پر اتنا رحم نہیں کر سکتے جتنا تو ہم پر کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ بیشک جنہوں نے معبود بنالیا بچھڑے کو پہنچے گی انکو غضب انکے رب کی جانب سے اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم افترا کرنے والوں کو۔

ف ۔ اس سے مقصود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور دنیا میں ذلت ہوگی چنانچہ اللہ نے ان کی توبہ یہ مقرر کی کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں تفصیل اسکی سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے ان کے واسطے غضب اور ذلت یہی اس غضب اور ذلت کی سزا انکو دنیا میں ملی اور آخرت میں انکی توبہ قبول ہوگئی جنہوں نے اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کو قتل کیا پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر مفتری کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ان گوسالہ پرستوں کا افترا یہ تھا کہ انہوں نے گوسالہ کو کہا تھا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا الہ ہے پس جو لوگ دین میں افترا کرتے ہیں دنیا میں انکو غضب اور ذلت نصیب ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کا قول ہے کہ جو شخص دین میں بدعت نکالتا ہے اسکے سر پر ذلت موجود ہوتی ہے اسلئے کہ بدعت نکالنے والا اسکے دین میں افترا کرتا ہے پھر امام مالک نے یہ آیت پڑھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا قول ہے کہ بدعت کی ذلت انکے کاندھوں پر ہوتی ہے اگرچہ وہ خوش خرام خچروں اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوں اور ابوقلابہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے یہی کہا اور یہ آیت وکذلک نجزی المفترین پڑھی سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ جتنے صاحب بدعت ہوتے ہیں سب ذلیل ہوتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ اور جنھون نے گناہ کئے پھر اُن گناہون کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لائے تو بیشک تیرا رب توبہ کے بعد مغفرت کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے ف یعنی جو لوگ کفر مین اور گناہون مین مبتلا ہوتے ہین اور اُسکے بعد توبہ کرتے ہین اور ایمان لاتے ہین تو اُن کے گناہ بخشتا ہے اور اُنپر رحم کرتا ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایسے اعمال اختیار کرتے ہین جو مقتضائے ایمان ہے اور مومنین کی شان ہے یہ مراد اُس صورت مین ہے جو کفر کے سوا اور گناہون سے توبہ کرے اور جب کفر و شرک سے توبہ کرے تو ایمان کے معنی حقیقی مراد ہوسکتے ہین۔ حاصل معنی آیت کا یہ ہے کہ جو گنہگار اول اپنے گناہ کو چھوڑنے کا عہد کرلین اور پھر یہ سمجھ لین کہ اللہ کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہین اللہ گناہون سے ناراض ہوتا ہے اور اطاعت سے راضی ہوتا ہے اور وہی گناہ بخشنے والا ہے تو ایسے لوگون کے اللہ گناہ معاف کرتا ہے اور اُنپر رحم کرتا ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ اور جب فرو ہوا موسیٰ سے غصہ لین تختیان اور اُسکے نسخہ مین ہدایت اور رحمت تھی اُن لوگون کے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہین ف یعنی حضرت موسیٰ کے غضب کا جوش جب کم ہوا تو پھر اُنھون نے توریت کی تختیان اُٹھالین اور اُسمین اُنھی لوگون کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اللہ سے ڈرتے ہین اسلیے کہ جسکے دل مین اللہ کا خوف ہوگا وہی اُسپر عمل کریگا۔ نسخہ کے معنی مکتوب کے ہین مراد یہ ہے کہ اُسکی تحریر مین یعنی اُسکی عبارت مین ہدایت اور رحمت تھی وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدہ کے لئے تو جب پکڑا اُن کو زلزلہ نے تو (موسیٰ نے) کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہلاک کردیتا اُنکو اور مجھکو۔

ف میقات سے وہ جگہ مراد ہے جہاں اسنے حضرت موسیٰ سے وعدہ پورا کیا تھا یعنی
کوہ طور - جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی پر بہت ملامت کی اور وہ نادم ہوئے تو حضرت
موسیٰ نے پھر قصد کیا کہ کوہ طور پر جاکر اللہ سے دعا مانگیں کہ بنی اسرائیل کی توبہ قبول کرے چنانچہ
انہوں نے اس کام کے لئے ستر آدمی اپنے ساتھ لیجانے کے لئے انتخاب کئے یہ ستر آدمی ایسے
تھے کہ گوسالہ پرستی میں مبتلا نہوئے تھے مگر انہیں پہلے چلے رہے اور منع بھی نہیں کیا جب وہ پہاڑ پر گئے
تو وہ ستر آدمی زلزلے کے عذاب میں مبتلا ہوئے گناہ انکا یہی تھا کہ گوسالہ پرستی سے منع کیوں نکیا
اور ناراضی کیوں نظاہر کی جب یہ حالت ہوگئی تو حضرت موسیٰ نے اس عذاب سے ان کے نجات
پانے کی دعا مانگی اور یون کہا کہ اے اللہ تجھکو یہی اختیار تھا کہ ان سب کو اور مجھکو پہلے ہی ہلاک کردیتا یعنی
یہ لوگ جو ہلاک ہوتے ہیں اس سے تو انکے حق میں یہی بہتر تھا کہ جب مصر میں تھے اسی وقت فرعون
کے ہاتھ سے ہلاک ہوجاتے [illegible] ان کے ساتھ مار ڈالا جاتا اسلئے کہ اسوقت مظلومی کی حالت میں
مرکر اجر پاتے اور اب گناہ میں مبتلا ہوکر اسکے عذاب میں ہلاک ہوتے ہیں أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمکو اس
گناہ پر جو کیا ہے بیوقوفوں نے ہم میں سے یہ نہیں ہے مگر آزمایش تیری ف قولہ حضرت
موسیٰ نے انہی سب کی طرف سے کہا چونکہ وہ لوگ خود گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے اس لئے
انکی طرف سے یون کہا کہ اے اللہ تو ہمکو اس گناہ میں ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے نادانوں نے
کیا ہے اور ای اللہ تونے ہی اس امتحان میں انکو مبتلا کیا کہ اس گوسالہ میں آواز پیدا کردی جسکو سنکر
وہ فریفتہ ہوگئے اور دھوکا کھایا تُضِلُّ مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ
گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ف یعنی تو
اپنی آزمایش سے جسکو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ہدایت کرنا اور

گمراہ کرنا تیرا ہی کام ہے جو کچھ ہوتا ہے تیری ہی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے أَنْتَ وَلِيُّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ تو ہمارا
کارساز ہے گناہ بخشی کر ہماری اور رحم کر ہم پر اور توہی بہتر ہے بخشش کرنے والوں میں ف
چونکہ کارساز کا کام یہ ہے کہ برائیوں کو دور کرے اور فائدہ پہونچاوے اس لئے اُنہوں نے
دعا مانگی کہ ہمارے گناہ معاف کر اور ہم پر رحمت کر کیونکہ تو کارساز ہے اور کارسازی کا مقتضا یہی ہے
وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا
هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ اور لکھدے ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں بیشک ہم نے
توبہ کی تیری طرف ف یعنی ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں تو دنیا میں ہم کو نیک کام کی توفیق دے
اور آخرت میں جنت دے قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۚ فرمایا
اللہ نے عذاب میرا پہونچاتا ہوں میں جسے چاہتا ہوں ف حضرت موسیٰ نے جو تمام قوم کی طرف سے
دعا مانگی اُس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ میں جسکو چاہتا ہوں عذاب میں مبتلا کرتا ہوں
یعنی سب چیز میری مخلوق ہیں اور میں مالک ہوں اسکا مجھکو اختیار ہے کہ جسکو چاہوں عذاب میں
مبتلا کروں کوئی مجھپر اعتراض نہیں کر سکتا یہ اسکا جواب ہوگیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ
یہ تیرا ہی امتحان تھا جسمیں سب قوم مبتلا ہوگئی وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ
كُلَّ شَيْءٍ ۚ اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر ف یعنی جتنی مخلوق ہے دنیا میں
سب پر میری رحمت پہونچی ہے دنیا میں جو اللہ کی رحمت اور نعمت ہے اسمیں مومن اور کافر اور بچے
اور بوڑھے اور عاقل اور دیوانے سب برابر ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اللہ کی رحمت کا
بہت بڑا عموم ثابت ہوتا ہے صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ رحمت کے سو حصے ہیں ننانوے اللہ نے اپنے لئے رکھے ہیں اور ایک حصہ مخلوق کو دیا ہے

یہ عموم رحمت بطور مثال کے سمجھایا گیا ہے درحقیقت اللہ کی رحمت ایسی وسیع ہے کہ اسکا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا ابن
کثیر نے لکھا ہے کہ طبری نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسکو
اپنے دین میں داخل کر لیتا ہے اسکو کوئی دنیا سے قیامت کے دن اتنی مغفرت کرے گا کہ ابلیس بھی اس
امید پر ہاتھ بڑھاویگا کہ مجھ کو بھی رحمت حاصل ہو جائے اگر دو ایک [illegible] کرم [illegible] ازلی کو یہ
نصیب ہو ؛ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ تو واجب کر دونگا میں رحمت کو ان کے لئے
جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں **ف** یعنی اگرچہ
ہماری رحمت دنیا میں ہر چیز کو شامل ہے لیکن ہم آخرت میں اپنی رحمت اُن لوگوں کے لئے واجب کر دینگے
جو ان صفات سے موصوف ہونگے — واجب کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ایسے لوگوں پر
آخرت میں ہماری رحمت خاص ہوگی۔ متقی وہ ہیں جو کفر و معاصی سے پرہیز کریں اگرچہ زکوٰۃ دینا بھی تقویٰ میں شامل ہے
مگر اسکا ذکر علیحدہ اسلئے کیا گیا کہ اسکی فضیلت زیادہ ہے اور نفس پر سب سے زیادہ مشکل ہے بعض کا قول
یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ نفس مراد ہے یعنی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا اور اس صورت میں
(يَتَّقُوْنَ) اور (يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ) کے معنی ایک ہو جائینگے اس قول کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت
مکی ہے اور وجوب زکوٰۃ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ (يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ) دونوں قسم کی
زکوٰۃ کو شامل ہے جن لوگوں کو اللہ نے متقی اور زکوٰۃ دینے والا بیان کیا انہیں کی صفت یہ بیان کی
کہ وہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ نے جواب دیا تھا وہ
(وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ) کہنے پر تمام ہو گیا اسکے بعد (فَسَاَكْتُبُهَا) سے جو مضمون ہے وہ اللہ نے اپنی آیت کے
بیان میں اسلئے بڑھا دیا کہ اُن بنی اسرائیل کو سمجھانا منظور تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
موجود تھے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ

یجدونه مکتوبا عندهم فی التوریة والانجیل یامرهم بالمعروف وینههم عن المنکر ویحل لهم الطیبت ویحرم علیهم الخبئث ویضع عنهم اصرهم والاغلل التی کانت علیهم ط جو پیروی کرتے ہین
اُس پیغمبر کی جو نبی امی ہے پاتے ہین اسکو لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل مین حکم کرتا ہے اُنکو نیکی کا
اور منع کرتا ہے اُنکو برائی سے اور حلال کرتا ہے اُنکے لئے پاکیزہ چیزین اور حرام کرتا ہے اُن پر
ناپاک چیزین اور اُتارتا ہے اُن سے اُنکے بوجھ اور طوق جو اُنپر تھے ف نبی امی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مراد ہین۔ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اگرچہ میری رحمت عام ہے مگر اُن لوگون پر بالتخصیص میری رحمت ضرور ہے جو
متقی ہین اور زکوٰۃ دینے والے ہین اور اللہ کی آیتون پر ایمان لانے والے ہین اور جنکی یہ صفات ہین
وہ یہی ہین جو نبی امی کی پیروی کرنے والے ہین اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ یہ سب حضرت موسیٰ سے خطاب ہے
تو راقم الحروف کے نزدیک معنی اسکے یہ ہونگے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے گناہ گوسالہ پرستی کی
مغفرت طلب کی تھی اُسکے جواب مین اللہ نے فرمایا کہ میری رحمت سب پر عام ہے مگر امت محمد سے
خاص ہوگی رحمت عام سے مراد یہ ہے کہ اے موسیٰ تیری دعا قبول کرکے مین اُنکے گناہ معاف کرونگا مگر
شرط یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرین جیسا کہ سورۂ بقر مین مذکور ہوچکا اگرچہ یہ بھی رحمت ہے اسلئے
کہ عذاب اخروی سے نجات ملی مگر اسکے ساتھ دنیا کا عذاب بھی شامل ہے اور امت محمد کے لئے جو
اللہ نے توبہ مقرر کی ہے اُسمین یہ مشکل بھی نہین بلکہ فقط نادم ہوکر گناہ کا چھوڑنا کافی ہے اور یہ رحمت
خاص ہے (مین اس امر کا ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہون کہ یہ تاویل مین نے صرف اپنی رائے سے
لکھی ہے کسی اور تفسیر مین نہین دیکھی پس اگر اس تاویل مین کوئی غلطی ہو تو وہ میری غلطی ہے) رسول کے
معنی ہین اللہ کا بھیجا ہوا۔ نبی کے معنی ہین اللہ کے احکام کی خبر دینے والا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اول اللہ نے رسول کہا اسلئے کہ اُسکی نسبت اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا رسول ہے پھر نبی کہا اسلئے کہ اُسکی نسبت
بندون کی طرف ہے یعنی بندون کو احکام الٰہی کی خبر دینے والا پھر اُمّی فرمایا اُمّی اُسکو کہتے ہین جسنے ظاہری لکھنا
پڑھنا نہ سیکھا ہو یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ اُنہون نے لکھنا پڑھنا نہین سیکھا تھا اور اللہ نے
جو اُنکو ایسی حالت مین رکھا اسمین یہ مصلحت تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے ہوتے تو
کفار یون سمجھتے کہ قرآن کے مطالب کتب سابقہ مین دیکھ کر لکھ لئے ہین اور جب بے لکھے پڑھے آدمی نے
قرآن پیش کیا تو اُسکی نسبت یہ گمان نہین ہوسکتا۔ دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے
لفظون کو بار بار پڑھتے تھے اور الفاظ وہی ہوتے تھے کچھ تغیر و تبدل نہین ہوتا تھا اور ممکن نہین کہ بے لکھا
پڑھا آدمی جو تقریر زبانی ایک مرتبہ بیان کرے اُسکو دوبارہ بغیر تغیر الفاظ کے بیان کر سکے بلکہ جب ایک مضمون کو
دوبارہ بیان کریگا پہلے الفاظ ضرور بدل جائینگے البتہ لکھا پڑھا آدمی یہ کر سکتا ہے کہ لکھکر یاد کر لے پس باوجود
ناخواندہ ہونے کے قرآن کی اتنی بڑی عبارت کا بغیر تغیر الفاظ کے بار بار پڑھنا خاص معجزہ رسول کا تھا۔
علما نے لکھا ہے کہ اُمّی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمال تھا اور اُنکے سوا اورون کے لئے
عیب ہے جیسے تکبر کی صفت اللہ کے لئے کمال ہے اور دوسرون کے لئے عیب ہے۔ پھر اللہ نے
نبی امی کی صفت یہ بھی بیان کی وہ یعنی اہل کتاب اُن کی صفت توریت و انجیل مین بھی لکھی ہوئی پاتے ہین
یعنی اُن کی بشارت توریت اور انجیل مین بھی موجود ہین اور اہل کتاب کو پہلے سے معلوم تھا اور وہ پیغمبر
عرب کے منتظر تھے پھر اللہ نے اپنے رسول امی کی یہ صفت بیان کی کہ وہ نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے
منع کرتا ہے چنانچہ رسول نے جتنے کامون کے ادا کرنے کا حکم کیا ہے سب مین خوبیان ظاہر ہین اور جتنے
کامون سے منع کیا ہے اُسکی برائیان بھی کھلی ہوئی ہین پھر رسول امی کی یہ صفت بیان کی کہ وہ پاک چیزون کو
حلال کریگا اور خبیث چیزون کو حرام کریگا اسکے معنی بعض مفسرین نے یہ لئے ہین کہ جو چیزین مفید ہین اُن کو
حلال کریگا علماے مفسرین نے لکھا ہے کہ اسمین شک نہین کہ شریعت مین جن چیزون کا کھانا حرام کیا گیا

وہ بدن انسان کے لیے مضر ہیں اور جو چیزیں حلال کی گئیں ہیں وہ بدن انسان کے لیے نافع ہیں اور بعض کے
نزدیک طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جو بالطبع لذیذ اور خوشگوار ہیں اور خبائث سے وہ چیزیں
مراد ہیں جن سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے مگر اس قاعدے سے وہ لذیذ چیزیں مستثنیٰ ہیں جو خاص
کسی وجہ سے حرام ہو گئیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ نے حلال کی ہیں
اور خبائث سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ نے حرام کی ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ اُن چیزوں کو حلال کرتا
ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اُن چیزوں کو حرام کرتا ہے جو اللہ نے حرام کی ہیں یعنی حلت اور حرمت
اپنی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس میں یہودیوں کا اور مشرکین مکہ کا رد ہو گیا جو اپنی
طرف سے جانوروں کو حلال حرام کر لیا کرتے تھے - پھر اللہ نے نبی امی کی صفت یہ بیان کی کہ وہ اُن کے
بوجھ اور طوق اُتار دیگا جو پہلے سے تھے یعنی دین کو آسان کر دیگا اور جو سختیاں ان شریعت موسوی اور
عیسوی میں تھیں اُن کو موقوف کر دیگا مثلاً اگلی شریعتوں میں یہ حکم تھا کہ اگر کپڑے کو نجاست لگ جاوے تو
جہانتک نجاست کا اثر ہو اتنا کپڑا کاٹ ڈالو اور شریعت محمدی میں یہ حکم ہے کہ پانی سے دھو لینا کافی ہے
بلکہ بعض کا قول تو یہ ہے کہ بدن پر بھی نجاست لگ جاتی تو پہلی شریعتوں میں یہ حکم تھا کہ اتنی کھال کاٹنی
پڑتی تھی - قتل خطا میں بھی قصاص تھا جو اس شریعت میں معاف ہو گیا - توبہ کے واسطے پہلی شریعتوں میں
قتل ہونا شرط تھا اور اس امت میں صرف ندامت کافی ہے - بعض کے نزدیک یہ ہر ایک صفت جدا جدا
ہے اور بعض کا قول ہے کہ توریت وانجیل میں یوں لکھا پاتے ہیں کہ نبی امی کی یہ صفتیں ہوں گی -

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵ پس جو
لوگ (نبی امی) پر ایمان لائے اُنھوں نے اُس نبی کی تعظیم کی اور مدد کی اور اُس روشنی کے تابع ہو
جو اُس نبی امی کے ساتھ اُتری ہے وہی مراد پانے والے ہیں ف نور سے قرآن مراد ہے

لیجاؤنگا (۱۷) تب وے پیچھے ہٹینگے اور نہایت پشیمان ہونگے جو کھودی ہوئی مورتوں کا بھروسہ کرتے ہیں
اور ڈھالے بتوں کو کہتے ہیں تم ہمارے الٰہ ہو (۱۹) اندھا کون ہے مگر میرا بندہ اور کون ایسا بہرا ہے جیسا
میرا رسول جسے میں نے بھیجا کون مسلم کا سا اندھا اور عبد اللہ کا سا اندھا ہے ۔
اس عبارت میں لفظ (اندھا) اور (بہرا) کسی ایسے لفظ کا ترجمہ ہے جو امی کے معنی ظاہر کرتا تھا ۔
یہ ترجمہ مطبوعہ کلکتہ موجود ہے اور بجنسہ اسکی عبارت یہی ہے مگر پادریوں نے جو اور ترجمے چھاپے
تو اس عبارت کو بالکل اڑا دیا ۔
جناب حکیم مولوی سید محمد حسن صاحب امروہوی نے اپنے رسالہ شوکت اسلام میں اسی مقام کا ترجمہ
شاید عربی سے کیا ہے اور وہ نسخہ کتب خانہ کالج اجمیر میں موجود ہے انکے ترجمہ کی عبارت یہ ہے
(۹) اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں (۱۰) خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ
اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور تم جو اسمیں بستے ہو اے بحری ممالک اور انکے باشندو تم زمین پر سراسر اسی کو
مجد کہو (۱۲) بیابان اور اسکی بستیاں قیدار کے آباد دیہات آواز بلند کرینگے سلع کی بستی والے ایک
گیت گائینگے پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکارینگے (۱۳) خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک میں
اسکی ثناخوانی کرینگے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائیگا وہ چلائیگا
ہاں جنگ کے نعرے بلائیگا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا (۱۴) میں بہت مدت سے چپ رہا ہوں میں
خاموش ہو رہا اور آپ کو روکتا رہا پر اب میں اس عورت کی طرح جسے درد زہ ہو چلاؤنگا اور ہانپونگا
اور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لونگا (۱۵) میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالونگا اور ان کے
سبزہ زاروں کو خشک کر دونگا اور انکی ندیاں بستی کے لائق زمین بنا دونگا اور تالابوں کو سکھا دونگا
(۱۶) اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لیجاؤنگا میں انہیں ان راستوں پر جنسے وہ
آگاہ نہیں لیچلونگا میں انکے روبرو تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو میدان کر دونگا میں ان سے

سلہ یہ وہ زمانہ ہے کہ قبل ظہور ... [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] ۱۲

پیدا کر گا اور اُنکو ترک کر دیگا (۱۸) وہ بیٹھے ہیں اور نہایت پشیمان ہوں جو کھو دی ہوئی مورتوں کا
یہ چیز کیسی ہیں اور ہم جاہل ہوئے بتوں کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے اللہ ہو —

(۱۸) سوائے برادہ بنا کوا سے اللہ ہو (۱۹) اندھا کون ہے میرے بندے کی مثل اور کوئی ہے
میرے رسول کی مثال جسے میں بھیجوں گا اندھا کوئی ہے میرے شبیہ والے کی مثال اندھا کوئی ہے
میرے عبداللہ والے کی مثال ۔

یہ دونوں فقرے اگرچہ ایک ہی مقام کے ہیں مگر ان دونوں کی اصلیں مختلف ہیں بہرحال (اندھا)
ترجمہ امی کا دونوں میں موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام (عبداللہ) بھی موجود ہے

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰٓ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِۦ يَعْدِلُونَ

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ہے کہ حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں

ف یہ بیان اُن بنی اسرائیل کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مذہب یہود کو
چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ بیان اُن بنی
اسرائیل کا ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھے اور اُنکے بعد میں موسیٰ کی اصلی ہدایت پر قائم رہے تھے اور چونکہ اللہ نے بنی اسرائیل کے کافروں کا
ذکر کیا ہے اُنکے مقابلہ میں ان کا بھی ذکر کیا ان دونوں قولوں کے سوا اس آیت کی تفسیر میں ایک تیسرا قول
نہایت عجیب ہے چنانچہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک خبر عجیب لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ابن جریج سے
روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمکو یہ خبر ملی ہے کہ جب بنی اسرائیل نے انبیا کو قتل کیا اور کافر ہو گئے تو
اُنکے بارہ خاندان تھے ایک خاندان بنی اسرائیل کی ان حرکتوں سے بیزار ہوا اور اُنہوں نے اللہ سے
دعا مانگی کہ اُنکو ان سرکشوں سے جدا کر دے تو اللہ نے اُنکے لیے زمین میں ایک سرنگ کھول دی جو وہ
اس سرنگ کے راستے سے نکل گئے اور ملک چین کے پرے پہونچ گئے صاحب تفسیر کبیر نے اس
روایت پر اعتراض کیا ہے کہ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا

أُمَمًا ط اور تقسیم کیا ہمنے انکو بارہ خاندان مین گروہ گروہ ف یعنی بنی اسرائیل کے ہمنے
بارہ خاندان بنا دیئے تھے یہ بارہ خاندان حضرت یعقوب کے بارہ بیٹون کی اولاد تھی وَأَوْحَيْنَآ
إِلَىٰ مُوسَىٰٓ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُۥٓ أَنِ اضْرِب
بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ج فَانۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
عَيْنًا ط اور وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کی طرف جبکہ پانی مانگا اُس سے اسکی قوم نے کہ مار اپنا
عصا پتھر مین تو جاری ہوگئے اُسمین سے بارہ چشمے ف اس آیت کی مفصل تفسیر البقرہ مین گذر چکی
یہ قصہ اُسوقت کا ہے جب بنی اسرائیل تیہ مین تھے اور پانی میسر نہ تھا تو سب نے حضرت موسیٰ سے
پانی نہ ملنے کی شکایت کی حضرت موسیٰ نے اللہ کی وحی کی بموجب ایک پتھر مین عصا مارا اُسمین سے بارہ چشمے
موافق عدد بارہ خاندانون کے جاری ہوگئے وہ پتھر اُنکے ساتھ رہتا اور بوقت ضرورت عصا مارکر اُس
سے پانی نکال لیتے تھے قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط بیشک جان لیا
ہر گروہ نے اپنے پینے کا پانی ف یعنی بارہ چشمے جاری ہوگئے اور ایک ایک چشمہ ایک ایک
خاندان کے لیے مقرر ہوگیا وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا
عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ط اور سایبان بنادیا ہمنے اُنپر بادل کا اور
اُتارا ہمنے اُنپر من وسلویٰ ف ان سب مضمونون کی تفسیر سورۂ بقر مین گذر چکی من سے
مراد ترنجبین ہے اور سلویٰ کوئی پرندہ جانور تھا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ
مَا رَزَقْنَاكُمْ ط وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ
يَظْلِمُونَ ۝ کھاؤ پاکیزہ چیزون مین سے جو دینا ہمنے تمکو اور نہین ظلم کیا انہون نے
ہمپر اور تھے وہ کہ اپنی جانون پر ظلم کرتے تھے ف یعنی ہمنے من وسلویٰ انکو دیکر حکم کیا کہ
یہ طیبات کھاؤ اور اُسکے سوا اور بھی بہت سی نعمتین دین یعنی پتھر سے پانی جاری ہو جاتا تھا انکو

ہوجاتی تھی اُنکے کپڑے کبھی میلے نہیں ہوتے تھے سر پر بادل کا سائبان تہا تاکہ دہوپ کی تکلیف نہو یہ سب واقعات تیہ کے ہیں مگر ان تمام نعمتوں کا بنی اسرائیل نے شکر ادا نہ کیا بلکہ ناشکری کی اور اُن کی ناشکری سے کوئی مضرت ہمکو نہیں پہونچی بلکہ وہی مستحق عذاب بنے **وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝** اور جبکہ کہا ہمنے سکونت کرو اس گانوں میں اور اُسمیں سے کہاؤ جہاں چاہو اور کہو استغفار اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے تو بخشدینگے ہم تمہاری خطائیں زیادہ کردینگے ہم نیکیوں کو

ف یہ قصہ اُسوقت کا ہے کہ جب بنی اسرائیل چالیس برس تک میدان تیہ میں سرگردان رہ چکے اُسکے بعد اون کو حکم بیت المقدس میں جانیکا ہوا قریب ہو مرہلاکہ کے نزدیک بیت المقدس ہی وہان قوم عمالقہ تہے اُنپر جہاد کرنے کا حکم ہوا تہا اور اللہ نے یہ بھی حکم کیا کہ جب اُنپر فتح پاکر بیت المقدس کے دروازہ میں داخل ہو تو اسکی فتح کے شکر میں سجدہ کرو اور گناہوں کی مغفرت مانگو ہم تمہارے گناہ بخشدینگے اور جو لوگ نیکی کرنے والے ہیں اُنکے اجر بڑہا دینگے یعنی ایک نیکی کے بدلے بہت سی نیکیوں کا ثواب دینگے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہی یہی عادت تھی کہ فتح کے بعد اُسکے شکر میں خشوع و خضوع آپ کا بہت بڑہ جاتا تھا اور نوافل بھی پڑہا کرتے تہے چنانچہ فتح بدر کے بعد جب مدینہ میں داخل ہوے تو غسل فرماکر آپ نے آٹھ رکعت نوافل پڑہے تھے جسکو بعض نے صلوٰۃ ضحیٰ سمجھا ہے اور بعض صلوٰۃ فتح کہتے ہیں اور سورۂ اِذَا جَآءَ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے فتح مکہ کے بعد تسبیح اور استغفار کا حکم کیا اسی طرح بنی اسرائیل کو یہ حکم ہوا تہا کہ فتح کے بعد بیت المقدس کے دروازہ میں داخل ہو تو شکر کا سجدہ کرو اور گناہوں سے مغفرت مانگو ——

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

تو بدل ڈالا اُنہون نے جو اُنمین ظالم تھے (اس حکم کو) اُس قول سے جو مخالف تھا اُس بات کے جو اُنسے کہی گئی تھی تو بھیجا ہمنے اُنپر عذاب آسمان سے بعوض اُن ظلمون کے جو وہ کرتے تھے **ف** یعنی اُنکو تو یہہ حکم ہوا تھا کہ اس فتح کی خوشی مین سجدہ کرو اور مغفرت کی دعا مانگو مگر اُنہون نے ذکر اور دعا مغفرت کو چھوڑ کر دنیا کی چیزین مانگین اور اللہ نے جو عبادت اور دعاے مغفرت کا حکم کیا تھا اُسکی تعمیل نہ کی اور اللہ نے جو مغفرت اور اجر کا وعدہ کیا تھا اُسکی اُنہین کچھ بھی قدر نہوئی اور ثواب آخرت کی ذرا پروا نہ کی بلکہ بجاے حطہ کی حنطہ کہا یعنی ذخیرہ کے واسطے گیہون طلب کرنے لگے اور اللہ کی رزاقی پر اعتقاد نہ کیا جو اُس جنگل مین ہر روز اُن کو من و سلوی دیتا تھا۔ اس نافرمانی اور ناشکری کی وجہ سے ہمنے اُنپر آسمان سے عذاب نازل کیا یعنی اُنپر ایسی وبا آئی کہ ایک ساعت مین ستر ہزار مر گئے

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ

اور پوچھ اُنسے اُس بستی کا حال جو دریا کے کنارہ پر تھی جبکہ وہ نافرمانی کرتے تھے ہفتہ کے حکم مین جبکہ آجاتی تھین اُنکے پاس مچھلیان اُن کے ہفتہ کے دن تیرتی ہوئی اور جس دن کہ ہفتہ نہین ہوتا تھا تو مچھلیان اُن مین نہین آتی تھین **ف** اب اللہ اپنے پیغمبر کو حکم کرتا ہے کہ تم اہل کتاب سے اُن بنی اسرائیل کا حال پوچھو جو سمندر کے کنارہ رہتے تھے اور اللہ نے اُن کو سنیچر کے دن کی تعظیم کا حکم کیا تھا کہ اُس دن شکار مت کھیلو مگر اُنہون نے جب دیکھا کہ ہفتہ کے دن مچھلیان اوپر تیرتی پھرتی تھین اور ہفتہ کے سوا اور کسی دن نہین آتین تو اُنہون نے اللہ کے اس حکم مین نافرمانی کی یہہ قصہ داؤد علیہ السلام کے

زمانہ میں ہوا تھا اُس بستی کا نام ایلہ تھا جو سمندر کے کنارہ پر تھی مفصل تفسیر اسکی سورۂ بقر میں گذر چکی ہے
حکم ہوا کہ اہل کتاب سے یہ قصہ پوچھو اس سے مقصود یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ بات یاد آجاوے کہ
جسطرح اُن لوگوں پر سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا اور وہ مسخ ہو کر بندر ہو گئے
اسی طرح اب جو وہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور دین اسلام قبول نہیں کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
صفات جو توریت اور انجیل میں مذکور ہیں اُنکو چھپاتے ہیں کہیں اس سرکشی اور نافرمانی کے
وبال میں اُن پر عذاب نازل نہو **كَذٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ**
اسی طرح اُنکا امتحان کرتے تھے ہم اُن کے فسق کی وجہ سے **ف** وہ لوگ پہلے سے
فاسق تھے اور سنیچر کے دن شکار کرنے کے سوا اور نافرمانیوں میں پہلے سے مبتلا تھے اس فسق کی
اللہ نے اُنکو ایسے سخت امتحان میں مبتلا کیا کہ ہفتہ کے روز شکار سے منع کیا اور اسی دن مچھلیاں پانی
کے اوپر تیرنے لگتیں اور ہفتہ کے سوا اور دن نظر نہیں آتی تھیں یہ سخت امتحان اُنکے فسق کی
وجہ سے ہوا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے اللہ اُسکے لئے دین و دنیا کے
آسانی کرتا ہے اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اُسکو دین و دنیا میں سخت امتحان میں مبتلا
کرتا ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک لفظ (كَذٰلِكَ) پہلی آیت سے متعلق ہے یعنی (وَيَوْمَ لَا
يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذٰلِكَ) یعنی جس دن ہفتہ نہیں ہوتا تھا تو اسطرح مچھلیاں نہیں آتی تھیں۔
**وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ
مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا** اور جبکہ کہا
ایک گروہ نے اُن میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو اللہ اُنکو ہلاک کرنے والا ہے
یا سخت عذاب دینے والا ہے **ف** بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت اُس قوم کے
تین گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ اس نافرمانی میں مبتلا ہوا تھا۔ دوسرا گروہ اللہ کی اطاعت کرتا تھا

سکوت کیا نہ بہلائی کی نہ برائی اونکی حالت سے بہی سکوت رہا - با اینہمہ ائمہ مفسرین مین اختلاف ہے کہ
اوس درمیانی فریق کا جو ساکت رہا تہا کیا حالت ہوئی وہ بہی عذاب مین مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے یا عذاب سے بچ گئے
ابن کثیر نے لکہا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی ہے کہ وہ بستی ایلہ تہی جو
مصر اور مدینہ کے درمیان مین سمندر کے کنارہ پر واقع تہی اللہ نے اونپر ہفتہ کے دن مچہلیان پکڑنا حرام کیا تہا -
اور اوسی دن مچہلیان کثرت سے خود بخود کنارہ پر آجاتی تہین اور جب وہ دن گذر جاتا تو پہر مچہلیان اونکے قابو مین نہین
آتی تہین ایک مدت تک یہی حالت رہی پہر کچہہ لوگون نے ہفتہ کے دن مچہلیان پکڑنا شروع کین ایک فریق نے اس
نافرمانی سے منع کیا اور کہا کہ ہفتہ کے دن مچہلیان مت پکڑو اس دن اللہ نے شکار حرام کر دیا ہے مگر وہ لوگ
نہ مانا بلکہ نصیحت سے اونکی سرکشی اور بڑہ گئی - ایک مدت تک یہی حالت رہی پہر ناصحین مین بعض نے نصیحت بند کی
اور دوسرے نصیحت کرنے والون سے کہا کہ ان نافرمانون کی تقدیر مین عذاب ہی مقرر ہو چکا ہے یہ ہرگز نہ مانین گے
انکو نصیحت بیسود ہے اس فریق کو بہ نسبت اوس فریق کے جنہون نے نصیحت جاری رکہی تہی اون نافرمانون پر زیادہ
غصہ تہا اور اوسی غصہ کے جوش مین سخت بیزار ہو کر انہون نے نصیحت بند کی اور دوسرون سے بہی نصیحت کرنے کو
منع کیا دوسرے فریق نے جو نصیحت پر قائم تہے یہ جواب دیا کہ ہم اس لئے نصیحت کرتے ہین کہ امر معروف مین
کمی کرنے کا ہم سے مواخذہ نہو اور شاید اللہ ان کو توبہ نصیب کرے - یہ دونون فریق ناصحین مین سے تہے اور جب اللہ
کا عذاب آیا تو ان دونون فریقون نے نجات پائی اور فقط وہ فریق عذاب مین مبتلا ہوا جو مرتکب نافرمانی کا تہا - اسیر
ابن کثیر نے لکہا ہے کہ حماد بن زید نے بواسطہ داود بن حسین روایت کی ہے کہ عکرمہ یہ کہتے تہے کہ ابن عباس کا اول یہ قول تہا
کہ مجہے معلوم نہین کہ جو فریق نصیحت سے منع کرتا تہا اوس نے نجات پائی یا نہین - مدت تک وہ اسی قول پر قائم
رہے آخر مین نے اونکو سمجہا دیا کہ اوس فریق نے نجات پائی تو اس کے انعام مین مجہکو انہون نے ایک حلہ عنایت کیا
پہر ابن کثیر نے لکہا ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابن جریج کے عکرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ کہتے تہے کہ ایک
روز مین ابن عباس کے پاس گیا قرآن اونکی گود مین تہا اور وہ رو رہے تہے - اس حالت کو دیکہکر دل تو مین نے

اونکے پاس جانے میں تامل کیا پھر جب دیکھا کہ اونکی یہی حالت رہی تو آخر میں اونکے پاس گیا تو میں نے پوچھا کہ
اللہ مجھکو آپ پر فدا بنا دے آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے تو ابن عباس نے کہا یہ ورق مجھکو رلاتے ہیں۔ وہ
ورق سورۂ اعراف کے تھے۔ پھر ابن عباسؓ نے پوچھا کہ تو ایلہ کو جانتا ہے میں نے کہا ہاں جانتا ہوں تو
ابن عباس نے کہا کہ اوسمیں یہود کا ایک گروہ تھا اور ہفتہ کے دن مچھلیاں آتی تھیں اور اونکا شکار آسان
ہوتا تھا اور دن نہ آتی تھیں یا بڑی محنت اور مشقت سے پکڑی جاتی تھیں۔ ایک مدت تک یہی حالت رہی۔
پھر شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کے کھانے سے منع کیا ہے پکڑنے سے منع نہیں
کیا۔ چنانچہ ایک گروہ نے یہ رائے ٹھیرائی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑو اور دوسرے دن کھاؤ۔ دوسرے
گروہ نے کہا کہ جسطرح ہفتہ کے دن کھانا منع ہے اسی طرح پکڑنا اور شکار کرنا بھی منع ہے یہی اختلاف تھا کہ جمعہ کا دن
گذر گیا ہفتے کی صبح کو ایک گروہ مع اپنے بیوی لڑکوں کے اور بچوں کے شکار کے لئے پہونچا دوسرا گروہ جو باقی تھا اون سے
جدا ہوکر دائیں طرف چلا گیا۔ اور تیسرا گروہ اون سے جدا ہوکر بائیں طرف چلا گیا۔ اور ساکت رہا۔ جو گروہ دائیں
طرف چلا گیا تھا اوس نے کہا کہ ایسا کام کیوں کرتے ہو جس سے اللہ کا عذاب نازل ہو۔ جو لوگ بائیں طرف تھے
اونہوں نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کریگا یا عذاب شدید میں مبتلا کریگا
اس کے جواب میں دائیں طرف کے گروہ نے کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری نصیحت مان لینگے اور شکار سے باز رہینگے
تو بہت اچھا ہے اسلئے کہ عذاب سے بچ جاوینگے اور اگر نہ مانینگے تو ہماری نصیحت اللہ کے سامنے
ہماری طرف سے عذر ہو جاویگی۔ پھر دائیں طرف کے گروہ نے شکار کھیلنے والے نافرمانوں سے کہا کہ اے
خدا کے دشمنو آج رات ہی تم پر عذاب نازل ہوگا اور صبح تک زمین میں دھنس جاؤگے یا کہیں پتھر برسینگے
یا کوئی اور عذاب آویگا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو وہ شکار کھیلنے والے بندر ہوگئے وہ اپنے قرابت داروں کے
پاس جاتے تھے اور اون کے قرابت والے اونکو نہیں پہچانتے تھے۔ لیکن وہ اونکے کپڑے سونگھتے تھے
اور روتے تھے۔ اور جب آج قریب اون سے کہا تھا کہ ہمنے تو پہلے ہی منع کیا تھا تو وہ

کہ اُنکے جسم بندر کی صورت کے نہین بنے تھے بلکہ دل مسخ ہوگئے تھے اور اُن کا بندر ہو جانا اللہ نے
بطور مثال کے بیان کیا ہے جیسے اللہ نے اہل کتاب کو گدھے سے تشبیہ دی ہے اور یون فرمایا ہے
کمثل الحمار یحمل اسفارا ۔ اس قول کی بموجب مسخ باطنی ہوا تھا ظاہری نہین ہوا تھا ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ یہ قول غریب ہے اور خلاف ظاہر ہے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ مجاہد نے جو یہ کہا کہ اُنکے دل مسخ
ہوگئے تھے اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ نے اُن کے دلون پر مُہر لگا دی تھی اور وہ حق کے سمجھنے کے
لائق نہین رہے تھے جیسے بندر مین سمجھنے کی لیاقت نہین ہوتی پھر اسی تفسیر مین یہ بھی لکھا ہے کہ
اگرچہ مسخ باطنی مراد لینا بہت بعید نہین اسلئے کہ جو شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی ظاہر اور کھلی ہوئی بات کو
نہین سمجھتا اُسکو عرف مین گدھا اور بندر کہا کرتے ہین اور اس وجہ سے یہ معنی بھی مطابق عرف کے ہین اور
اسکے ماننے مین کوئی قباحت لازم نہین آتی مگر جب مسخ ظاہری بھی اللہ کی قدرت کے مقابلے
مین ممکن ہے محال نہین پھر ہمکو ایسی تاویل خلاف ظاہر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے وَاِذْ
تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اور جبکہ خبر دی تیرے رب نے
کہ البتہ مسلط کرتا رہیگا ان پر قیامت تک اس شخص کو جو پہونچا دے گا انہین سخت عذاب ف
مراد اس سے یہودی ہین جنہون نے دین کو بدل دیا اور سرکشی اور نافرمانی کی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی اپنی گمراہی پر قائم رہے اور ایمان نہ لائے اور اُن مین
جو مسلمان ہوگئے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہین اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت تک وہ ذلیل رہینگے
اور ہمیشہ اُن پر کوئی ایسا زبردست مسلط ہوگا جو انکو سخت تکلیف پہونچاتا رہیگا چنانچہ جب یہود کی حالت
دیکھی جاتی ہے تو اللہ کی اس خبر کی بیشک تصدیق ہوتی ہے کبھی اُنکو سلطنت کسی ملک کی نصیب
نہین ہوئی ہمیشہ زیر دست بادشاہون کے رہے ۔۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ خود حضرت موسےٰ

علیہ السلام نے اون پر جزیہ مقرر کیا تہا جو سات برس تک یا تیرہ برس تک لیا اور سب سے پہلے جزیہ کا
طریقہ انہین کی ایجاد ہے پہر یونانی اور کسرانی اور کلدانی بادشاہ انکو سخت مجبور کرتے رہے
تمام انکے ملک کو غارت کیا اور انکے جوانون کو قتل کیا عورتون بچون کو قید کر لیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا
چنانچہ اسوقت سے مجوس کو جزیہ دیتے تہے اور یہ جزیہ زمانہ اسلام تک وہ مجوس کو دیتے رہے
پہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بہی جب انہون نے ہدایت قبول نہ کی تو ایک قبیلہ بالکل
قتل کیا گیا دوسرا جلاوطن ہوا اور جزیہ مقرر ہوا اسکے بعد بہی اسوقت تک ان کو کوئی شوکت اور قوت
نصیب نہین ہوئی نہ انکا کوئی خاص ملک ہے ہمارے زمانہ مین شاہ روس نے انکو سخت مصیبت
مین مبتلا کیا کئی لاکہ یہودی ملک روس سے جلاوطن کرد‌یے اور جو اس ملک مین باقی ہین وہ بہی بڑا
مشکلون مین مبتلا ہین اور جو وہان سے نکالے گئے ہین ان کو اور ملک والے بہی قبول نہین کرتے
بلکہ بلاے عظیم سمجہتے ہین بس روس مین جو آفت یہودیون پر آج کل آئی ہے یہی قرآن کی خبر تہی ہونی
اور قیامت تک وہ ہمیشہ اسی ذلت مین رہینگے اور آخر مین یہودی دجال کے ساتہ ہونگے اور
مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتہ ہوکر ان کو قتل کرینگے بس یہ خبر منجملہ اخبار غیب کے ہے
اور مطابق واقع ہونے کے سبب سے حقیت قرآن کی دلیل ہے إِنَّ رَبَّكَ
لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ
بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے تفسیر
یعنی اللہ جلد عذاب کرنے والا ہے چنانچہ یہودیون کو یوم آخرت سے پہلے دنیا مین بہی ذلت کے
عذاب مین مبتلا کردیا اور ہمیشہ اسی طرح کوئی نہ کوئی بادشاہ ان پر مسلط ہوتا رہتا ہے اور اللہ بخشنے والا
رحم کرنے والا ہے اسکی رحمت اور بخشش انکے لئے ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرین اور ایمان لاوین
چنانچہ اہل کتاب مین سے جو مسلمان ہوگئے تہے وہ اس ذلت سے بچ گئے وَقَطَّعْنَاهُمْ

فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ

اور تفرقہ کر دیا ہمنے اُن کو زمین میں گروہ گروہ اُنمیں سے صالحین ہیں اور اُن میں سے اسکے خلاف ہیں ف یعنی یہودیوں کو ہمنے ایک جگہ جمع نہ کیا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے تمام جہان میں پھیلا دیا تاکہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں اور قومی اتفاق سے شوکت نہ حاصل کریں چنانچہ آج تک یہودیوں کا کوئی ایک ملک خاص نہیں بلکہ تھوڑے تھوڑے ہر ملک میں ہیں اور جب ایک ملک والوں پر کوئی آفت آتی ہے تو دوسرے ملک والے کچھ اُسکی مدد نہیں کر سکتے۔ صالحین سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں اور اُنکے بعد ہدایت حق پر قائم تھے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اُن پر ایمان لائے اور زمانہ اسلام میں مسلمان ہو گئے۔ حاصل یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے بعض صالحین تھے بعض غیر صالح۔

وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

اور امتحان کیا ہمنے اُن کا نعمتوں میں اور مصیبتوں میں تاکہ وہ (حق کی طرف) رجوع کریں ف یعنی کبھی یہودیوں کو ہم نعمتیں دیں تاکہ اُسکے شکر میں اللہ کو یاد کریں کبھی مصیبتیں دیں تاکہ اُسکے دور ہونے کے لیے اللہ کی طرف رجوع کریں ہر طرح اُن کو اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیا اور اور کوئی عذر اُنکے لیے باقی نہ چھوڑا مگر وہ نہ سمجھے اور سرکشی سے باز نہ آئے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ

تو قائم ہوئے اُنکے بعد بُرے جانشین کہ وارث ہوئے کتاب کے اور اختیار کرتے ہیں مال اس کمینی دنیا کا اور کہتے ہیں بخشا جاوےگا ہمارے لیے اور اگر آتا ہے مال اُسکی مثل تو لے لیتے ہیں ف یعنی حضرت

موسیٰ کے بعد تو بنی اسرائیل میں بعض اچھے تھے بعض برے مگر انکے بعد برے لوگ کتاب یعنی
توریت کے وارث ہوئے اس سے وہ علمائے یہود مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں تھے انکا حال اللہ نے یون بیان کیا کہ وہ دین کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرتے ہیں
اور رشوت لیکر خلاف کتاب حکم کرتے ہیں اور جب رشوت لیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارے
اس گناہ کو بخشدے گا حالانکہ اس گناہ کو چھوڑتے نہیں جب دوبارہ اسیقدر دنیا کا مال اون کو
رشوت میں پیش کیا جاتا ہے تو پھر قبول کر لیتے ہیں یعنی کبیرہ گناہ پہ انکو اصرار ہے توبہ نہیں
کرتے تھے اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا گناہ بخشا جائیگا مسلمانون کا یہ قول ہے
کہ مرتکب کبیرہ اگر بے توبہ مرجائے تو اللہ کو اختیار ہے کہ چاہے بخشے چاہے عذاب کرے مگر
یہود تو نہیں کرتے تھے اور اپنے گناہون کی مغفرت کا یقین رکھتے تھے اور پھر رشوت لینے کو
تیار تھے أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا
يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ
کیا نہیں لیا گیا انپر عہد کتاب میں کہ نہ کہیں اللہ پر مگر حق اور پڑھ لیا ہے انہوں نے جو کتاب میں ہے
ف یعنی توریت میں یہ حکم تاکید کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ پر کچھ جھوٹ بات نہ بولو
اور جس چیز کو اللہ نے حلال کہا ہے اسکو حرام مت کہو اور جس چیز کو حرام کہا ہے اسکو
حلال مت کہو اور اس حکم کو علمائے یہود کتاب میں پڑھتے ہیں یا اسپر بھی رشوت لیکر خلاف حق
حکم دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس آیت کے معنی [illegible]
اور مغفرت کا یقین رکھتے ہیں وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ
يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ اور دار آخرت اچھا ہے ان کے لئے
جو پرہیزگار ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ف یعنی جو لوگ دنیا کی طمع میں مبتلا ہوتے ہیں اور

رشوت لیکر خلاف حق حکم کرتے ہیں وہ اپنی آخرت خراب کرتے ہیں حالانکہ اہل تقوی کے لیے آخرت کا
گھر اس دنیا سے بہتر ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے جو دنیا کی طمع میں اپنی آخرت خراب
کرتے ہو ۔ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط
إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝ اور جو لوگ مضبوط پکڑتے ہیں کتاب کو اور
قائم کرتے ہیں نماز کو ہم برباد نہیں کرتے نیکوں کا اجر ف یعنی آخرت کی بھلائی متقیوں کے
لئے ہے اور ان کے لئے ہے جو اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑتے ہیں یعنی اسکے احکام کے
پابند ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم نیکی کرنے والوں کے عمل برباد نہیں
کرتے ضرور ان کی نیکی کا اجر دیتے ہیں اس بیان سے پہلے مضمون کی تاکید ہوگئی۔ اگرچہ احکام
کتاب میں اقامت صلوٰۃ بھی شامل تھی مگر اس کی تخصیص اسلئے کی کہ ایمان کے بعد تمام عبادت میں
نماز کا مرتبہ بڑا ہے وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَّ
ظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ط اور جبکہ اٹھایا ہم نے پہاڑ انکے اوپر گویا کہ وہ چھت تھا
اور جان لیا انہوں نے کہ وہ ان پر گرنے والا ف ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نسائی نے ابن
عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم توریت کے
احکام قبول کر لو تو وہ احکام بنی اسرائیل کو سخت معلوم ہوئے اور انکے قبول کرنے سے
انکار کیا تو اللہ نے پہاڑ کو سائبان کی طرح انکے سر پر پہونچا دیا اسکی تفسیر میں ابن عباس نے
کہا ہے کہ فرشتوں نے پہاڑ کو اٹھا کر انکے سر پر پہونچا دیا مفصل قصہ اس کا سورہ بقرہ میں
گذر چکا خُذُوا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوا مَا فِيهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ط (اور کہا ہم نے) پکڑو جو دیا ہے ہم نے تمکو مضبوط اور یاد رکھو
اسکو جو اس میں ہے تاکہ تم (برائی سے) بچو ف یعنی موسیٰ کے واسطہ سے ہم نے

اُن سے یون کہا کہ ہمنے جو تمکو توریت دی ہے اسکو مضبوط پکڑ لو یعنی اُسکے احکام کی پابندی کا
پکا عہد کرو اور جو کچھ اُسمین ہے اُسکو عمل کرنے کے لئے یاد کر لو تاکہ بُرائیان تم سے چھوٹ جائین
ورنہ یہ پہاڑ تمہارے سر پر گرتا ہے اور اگر تم اس پر عمل کروگے تو برائیان تم سے چھوٹ جائین گی
اور تمہارے سب کام نیک ہو جائینگے **ف** مفسرین نے لکہا ہے کہ بنی اسرائیل نے
یہ حالت دیکھکر احکام توریت کو قبول کر لیا اس لئے پہاڑ اُن پر گرنا ملتوی ہوگیا - اس زمانہ مین
بعض لوگ جو امور خوارق سے انکار کرتے ہین وہ پہاڑ کا زمین سے اُکھڑکر ہوا مین معلق ہو جانا اور
سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سر پر آجانا تسلیم نہین کرتے بلکہ یون کہتے ہین کہ نتق کے معنے
ہلانے کے ہین اور ظلہ کے معنی سایہ ڈالنے والی چیز کے ہین بنی اسرائیل جو خدا کے حکم سے
گئے تھے کوہ طور کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ اُن کے سر پر نہایت اونچا اُٹھا ہوا تھا وہ اسکے
سایہ کے تلے تھے اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ مین تھا جس کے سبب
وہ گمان کرتے تھے کہ اُنکے اوپر گر پڑیگا اس حالت کو خدا تعالیٰ نے سورۂ بقر مین یون کہا
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اور سورۂ اعراف مین یون بیان کیا وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ - اسمین
کوئی عجیب بات نہین -

یہ تفسیر منکرین خوارق کی ہے مگر یہ اُنکی غلط فہمی بلکہ قرآن کی تحریف ہے قرآن کے الفاظ اس معنی کو
ہرگز قبول نہین کرتے بلکہ وہی معنی ثابت ہوتے ہین جو تمام مفسرین نے لکھے ہین اور اس کی
چند وجوہ ہین

اول یہ کہ سورۂ بقر مین اللہ نے یون فرمایا ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اور بلند کیا تمہارے اوپر طور کو
بلندی کوہ طور کو ہمیشہ سے حاصل تھی مگر اللہ نے بصیغۂ فعل بنی اسرائیل سے کہا کہ ہمنے تم پر کوہ طور کو
بلند کیا یہ سیاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بلندی اس دائمی بلندی کے علاوہ تھی جو خاص بنی اسرائیل

کے لئے کی گئی اس لئے کہ صیغہ فعل کسی بات کا نیا نیا ہونا ثابت کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ نتق کے معنی فقط ہلانے کے نہیں بلکہ ہلا کر جدا کرنے یا اکھاڑ کر پھینکنے کے ہیں قاموس اور صحاح وغیرہ کتب لغت اور تفسیر کبیر میں اسکی تحقیق لکھی ہوئی ہے پس سورۂ اعراف میں جو اللہ نے نتقنا فرمایا ہے اسکے اصل معنی موافق لغت کے یہ ہیں کہ زمین سے جدا کرکے اونچا کردیا۔

تیسرے ظلہ کے معنی فقط سایہ دار سایہ ڈالنے والی چیز کے نہیں بلکہ ظلہ اُس چیز کو کہتے ہیں کہ چھت یا سائبان کی طرح سر کے اوپر چھایا ہوا ہو۔ تفسیر کبیر میں ظلہ کی جو مثالیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں سقف بیت یعنی گھر کی چھت سحابہ یعنی بادل۔ جناح حائط یعنی چھجا۔ سید احمد خان نے غلطی سے جناح حائط کے معنی احاطہ کی دیوار کے سمجھ لئے۔ حائط کے معنی دیوار کے ہیں اور نفائس اللغات میں لکھا ہے کہ چھجہ کو عربی میں جناح کہتے ہیں اور فارسی میں باران گیر۔ اور اس صورت میں اصلی معنی آیت کے یہ ہوئے کہ پہاڑ کو اکھیڑ کر اٹھا لیا اُنکے اوپر کردیا جیسے چھت ہوتی ہے۔

چوتھے یہ کہ کوہ طور کا آتش فشاں ہونا ثابت نہیں ہوا فقط اس آیت کے معنی بدلنے کیلئے آتش فشاں فرض کیا گیا ہے۔

پانچویں یہ کہ بالفرض اگر کوہ طور آتش فشاں پہاڑ ہوتا اور اُسوقت آتش فشانی کی وجہ سے اس میں حرکت ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ بنی اسرائیل اُسکے سایہ میں ٹھہر سکتے بلکہ جس پہاڑ کی ایسی حالت ہو اُسکے قریب دور تک کوئی جاندار نہیں جا سکتا۔

چھٹے یہ کہ نزول قرآن کے وقت سے اسوقت تک کسی نے اس آیت کے یہ معنی نہیں بیان کئے جو حضرت نیچری کہتے ہیں پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ تیرہ سو برس سے جتنے صحابہ اور تابعین اور علماء مفسرین گذرے سب غلطی پر تھے اور آج ایک شخص پر اس آیت کے اصلی معنی ظاہر ہوگئے۔ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ

ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝

اور جبکہ نکال تیرے رب نے بنی آدم سے (یعنی) انکی پشتون سے اولاد اُن کی اور گواہ بنایا اُنکو اپنی جانون پر (یہہ کہکر) کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون اُنھون نے کہا کہ ہان تو رب ہے (تاکہ ایسا نہو) کہ تم کہدو قیامت کے دن کہ ہم اس سے بیخبر تھے -

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝

یا تم یون کہدو کہ یہی ہے کہ شرک ہمارے باپ دادا نے پہلے سے کیا تھا اور ہم اُن کی نسل مین اُنکے بعد ہوے (اے اللہ) کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمکو اُس گناہ پر جو بدکارون نے کیا تھا -

ف بیضاوی نے ترجمہ یون کیا ہے کہ بنی آدم کی پشتون سے اُنکی اولاد نکالی -

خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ اخذ سے مراد نکالنا اور موجود کرنا ہے اول مین بنی آدم فرمایا پھر اسکی تفسیر مین من ظہورہم فرمایا اس سے یہہ حاصل ہوا کہ بنی آدم سے اُنکی اولاد کو اسطرح نکالا کہ اُنکی پشتون سے درجہ بدرجہ سب روحین نکالین جو قیامت تک پیدا ہونگی پھر اُن روحون سے اللہ نے یون خطاب کیا کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون انھون نے کہا ہان اے اللہ تو ہمارا رب ہے شہدنا کے معنی ہین (ہم گواہ ہین) اگر یہہ قول اللہ کا سمجھا جاوے تو معنی یہہ ہونگے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم اولاد آدم کے قول پر گواہ ہوگئے اور اس صورت مین [illegible] اور اگر یہہ قول اولاد آدم کا مانا جاوے تو مطلب یہہ ہے کہ بنی آدم نے کہا کہ اے اللہ ہم تیری ربوبیت کی گواہی دیتے ہین اس صورت مین ان تقولوا شہدنا کا یہہ ہوگا اللہ فرماتا ہے کہ یہہ اقرار ہمنے اس لیے لیا کہ قیامت کے دن انکو یہہ عذر نہو کہ اے اللہ ہم تیری ربوبیت سے بیخبر تھے اور یہہ عذر بھی نہ چلے کہ شرک ہمارے باپ دادا نے

ایجاد کیا تھا ہم اُسکے موجد نہ تھے بلکہ فقط مقلد تھے اس عذر کے مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ انہیں اگلی
برائی معلوم ہو گئی تھی اسمیں تقلید کیوں کی آدم کی اولاد آدم کی پشت سے نکلی ہو گی پھر بنی آدم کی ذریت بنی آدم کی
پشت سے نکلی ہوگی مگر آیت میں آدم کا ذکر نہیں اسکی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ بنی آدم سے
مجازاً کل نوع انسان مراد ہے جسمیں آدم بھی شامل ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آدم کے ذکر کی
ضرورت نہ تھی اسلئے کہ بغیر ذکر آدم کے بھی یہ بات ظاہر ہے کہ آدم کی اولاد آدم کی پشت سے
نکلی ہو گی آدم سے لیکر آخر تک تمام اولاد آدم اپنے اپنے باپ کی پشت سے اُسی ترتیب کے
ساتھ نکلی جسطرح دنیا میں پیدا ہوئی **وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝** اور اسی طرح تفصیل کرتے ہیں ہم آیتوں کی اور تاکہ وہ رجوع
کریں **ف** یعنی میثاق الست کی تفصیل جو ہم نے بیان کی اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری عادت
یہ ہے کہ ہر امر کو اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ ہے کہ
شاید عہد میثاق کی خبر سنکر کفر کو چھوڑیں اور حق کی طرف رجوع کریں - اس مقام پر اول یہودیوں کو
وہ باتیں یاد دلائیں جو اُن سے مخصوص تھیں اور پھر عہد میثاق یاد دلایا جس میں یہود اور اُن کے سوا
سب انسان شامل تھے - اس آیت میں دو باتیں ہیں ایک اولاد آدم کا نکالنا دوسرے
اُن سے عہد لینا - پہلی بات یعنی اولاد آدم کو آدم کی پشت سے نکالکر اُنکے سامنے پیش کرنا
بہت سی صحیح حدیثوں میں بھی مذکور ہے بلکہ بعض محدثین نے اس مضمون کے متواتر ہونے کا دعوی
کیا ہے - امام مالک نے موطا میں اور اُنکے سوا اور بہت سے محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت
عمر بن الخطاب سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں نے سنا تھا
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سوال ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر آدم کی پشت پر ہاتھ رکھا اور اُس سے آدم کی ذریت نکالی

پھر اللہ نے کہا کہ ان کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے اُنکے اعمال بھی مطابق عمل اہل
جنت کے ہونگے پھر اللہ نے دوبارہ آدم کی پشت پر ہاتھ رکھا اور اُنکی ذریت نکالی اور کہا کہ ان کو
میں نے نار کے لیے پیدا کیا ہے اُنکے عمل بھی مطابق اہل نار کے ہونگے سائل نے کہا کہ یا رسول اللہ
پھر عمل کرنے سے کیا فائدہ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جس بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے اُسکو
عمل اہل جنت کی توفیق دیتا ہے اور وہ اعمال اہل جنت پر ہی مرتا ہے اور اللہ اُسکو جنت میں
داخل کرتا ہے اور جب کسی بندے کو اللہ نار کے لیے پیدا کرتا ہے تو اُس سے اہل نار کے
کام کراتا ہے پھر وہ اعمال اہل نار پر مرتا ہے اور اللہ اُسکو نار میں داخل کرتا ہے ۔

اور دوسری بات یعنی عہد لینا بھی بعض روایتوں میں مذکور ہے امام احمدؒ وغیرہ بہت سے
محدثوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ نے عرفہ کے دن مقام نعمان میں یہ عہد لیا اور کل اولاد کو آدم کے سامنے ڈالدیا پھر
اُنسے کلام کیا یہ بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ آخر تک پڑھی
اور ابن جریر اور نسائی وغیرہ بہت سے محدثین نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ پڑھکر فرمایا کہ اللہ نے ذریت کو آدم کی پشت
[illegible] کے بالوں میں سے کنگھی نکل آتی ہے پھر اُنسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہا
ان دونوں روایتوں کی سند کے سب طرق کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے ترجیح اسبات کو
دی ہے کہ پہلی روایت میں ابن عباس کا قول ہے اور دوسری میں عبداللہ بن عمر کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان دونوں قولوں کی نسبت صحیح نہیں اسکے علاوہ اور
بہت سے آثار صحابہؓ سے عہد کا مضمون نقل کیا ہے ۔ پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چونکہ عہد کا بیان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اسوجہ سے بعض سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ اس

آیت میں عہد سے اور گواہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ اللہ نے انسان کی فطرت توحید کے مطابق بنائی ہے چنانچہ دین حق کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا اور یہی مضمون صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اُسکے اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ میں نے بندوں کو مائل بحق پیدا کیا ہے مگر شیاطین آکر اُنکو دین سے پھیر لیتے ہیں اور جو چیزیں میں نے اُن پر حلال کیں تھیں اُنپر حرام کر دیتے ہیں۔ ابن جریر نے ایک صحابی سے روایت کی ہے جو بنی سعد میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوات میں شریک ہوا تھا لوگوں نے جب جنگی جوانوں کو قتل کر دیا تو بچوں کو پکڑ لیا یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ کو ناگوار ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ بچوں کو پکڑتے ہیں ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا وہ مشرکین کے بچے نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کے جو اچھے لوگ ہیں وہ بھی مشرکین کی اولاد ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ نہیں ہے کوئی بچہ مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور جب تک اُسکی زبان کھلے اُسی حالت پر رہتا ہے پھر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں حسن بصریؒ نے اس روایت کو ذکر کرکے کہا کہ واللہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُہُوْرِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ الخ اس حدیث کی امام احمدؒ نے بھی روایت کی ہے اس حدیث کے ساتھ جو حسن بصریؒ نے اس آیت کو پڑھا اس سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں جو اللہ نے عہد میثاق کا ذکر کیا ہے اُس سے فطرت مراد ہے حاصل اسکا یہ ہوا کہ اللہ نے جو اولاد آدم کو اُنکی پشت سے نکالا تو اُنکی عقل ایسی بنا دی کہ دلائل ربوبیت کے اُنکی سمجھ میں آگئے اور اُنکی حالت ایسی ہوگئی کہ اگر اُن سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارا

رب کون ہے تو وہ اللہ کو اپنا رب بناتے پس اللہ نے یہہ جو فرمایا کہ ہمنے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہا اور اُنھون نے اُسکے جواب مین بَلٰی کہا اور گواہی دی یہہ در حقیقت اُنکی حالت کی مثال ہے یعنی اُنکی فطرت اللہ نے ایسی بنادی تہی کہ اگر اُنسے اللہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہتا تو وہ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا جواب دیتے پس واقع مین الفاظ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اور قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا کا سوال و جواب نہین ہوا تہا بلکہ یہہ تمثیل اُنکی حالت کی ہے اور یہہ گفتگو زبان مقال سے نہ تہی بلکہ زبان حال سے تہی اور اگرچہ دنیا مین کافرون نے شیطان کے بہکانے اور باپ دادون کی تقلید سے مقتضاے فطرت کو چہوڑا اور شرک مین مبتلا ہوے لیکن مرنے کے بعد پہر اُنکی سمجہہ مقتضاے فطرت کے مطابق ہو جاےگی پس یہہ جو اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے اسواسطے اپنی ربوبیت کا عہد اُنسے لیا کہ قیامت کے دن اُن پر حجت ہو اور کوئی عذر اُنکا مقبول نہو اسکا یہی مطلب ہے کہ قیامت کے دن اُنکی فطرت اُن پر حجت ہوگی اور چونکہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار اصل فطرت مین ڈالا گیا تہا اسلئے یہہ عذر مقبول نہوگا کہ ہم بیخبر تہے یا ہم نے باپ دادا کی تقلید کی تہی —

اگرچہ ابن کثیر نے مفسرین سلف و خلف کا قول بہی لکہا کہ عہد میثاق سے فطرت مراد ہے اور حسن بصری کی طرف بہی اس قول کو منسوب کیا اور اکثر متاخرین نے بہی یہی قول اختیار کیا ہے اور بہت سے شکوک اور شبہات سے بہی اس قول مین سلامتی ہے مگر اسمین شک نہین کہ اسمین آیت قرآنی کی ایسی تاویل کرنا پڑتی ہے جو خلاف ظاہر ہے - اکثر محدثین کا قول یہی ہے کہ فی الواقع عہد مقالی ہوا تہا چنانچہ ابن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کے اقوال پہلے مذکور ہو چکے ہین قولون کو بعض راویون نے مرفوع حدیث بتایا ہے فتح البیان مین ابن انباری کا یہہ قول نقل کیا ہے کہ صحابہ اور اکابر اہل علم کا اس آیت کی تفسیر مین یہہ قول ہے کہ اللہ نے آدم اور بنی آدم کی پشت سے سب انسانون کو نکالا اُنکے جسم چیونٹیون کی برابر تہے اُنکو عقل اور گویائی دی اور اُنھون نے

الست بربکم کے جواب میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا اگرچہ کہ اسوقت سے دنیا میں پیدا
ہونے کے وقت تک بہت سی حالتیں بدلیں اسلئے وہ عہد ایسا یاد نہ رہا - حضرت علیؓ سے منقول ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ مجھے وہ عہد جو اللہ نے لیا تھا وہ مجھکو یاد ہے اور سہل بن عبداللہ
تستری کا بھی یہی قول تھا یا نتک تقریر ابن انبازی کی ہے -
اس قول پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب وہ یاد نہ رہا پھر حجت کیونکر ہوسکتا ہے اسکا جواب
علماء نے یوں دیا ہے کہ انبیاء نے اس عہد کو یاد دلا دیا اسلئے بھول جانے کا عذر باقی نہ رہا اور
انکا یاد دلانا ایسا ہوگیا کہ گویا وہ عہد یاد تھا - بعض نے یوں جواب دیا ہے کہ جو مضمون قرآن شریف سے
ثابت ہوا ہے اسکو ماننا چاہیے اور اسپر جو شبہات وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب اللہ پر
چھوڑنا چاہیے بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت متشابہات سے ہے بعض کا قول ہے
کہ اس آیت میں جو بنی آدم کی پشت سے انکی ذریت کے ظاہر کرنے کا ذکر ہے اس سے یہی
توالد و تناسل مراد ہے جو دنیا میں بواسطہ نطفہ کے ہوتا ہے اور چونکہ نطفہ پشت سے نکلتا ہے
اس لئے اللہ نے فرمایا کہ بنی آدم کی پشت سے ذریت ظاہر کی اور اللہ نے جو انسان کو ایسی
عقل سلیم دی ہے کہ اگر اللہ کی قدرت کی دلیلوں کو جو ہر چیز میں ظاہر ہیں غور کرے
اللہ کی توحید اور اسکی ربوبیت بہت اچھی طرح اسپر ظاہر ہوجاوے - اسی مضمون کو بطور
مثال کے عہد میثاق کی صورت میں بیان کیا ہے پس انسان کو عقل سلیم دینا تو اسکا اپنے اوپر
گواہ بنانا ہے اور ہر چیز میں اپنی قدرت اور توحید کی دلیلیں پیدا کرنا الست بربکم کہنا ہے اور
انسان کا ان دلائل پر غور کرنا اور اس سے اللہ کی توحید اور ربوبیت کا سمجھنا بلیٰ شہدنا کہنا ہے
اور عالم ارواح میں جو ذریت آدم کی ظاہر کرنے کا ذکر احادیث میں ہے وہ ایک دوسرا مضمون ہے
جسکو اس آیت کی تفسیر میں دخل نہیں ❁

اور اس علم سے نکل جاوے تو شیطان اسکو اپنا تابع بنا لیتا ہے اور وہ گمراہ ہوتا ہے لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ کوئی خاص شخص مراد ہے ۔ ابن کثیر نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ شخص بلعم باعور تھا ۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ بلعم باعور کون تھا ۔ ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک شخص یمن کا تھا اللہ نے اسکو اپنی آیتیں دی تھیں مگر اسنے ان آیتوں کو چھوڑا ۔ مالک بن دینار کا قول یہ ہے کہ وہ شخص علماء بنی اسرائیل میں سے تھا اور مستجاب الدعوات تھا جب مشکل پیش آتی تھی تو اس سے لوگ دعا منگوایا کرتے تھے حضرت موسیٰ نے اسکو بادشاہ مدین کے پاس بھیجا تھا کہ اسکو سمجھا دے کہ کفر و شرک کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کا دین اختیار کرے مگر بلعم باعور نے اسکے خلاف کیا یعنی بادشاہ مدین نے اسکو بہت سا مال اور جاگیر دی تو اسکے لالچ میں وہ خود مرتد ہو گیا یعنی حضرت موسیٰ کے دین حق کو چھوڑ کر بادشاہ مدین کا دین اختیار کر لیا ۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بلعم باعور قوم جبارین کے تھا جن پر حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم ہوا تھا چنانچہ اسوقت تمام اسکی برادری کے لوگوں نے بلعم سے کہا کہ موسیٰ میں قوت بہت ہے اور اسکے ساتھ بڑا لشکر ہے اگر ہم پر غالب ہوگا تو ہمیں ہلاک کر دیگا تو اللہ سے دعا کر کہ موسیٰ کو اور اسکے ساتھیوں کو ہماری طرف سے پھیر دے بلعم نے کہا اگر میں اللہ سے یہ دعا مانگوں کہ موسیٰ کو اور اسکے ساتھیوں کو پھیر دے تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جاوے گی مگر اسکی قوم نے نہ مانا اور اپنے قول پر اصرار کرتے رہے آخر بلعم نے دعا مانگی اسوقت اللہ نے جو قبولیت بلعم کو حاصل تھی اس سے نکال لی ۔ اور اللہ نے جو فرمایا فَانسَلَخَ مِنْهَا اسکے بھی معنی ہیں ۔ اور سدی کا یہ قول ہے کہ جب چالیس برس وادی تیہ کے بنی اسرائیل پر ختم ہو چکے تو یوشع بن نون کو اللہ نے نبی مقرر کیا اور جہاد کیلئے

قصہ بلعم باعور کا بیان

مرتبہ اُس علم کی وجہ سے بلند کر دیتے مگر ہم نے اُسکی ہدایت نچاہی اسلئے وہ دین چھوڑ کر دنیا کیطرف
مائل ہوا اور اُسنے اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی نفسانی خواہشون کی پیروی کی مطلب یہ ہو کہ ہدایت کرنا
اور گمراہ کرنا ہمارا کام ہے اگر ہم چاہتے تو اُسکو ہدایت کرتے مگر ہمنے اُسکو توفیق نہ دی اس لئے
اُسکی ایسی حالت ہو گئی اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو شخص علم حاصل کر کے عمل نہ کرے تو
ظاہر ہے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کو اُسکا گمراہ کرنا منظور ہے ۔ اور علم سبب ہدایت نہین ہوتا بلکہ اللہ کی
مشیت سبب ہدایت ہے **فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ** ط تو حال اُسکا مثل حال اُس کتے کے ہے
اگر تو اُسپر مشقت ڈالے تو زبان لٹکاتا ہے اور اگر مشقت نہ ڈالے تو زبان لٹکاتا ہے ف
بیضاوی مین لکھا ہے کہ لہث کے معنی یہ ہین کہ زبان باہر نکالدے اور سانس چڑھا ہوا ہو ـــ
کتے کے سوا جتنے جانور ہین وہ جب پیاسے ہوتے ہین یا تھکتے ہین تب زبان باہر نکال کر ہانپتے
ہین مگر کتا ہر حالت مین زبان نکال کر ہانپتا ہے خواہ اُسے پیاس کی یا تھکنے کی مشقت پڑی ہو یا نہ پڑی
ہو پس اس آیت مین عالم بے عمل کی حالت سے تشبیہ دی جو نہایت حقیر اور ذلیل
جانور ہے ـ مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ علم دین دیوے اور وہ اُس علم سے نکلجاوے اور اُسپر
عمل نہ کرے اور نفسانی خواہشون کا تابع ہو جاوے وہ ایسا شقی ہوتا ہے کہ پھر اُس پر کچھ اثر نہین ہوتا
خواہ اُسکو کوئی تنبیہ کرے یا نکرے وہ ہر حالت مین اپنے گناہون پر مصر رہتا ہے جیسے کتے کی
عادت ہوتی ہے کہ ہر حالت مین زبان لٹکا کر ہانپتا ہے خواہ اُسکو کوئی تھکا دے یا نہ تھکا دے
پس جسطرح کتے کا زبان لٹکا کر ہانپنا حاجت اور ضرورت کی وجہ سے نہین ہوتا بلکہ اُسکی اصلی عادت
اور مقتضائے طبیعت یہی ہے اسی طرح جو شخص اپنے علم سے فائدہ نہ اُٹھاوے اور دین پر دنیا کو
اور نفسانی خواہشون کو مقدم سمجھے اُسکی طبیعت ہی نافرمانی اور میل دنیا اور ترک دین کی ہو جاتی ہے

خواہ اُسکو دنیا کی حاجت ہو یا نہو ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝
یہ مثال اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو تو بیان کر قصوں کو تاکہ وہ غور
کریں ف یعنی ہمنے بلعم باعور کا قصہ بیان کیا کہ اللہ نے اپنی نشانیاں اُسکو دی تھیں
مگر اُسنے اُن نشانیوں سے کام نہ لیا اور اُن سے جدا ہوگیا اور اُسکی حالت کتے کی سی ہوگئی
کہ زبان لٹکا کر ہانپنا اُسکی سرشت ہوجاتی ہے خواہ کوئی مشقت اُسپر پڑے یا نہ پڑے یہی مثال اُن
لوگوں کی ہے جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اے پیغمبر تو اس طرح کے قصے یہودیوں کو سناتا
کہ وہ اپنی حالت پر غور کریں اسلیے کہ یہودیوں کی بھی حالت ایسی ہی تھی اللہ نے انکو توریت دی
جسمین نبی اُمّی کی خبر مذکور تھی وہ پہلے سے لوگوں کو خبر دیتے تھے کہ نبی اُمّی کا زمانہ بہت قریب ہے
جب نبی اُمّی ظاہر ہوئے تو وہ منکر ہوگئے اور تکذیب کرنے لگے سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝
بُرے ہیں مثال میں وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے
ہیں ف یعنی جنھوں نے سمجھ بوجھ کر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کی مثال بُری ہے جسکی تفصیل
پہلے ہوچکی اور وہ جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اسمین اُن کی جان کے سوا کسی اور کو مضرت
نہیں پہونچتی اسکا وبال اُنھیں کی جانوں پر پڑے گا بس وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ جسکو اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو
اللہ گمراہ کرے وہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ف یہ مضمون قرآن میں جا بجا مذکور ہے
کہ ہدایت پانا اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے بغیر اللہ کے ارادہ کے کسیکو کوئی ہدایت

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۵

اور بیشک ہم نے پیدا کئے ہیں جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان اُن کے دل ہیں اُن دلوں سے سمجھتے نہیں اُنکی آنکھیں ہیں اُن آنکھوں سے وہ دیکھتے نہیں اُن کے کان ہیں اُن کانوں سے وہ سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں وہی ہیں غفلت والے۔

ف یعنی ہم نے بہت سے جن اور انس کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے پیدا ہونے کے پہلے ہی تقدیر الٰہی میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں اگرچہ اُن کے دل ہیں مگر وہ اپنے دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور حق کو نہیں پہچان سکتے اور اللہ کی ربوبیت کی جو دلیلیں ہیں اُن پر غور نہیں کر سکتے اُن کی آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھ نہیں سکتے یعنی اللہ کی مخلوقات پر نظر ڈالکر نہیں دیکھ سکتے کہ یہ سب عجائبات مخلوقات جو پیش نظر ہیں ان سب کا پیدا کرنے والا کوئی ایسا صانع ہے جو ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے اور اپنے اختیار سے سب چیزیں پیدا کرتا ہے اور جب چاہتا ہے تو اُنکو فنا کر دیتا ہے وہی ایک صانع عبادت کے لائق ہے اُسکے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں اُنکے کان ہیں مگر اُن سے یہ کام نہیں لے سکتے کہ اللہ کی آیتیں اور انبیا کے ارشاد اور علما کے وعظ سنیں اور حق کو قبول کریں اُنکی حالت ایسی ہے جیسے چوپا جانور ہوتے ہیں اسلیے کہ انسان میں اور چوپایوں میں عقل کا فرق تھا جب انسان نے اپنی عقل سے کام نہ لیا تو وہ اور بے عقل جانور دونوں یکساں ہو گئے بلکہ وہ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اسلیے کہ چوپائے تو اسواسطے نہیں سمجھتے کہ اُنکو سمجھنے کے لیے عقل نہیں دی گئی اور انسان باوجود

بلکہ اللہ کو یوں پکارنا چاہیئے کہ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اے تمام جہان کے پیدا کرنیوالے
علما نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ کے نام اپنی طرف سے بنانے نہیں چاہئیں وہ نام لینے چاہئیں جو
خدا اور رسول نے بتا دئے ہیں مثلاً اللہ کو معلم اور سخی کہنا جائز نہیں حالانکہ یہ صفتیں اللہ میں پائی
جاتی ہیں صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اللہ کے ننانوے نام ہیں جو انہیں یاد کریگا اُن کو کوئی گروہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ فرد ہے اور
فرد کو پسند کرتا ہے حاصل یہ ہے کہ اُن ناموں کے یاد کرلینے والے کو اجر میں جنت ملیگی قسطلانی
وغیرہ شارحین بخاری نے لکھا ہے کہ یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ بار بار اُنکو پڑھا کرے حدیث میں
لفظ وتر مذکور ہے جسکا ترجمہ ہم نے فرد کیا ہے وتر کے معنی طاق کے ہیں اور جب اللہ کی نسبت یہ لفظ بولا
جاتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ (ایسا واحد جسکا کوئی مثل نہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ننانوے کے عدد کی حکمت یہ بتا دی کہ اللہ عدد طاق کو پسند کرتا ہے اسکی وجہ علما نے یہ لکھی ہے
کہ عدد طاق اللہ کو اسلئے پسند ہے کہ اُسکو معنی توحید اور فردانیت سے مناسبت ہوتی ہے اس
حدیث کے یہ معنی نہیں کہ اللہ کے نام ننانوے ہیں اس سے زیادہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کو اُن
ناموں میں سے ننانوے نام زیادہ پسند ہیں صحیحین کی حدیثوں میں یہ مذکور نہیں کہ وہ ننانوے نام
کون سے ہیں البتہ ترمذی کی حدیث میں سب نام جمع کئے ہیں۔ مگر ترمذی نے اُس حدیث کو غریب
لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس روایت کے سوا اور کسی روایت میں سب نام مذکور نہیں مگر اور
محدثین نے لکھا ہے کہ طریقہ ترمذی کے سوا اور طریقوں میں بھی ننانوے ناموں کا مجموعہ مذکور ہے
لیکن ان مختلف روایتوں میں ان ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ یعنی بعضے نام ایسے ہیں کہ ایک
روایت میں ہیں اور دوسری روایت میں اُنکے بدلے اور نام مذکور ہیں۔ بعض محدثین کا قول
یہ ہے کہ جن روایتوں میں یہ نام مذکور ہیں وہ راویوں نے اپنی طرف سے قرآن سے نکالکر بڑھا

دی ہیں۔ رسول کا قول نہیں۔ بعض محدثین نے اس قول کو رد کیا ہے اور ان سب ناموں کو
اسی ترتیب سے قول رسول مانا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ قرآن میں اسماء حسنیٰ کا ذکر چار جگہ
ہے ایک اسی سورت میں۔ دوسرے سورۂ بنی اسرائیل میں تیسرے سورہ طٰہٰ میں۔
چوتھے سورہ حشر میں وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اور چھوڑ دو ان کو جو کجی کرتے ہیں
اللہ کے ناموں میں قریب ہے کہ سزا پاویں گے اپنے کئے کی جو عمل کرتے تھے ف
یعنی جو لوگ اللہ کے ناموں میں کجی کرتے ہیں انکو اور انکے طریقہ کو تم چھوڑ دو اللہ انکو سزا
دیگا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کے ناموں میں کجی کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو نام
اللہ سے مختص ہیں وہ غیروں کے نام رکھنا جیسے کفار عرب نے اپنے بت کا نام الٰہ رکھ دیا
رکھ دیا تھا اور کفار نے اللہ سے لات اور عزیز سے عزّیٰ اور منّان سے منات بنایا۔
دوسری صورت اللہ کے ناموں میں کجی کی یہ ہے کہ اللہ کے لیے نام رکھیں جو اس کے لائق
نہیں جیسے نصاریٰ اللہ کو مسیح کا باپ کہتے ہیں یا مثلاً اللہ کو کیڑوں کا پیدا کرنے والا
یا سور کا پیدا کرنے والا کہنا تیسری صورت اللہ کے ناموں میں کجی کی یہ ہے کہ اللہ کو
ایسے نام سے پکارے جسکے معنی معلوم نہوں وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝ اور ان میں جن کو ہمنے پیدا کیا ہے ایک ایسا
گروہ ہے جو ہدایت کرتے ہیں حق کی اور انصاف کرتے ہیں حق کے ساتھ ف
یعنی جسطرح اللہ کی مخلوق میں سے وہ گروہ ہے جو جہنم کے لئے پیدا ہوا ہے جسکا پہلے
بیان ہو چکا اسی طرح اللہ کی مخلوق میں وہ گروہ ہے جو جنت کے لئے پیدا ہوا ہے اُن کے
اعمال اہل جنت کے سے ہیں اُنکی صفت اللہ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ حق کی ہدایت کرتے ہیں

اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں یعنی اوروں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور جب کوئی حکم
دیتے ہیں تو حق کے مطابق انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ربیع بن انس سے
اس آیت کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
امت میں سے کچھ لوگ حق پر قائم رہا کرینگے اسوقت تک کہ حضرت عیسیٰ نازل ہوں جب کبھی
نازل ہوں۔ اور صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ ہمیشہ میری امت میں ایک گروہ حق پر قائم رہیگا اور وہ لوگ غالب رہینگے ان کے مخالف
انکو کچھ نقصان نہ پہنچا سکینگے اسوقت تک کہ قیامت قائم ہو۔ وَالَّذِينَ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو رفتہ رفتہ ہلاک کرینگے ہم انکو
[illegible] ف [illegible] غالب [illegible] ہلاک [illegible]
سامان غفلت [illegible]
[illegible] دنیا کی فراغت [illegible]
اور زیادہ سرکشی ہو جاتے ہیں پھر انکو زیادہ عذاب کا مستحق بناکر اسی غفلت میں ہلاک کرتے ہیں
اسی واسطے یہ کہا جاتا ہے کہ جب کسی سرکش پر دنیا کی فراغت دیکھو تو جان لو کہ اللہ کی طرف
سے استدراج ہے۔ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ اور ڈھیل دیتا
ہوں میں انکو البتہ میری گھات مضبوط ہے ف اللہ فرماتا ہے کہ ہم عذاب میں
جلدی نہیں کرتے بلکہ مہلت دیتے ہیں جس سے کافر دھوکا کھا کر اور زیادہ سرکشی میں مبتلا ہوتا
ہے اور سامان عذاب اپنے لیے بہت کچھ بڑھا لیتا ہے۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ میری گھات مضبوط
ہے یعنی دنیا کی فراغت دیکر سامان سرکشی اور غفلت بڑھا دینا بڑی پکی اور مضبوط گھات ہے

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب میں کچھ جنون نہیں ہے **ف**
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شرک سے منع کیا اور تمام اہل مکہ شرک میں مبتلا تھے
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو ایک اچنبھا اور تعجب کی بات سمجھ کر یہ کہنے لگے
کہ انہیں جنون ہو گیا ہے اسلئے اللہ فرماتا ہے کہ انہوں نے اچھی طرح سوچا نہیں اگر وہ غور کرتے
تو سمجھ جاتے کہ پیغمبر میں ذرا جنون نہیں اسلئے کہ وہ تو اللہ کی ذات بتلاتے ہیں یا توحید سکھاتے ہیں
قرآن کا معجزہ پیش کرتے ہیں کہ اہل مکہ باوجود اہل زبان ہونے کے اسکے مقابلے سے عاجز تھے
اگر ان سب باتوں پر غور کرتے تو وہ سمجھ جاتے کہ یہ باتیں ہرگز جنون کی نہیں إِنْ هُوَ
إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا ظاہر **ف** یعنی پیغمبر کا مجنون
نہ ہونا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہونا ظاہر ہے مخفی نہیں بلکہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے
کہ غور کرنے والوں کو ان کے نذیر ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا أَوَلَمْ يَنظُرُوا
فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ ۙ کیا انہوں نے نظر نہیں کی حکومت میں آسمانوں کی اور زمینوں کی
اور اسمیں جو پیدا کی ہے اللہ نے کوئی چیز **ف** یعنی کفار جو تکذیب کرتے ہیں اور پیغمبر کو
جنون بتاتے ہیں کیا انہوں نے اس امر میں غور نہیں کیا کہ زمین و آسمان میں اسکی کیسی بادشاہت ہو رہی ہے
اور اسمیں غور نہیں کیا کہ ایک ایک چیز اللہ نے کیسی عجیب پیدا کی ہے اگر ان سب پر غور کرتے تو انکو معلوم ہو جاتا کہ جس کی
بادشاہت زمین و آسمان میں ہو اور جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہو وہی وحدہ لا شریک عبادت کی لائق ہو اور سمجھ جاتے کہ
پیغمبر کو جنون نہیں بلکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں حق ہے وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ
اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ (اور اسمیں انہوں نے نظر نہیں کی) کہ شاید قریب آ گئی

اجل آ لگی ف یعنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں شاید موت قریب ہو
اگر وہ اس امر پر غور کرتے تو حق کی طلب میں بہت جلدی کرتے اور فوراً نجات کا طریقہ ڈھونڈتے
اور انکو خوف غالب ہوتا کہ کہیں گمراہی میں نہ مر جائیں فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ
بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۵ اب کس بات پر اسکے بعد ایمان لاوینگے —
ف یعنی قرآن میں اس طرح کھولکر انکو سمجھا دیا گیا اگر اس پر بھی ایمان نہیں لاتے
تو قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لاوینگے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب قرآن کے ایسے واضح بیان
ایمان نہ لاے تو وہ کوئی بات سنکر ایمان لانے والے نہیں گویا اللہ نے خبر دیدی کہ ان میں
قابلیت سمجھنے کی نہیں وہ اسی انکار پر اڑے رہینگے یا مراد یہ ہے کہ مخلوقات پر غور کرنے اور موت کو
قریب سمجھنے کی حدیث جو انکو سمجھائی گئی اگر اس پر بھی ایمان نہ لاے تو اس کے بعد کونسی
بات پر ایمان لاوینگے یعنی اس سے زیادہ حق کی ظاہر کرنے والی اور ڈرانے والی اور کونسی
بات ہو سکتی ہے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ط وَیَذَرُهُمْ
فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۵ جسکو اللہ گمراہ کرے اسکے لیے
کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور (اللہ) چھوڑتا ہے انکو اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہیں ف
یعنی ہدایت کرنا اور گمراہ کر دینا اللہ کا کام ہے جسکی تقدیر میں اللہ نے گمراہی مقرر کی ہو اسکو کوئی
بھی ہدایت نہیں کر سکتا اور ایسے شخص کی اللہ غفلت اور بڑھا دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں سرگردان
اور پریشان رہتا ہے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ
مُرْسٰهَا ط تجھسے سوال کرتے ہیں قیامت سے کہ کب ہوگا ظہور اسکا ف
قریش چونکہ قیامت کے منکر تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قیامت کا
ذکر کیا تو مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر حد سے زیادہ تعجب کرتے تھے کہ یہ معاملہ کب ہوگا

اور قیامت کتنے دنوں کے بعد آوے گی۔ چنانچہ اس مضمون کو دوسری جگہ [illegible]
فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کب یہ وعدہ پورا ہوگا اگر تم سچے ہو **قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا**
عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ تو کہہ سوائے اس کے نہیں کہ علم اس کا
مگر میرے رب کے پاس اور نہیں ظاہر کرسکتا قیامت کو وقت قیامت میں مگر اللہ ف اللہ نے
پیغمبر سے کہدیا کہ کفار جو پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آوے گی اس کا جواب تم یہہ دو کہ قیامت کا
وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جب قیامت کا وقت آجاوے گا اس وقت اللہ ہی
قیامت کو ظاہر کریگا اور کسی کو خبر نہوگی کہ اب قیامت کا وقت آگیا۔ جیسا دوسری جگہ لکھا ہے کہ
حاصل اسکا یہ ہے کہ وقوع قیامت تک قیامت کا وقت مخفی رہے گا کسی پر ظاہر نہوگا۔
ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھاری ہے وہ آسمانوں میں
اور زمین میں ف سموات اور ارض سے مراد اہل سموات اور اہل ارض ہیں جس میں
فرشتے اور جن اور انسان سب شامل ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان والوں اور زمین والوں پر
یہ امر شاق ہے کہ قیامت کا وقت کیوں مخفی رہا اور آخر کیوں ظاہر نہ کیا گیا یا مراد یہ ہے کہ
قیامت کا آنا سب پر بھاری ہے یعنی سب کو قیامت کا خوف ہے **لَا تَأْتِيْكُمْ اِلَّا**
بَغْتَةً نہیں آویگی تم میں قیامت مگر یکایک ف یعنی پہلے سے اسکا وقت
کسیکو معلوم نہوگا یکایک قیامت قائم ہو جاوے گی ف بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت اسطرح آجاوے گی کہ کپڑا بیچنے والے نے اپنا تھان
کھولا ہوگا وہ بیچ نہ چکے گا اور تھان کو لپیٹ نہ چکے گا کہ قیامت قائم ہو جاوے گی کوئی شخص اپنے
جانور کا دودھ دوہ چکا ہوگا وہ پی نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جاوے گی۔ کوئی شخص اپنا حوض [illegible]
پانی بھرتا ہوگا وہ جانور کو پانی پلا نہ سکے گا کہ قیامت آجاوے گی کسی شخص نے لقمہ منہ تک

انہیں ایسا ہو گا وہ کہا نہ سکے گا کہ قیامت آ جاوے گی يَسْـَٔلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ
عَنْهَا سوال کرتے ہیں تجھسے گویا تو واقف ہے اُس سے ف ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ حفی کے معنی عالم کے ہیں اور معمر نے بھی
بعض مفسرین سے اسی کو نقل کیا ہے اور اسی معنی کو ابن کثیر نے اولے بتایا ہے اور صاحب
بیضاوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے کہ حفی کے معنی دوست ہیں تو معنی یہ ہوے کہ تجھسے قیامت کا
سوال کرتے ہیں گویا تو اُنکا دوست ہے یعنی تجھکو دوست سمجھکر وہ پوچھتے ہیں کہ اُن کو
قیامت کا وقت بتا دے تاکہ پہلے سے وہ ہوشیار ہو جاویں قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ تو کہدے
کہ نہیں ہے علم اُس کا مگر اللہ کے پاس اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف

پھر اس مضمون کو اللہ نے بغرض تاکید مکرر ذکر کیا مطلب یہ ہے کہ تو اُن سے کہدے کہ علم
اُسکا اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ علم اُسکا اللہ
سے مختص ہے اُسکے سوا کسی کو معلوم نہیں اسی جہالت کی وجہ سے تجھسے سوال کرتے ہیں
صحیحین میں ہے کہ ایک دفعہ جبرئیل ایک اعرابی کی صورت میں بغرض تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے تھے اور اُنھوں نے ایمان اور اسلام اور احسان کے سوال کے بعد یہ بھی پوچھا
کہ قیامت کب آوے گی تو آپ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ
واقف نہیں۔ بارہا اکثر مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت
وقت پوچھا کرتے تھے تبھی تو آپ صاف فرما دیتے کہ اسکا وقت اللہ کے سوا کسیکو معلوم نہیں
اور کبھی اس سوال کو فضول سمجھکر کسی حکمت کی بات کی طرف متوجہ کر دیتے تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے بلند آواز سے پوچھا کہ اے محمدؐ قیامت کب آوے گی

اے مسلمان میرے پیچھے کافر چھپا ہے تو آ اور اسکو قتل کر اس طرح اللہ سب کافرون کو قتل کر دے گا
اور مسلمان اپنے گھرون کو واپس آوینگے اسکے بعد یاجوج ماجوج نکلین گے اور وہ شہرون مین
گھسکر ہر چیز کو ہلاک کرینگے اور جس پانی کو دیکھین گے سب پانی پی جاوین گے تب لوگ میرے
پاس آ کے اُنکی شکایت کرینگے تب مین اللہ سے دعا مانگون گا تو اللہ اُن کو ہلاک کر دے گا
جب وہ مرینگے اور اُنکے بدن سڑینگے تو تمام زمین مین بدبو ہو جاوے گی پھر اللہ مینہ برساویگا
جو اُنکی آلایش کو بہا کر سمندر مین ڈالدے گا ۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ اولوالعزم رسولون کو بھی قیامت کا وقت معلوم نہ تھا اور سب سے آخر مین حضرت
عیسیٰ کی طرف رجوع کیا اُنھون نے قیامت کی علامتین بتائین اسلیئے کہ وہ اس اُمت کے
آخر مین نازل ہون گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جاری کرینگے اور دجال کو
قتل کرینگے اور اللہ اُنکی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا ۔ **قُلْ**
لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ
تو کہدے کہ مجھے اختیار نہین ہے اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مگر جو چاہے اللہ **ف**
اللہ اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ اے محمد تو کہدے کہ نہ مجھکو یہ قدرت ہے کہ اپنی جان کو کچھ نفع
پہونچا سکون نہ یہ قدرت ہے کہ کوئی ضرر دور کر دون مین کچھ نہین کر سکتا مگر وہی جو اللہ چاہے
وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ
وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اور اگر مین غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کر لیتا مال اور
نہ چھوتی مجھے کوئی برائی **ف** یعنی مجھکو یہ خبر نہین کہ آیندہ کو کیا ہونے والا ہے اگر یہ
خبر ہوتی تو بہت سا مال جمع کر لیتا ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ضحاک نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ یہان خیر سے مال مراد ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اگر مجھے غیب کی خبر ہوتی

تو یہہ معلوم ہو جایا کرتا کہ اس چیز کی تجارت مین فائدہ ہوگا اُسمین نقصان ہوگا اور اس صورت مین جو تجارت
کرتا اُسمین فائدہ ہوتا کبھی نقصان نہوتا اور میرے پاس بہت سا مال جمع ہو جاتا اور کبھی فقیری آتی
اور آفتین جو مصیبت آنے والی ہے اُس سے بچنے کی پہلے سے فکر کر لیتا۔ إِنْ أَنَا إِلَّا
نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ مین نہین ہون مگر ڈرانے والا
اور خوشخبری سنانے والا مومنون کو ف یعنی مین نہ اپنی جان پر نفع پہونچانے یا
نقصان دور کرنے کی قدرت رکھتا ہون نہ مجھکو غیب کی خبر ہے مین ایک بندہ ہون اللہ میرا یہ کام کہ
کہ اللہ نے مجھکو اس لیے ظاہر کیا ہے کہ مومنون کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤن اور جنت کی
بشارت دون اگرچہ رسول کا ڈرانا اور بشارت دینا سب کے لئے عام تھا مومنون سے
تخصیص نہ تھی مگر اس آیت مین مومنون کی تخصیص اسلئے کی گئی کہ رسول کے ڈرانے اور بشارت
دینے سے فائدہ حاصل کرنے وہی تھے جو حکم ازلی مین مومن مقرر ہو چکے تھے اور جنکی تقدیر مین
ایمان نہ تھا وہ رسول کے وعدہ اور وعید سے کچھ فائدہ حاصل نہین کرتے تھے اسلئے اُن کو
ڈرانا اور نہ ڈرانا اور بشارت دینا اور نہ دینا برابر تھا۔ اور یہہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت مین مومنین کا
ذکر فقط بشارت سے متعلق ہو یعنی ڈرانے والا سب کے لئے ہون اور بشارت دینے والا
فقط مومنین کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مین غیب کی باتین نہین جانتا
اسکے معنی یہ ہین کہ بغیر اللہ کے بتائے نہین جانتا اور جو باتین اللہ نے بتادین وہ معلوم
تھین چنانچہ اکثر غیب کی باتون کی پیغمبر نے بطور معجزہ خبر دی تھی —
جو اکثر لوگ رسول سے قیامت کی خبر پوچھا کرتے تھے اور قیامت کی خبر منجملہ غیب کی تھی اسلئے
اللہ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ تم کہدو کہ مین غیب نہین جانتا پھر مجھے قیامت کی خبر کیونکر معلوم ہوگی
اور اگر مجھے غیب کی خبرین معلوم ہوا کرتین تو اسکے واسطے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا

پیدا کیا تمکو ایک جان سے اور بنایا اُسی میں سے اُسکا جوڑا تاکہ اُس سے مانوس ہو تو جب ملا بی بی کی
تو وہ حاملہ ہوئی حمل خفیف تو گذری اُسکو لیکر فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ تو جب بھاری ہو گئی وہ
تو اُن دونوں نے اللہ سے دعا مانگی جو اُن دونوں کا رب ہے کہ اگر تو ہمکو تندرست بیٹا دے گا تو
ہم شکر کرنے والوں میں سے ہونگے **ف** حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ اللہ نے تمکو
ایک مرد سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کی بی بی بنائی تاکہ وہ مرد اپنی بی بی سے مانوس ہو جب
اُس مرد نے اپنی بی بی سے مجامعت کی تو اُسکو حمل رہا گر اول اول وہ ہلکا تھا وہ حاملہ اپنی حالت پہ
چلتی پھرتی رہی کچھ معلوم نہوا جب کئی مہینے کے بعد حمل بھاری ہو گیا تو اُن دونوں میاں بی بی نے اللہ سے
دعا مانگی کہ اگر تندرست بیٹا پیدا ہوگا تو ہم اللہ کا شکر کرینگے فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا
لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ج تو جب دیا اُن دونوں کو اللہ نے تندرست بیٹا
تو بنا لئے اُن دونوں نے اللہ کے شریک اُس بیٹے میں جو اللہ نے اُن دونوں کو
دیا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ لیکن بڑا ہے اللہ اُن سے کہ
وہ شریک کرتے تھے **ف** یعنی اللہ کی شان اس سے برتر ہے کہ اُسکے ساتھ
کوئی شریک کیا جاوے مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں کسکا قصہ مذکور ہے امام احمد
اور ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں بواسطہ حسن بصری کے سمرہ سے روایت کی ہے کہ جب
حوا حاملہ ہوئین تو ابلیس نے بار بار اُنکے پاس آنا شروع کیا اور اُس وقت تک حوا کی اولاد زندہ
نہیں رہتی تھی ابلیس نے حوا سے کہا کہ اس کا نام عبد الحارث رکھو تو زندہ رہیگا یہی نام حوا نے
اُس بچہ کا رکھا اور یہ کام شیطان کے وسوسہ اور حکم سے ہوا ترمذی نے اس حدیث کو غریب
کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ عمر بن ابراہیم کے سوا کسی اور نے اسکی روایت نہیں کی اور دوسری

سند سے جو یہ روایت آئی ہے اُسمین اسکی نسبت رسول کی طرف نہین - ابن کثیر نے کہا ہے
کہ حاکم نے بھی مستدرک مین عبد الصمد سے اسکی روایت کی ہے اُس روایت مین اسکو قول رسول نقل
کیا ہے اور حاکم نے اُسکو صحیح الاسناد کہا ہے اسی طرح ابن ابی حاتم اور حافظ ابن مردویہ نے بھی
اپنی تفسیر مین عمر بن ابراہیم کے طریقہ سے رسول تک اسکی روایت کی ہے - پھر ابن کثیر نے اس
حدیث مین تین علتین بتائی ہین ایک یہہ کہ عمر بن ابراہیم قابل احتجاج نہین - دوسرے یہ کہ سمرہ کبھی
اسکو رسول کا قول بتاتا ہے اور بعض طریقون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمرہ کا قول ہے - تیسرے یہہ
کہ حسن بصری جو اس روایت کے راوی ہین وہ خود اس روایت کو نہین مانتے اور ابن جریر نے حسن
بصری سے یہہ نقل کیا ہے کہ یہہ قصہ آدم کا نہین کسی اور کا ہے اور دوسری روایت ابن جریر نے
حسن بصری سے یہہ نقل کی ہے کہ اس آیت مین اُن مشرکین کا بیان ہے جو ذریت آدم مین ہوئے
تیسری روایت ابن جریر نے حسن بصری سے یہہ نقل کی ہے کہ اس آیت مین یہود و نصاریٰ کا بیان
ہو کہ اللہ نے اُنکو اولاد دی اور اُنھون نے اولاد کو یہود و نصاریٰ بنایا - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہہ
روایتین حسن بصری سے بسند صحیح مروی ہین اگر حسن بصری پہلی حدیث کو قول رسول سمجھتے تو اُسکو
کیون چھوڑتے اور اُسکے خلاف کیون روایتین اُن سے کیون منقول ہوتین وہ سب سے بہتر تفسیر اس
آیت کی یہی ہے جو حسن بصری سے منقول ہوئی کہ اسمین اولاد آدم کا ذکر ہے نہ آدم کا اور پہلی روایت
کا قول رسول ہونا تو مسلم نہین بعض صحابہ سے جو منقول ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ شاید اہل کتاب سے
ماخوذ ہو کیونکہ آدم نبی معصوم تھے اُن سے شرک کا سرزد ہونا ممکن نہین - بیضاوی نے اس
روایت کو نقل کر کے یہہ لکھا ہے کہ اس قسم کے امور انبیا کی شان کے لائق نہین - تفسیر کبیر مین
لکھا ہے کہ بہت وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ قصہ صحیح نہین اوّل یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ برتر
اُس سے جو شریک کرتے ہین اس مین شریک کرنے والون کو جمع کے صیغہ سے ذکر کیا ہے [illegible]

شکر کرینگے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اُسکو بتون یا ستارون کیطرف منسوب کرتے ہین مثلاً
عبد العزّی یا عبد الشمس نام رکھتے ہین تو اللہ اس شرک سے پاک ہے **دوسرا قول** یہہ ہے کہ یہہ خطاب
خاص اُن قریش سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھے اُن سے مخاطب
ہوکر اللہ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمکو ایک ذات سے پیدا کیا ہے اسلئے کہ وہ سب ایک شخص کی اولاد تھے
تھے جسکا نام قصی تھا اور اُسی کی قوم کی اللہ نے قصی کو بی بی دی جو عرب قریشی تھے جب حمل رہا تو قصی نے
اور اُسکی بی بی نے تندرست بچہ کی دعا مانگی جب اولاد ہوئی تو اُن دونون نے ایک بیٹے کا نام عبد مناف
دوسرے کا عبد العزی تیسرے کا عبد قصی ۔ چوتھے کا عبد اللات رکھا اور اللہ نے جمع کے صیغہ سے
جو فرمایا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ اسمین وہ دونون اور اُنکے بعد جو مشرک ہوئے سب مراد
ہین ۔ **تیسرا قول** یہہ ہے کہ مشرکین مکہ یہہ کہتے تھے کہ حضرت آدم وحوّا بھی بتون کو پوجتے تھے
اور انھین سے مرادین مانگتے تھے اُنکے رد کے لئے اللہ فرماتا ہے کہ اُنھون نے تو اللہ سے
دعا مانگی تھی کہ اگر تو ہمین تندرست بیٹا دیگا تو ہم تیری نعمتون کا شکر کرینگے یہانتک کہ حضرت آدم وحوّا کا
قصہ تھا اسکے بعد جو اللہ فرماتا ہے (جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ) یہہ بطور استفہام کے ہے یعنی جب اللہ نے
آدم وحوا کو فرزند عطا کیا تو کیا اُنھون نے شرک کیا یعنی ہرگز شرک نہین کیا اور یہہ شرک کرنیوالے
جو آدم کو مشرک بتاتے ہین یہہ مشرک ہین اللہ اُنکے شرک سے پاک ہے یہہ خود ہی
شرک کرتے ہین اور آدم کیطرف بھی شرک کی نسبت کرتے ہین **چوتھا قول** یہہ ہے کہ یہہ قصہ آدم وحوا کا
ہے مگر یہہ جو اللہ نے فرمایا ہے کہ (جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا) اسمین (جَعَلَا) سے (جَعَلَ اَوْلَادُ
هُمَا) اور (فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا) سے (فِيْمَآ اٰتٰى اَوْلَادَهُمَا) مراد ہے مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو
اُسکا قائم مقام بنایا گیا ہے جیسے (وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ) مین (وَاسْئَلْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ) مراد ہے
اس صورت مین اسکے معنی یہہ ہوئے کہ آدم وحوا کی اولاد نے اللہ کے شریک مقرر کرلئے

اُس میں جو اللہ نے آدم و حوا کی اولاد کو عطا کیا حاصل یہ ہوا کہ آدم و حوا نے شرک نہیں کیا تھا بلکہ آدم و حوا کی اولاد نے اپنے بچوں کے ناموں میں شرک شروع کیا۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اول سے آخر تک قصیٰ کا قصہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حالت حمل میں اُنھوں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اگر اللہ تندرست بچہ دے گا تو اُس بچہ کو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر دینگے مگر جب وہ بچہ تندرست پیدا ہوا اور کام کے لائق ہوا تو کسی وقت تو اُسکو اللہ کی عبادت کا حکم کرتے تھے اور کبھی اپنی خدمت لیتے تھے یہ امر اگرچہ ہمارے حق میں جائز ہے مگر چونکہ مقربین کا امتحان سخت ہوتا ہے اور ذرا ذرا سی بات کی گرفت ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بعضے افعال جو ابرار کے حق میں نیکی سمجھے جاتے ہیں مقربین کے حق میں گناہ ہوتے ہیں پس حضرت آدم و حوا کے اسی فعل کو اللہ نے شرک کہا۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اول سے آخر تک اس آیت میں آدم و حوا کا قصہ مذکور ہے اور جو قصہ حدیث میں مذکور ہوا وہ صحیح ہے مگر اُنھوں نے جو بچہ کا نام عبد الحارث رکھا تو یہ سمجھا تھا کہ یہ بچہ اس شخص حارث کی دعا سے زندہ رہے گا اور مرض سے محفوظ رہے گا اور عبد سے اُنکی مراد مملوک یا مخلوق نہیں بلکہ جیسے یہ مثل مشہور ہے کہ (جو کوئی مجھکو ایک حرف سکھا دے میں اُسکا غلام ہوں) [illegible] اُنھوں نے یہ سمجھا کہ حارث نے جو دعا مانگی یہ اُسنے احسان کیا اور اس احسان کی وجہ سے اُس بچہ کو عبد حارث کہا یا جیسے یوں کہدیں کہ یہ تمہارا خادم ہے اور یہ نہ سمجھے تھے کہ یہ حارث شیطان ہے مگر اللہ نے حضرت آدم سے اسی فعل کی گرفت کی اور اُسکو شرک بتایا اسلئے کہ مقربین سے ذرا سی بات کی بھی گرفت ہوتی ہے۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں اسی کو ترجیح دی ہے ساتواں قول یہ ہے کہ عبد الحارث نام رکھنا حدیث میں حوا کی طرف منسوب ہے نہ آدم علیہ السلام کی طرف اور ممکن ہے کہ اُسکے بعد جب حضرت آدم کو اطلاع ہوئی ہو تو اُنھوں نے منع کیا ہو اور حوا نے توبہ کی ہو مگر اللہ نے حوا کے اس فعل کو آدم میں ذکر کیا اور تثنیہ کی ضمیریں ذکر کیں اور کلام عرب میں

یہ استعمال بھی شائع ہے کہ تثنیہ کی ضمیر سے واحد مراد لیتے ہیں اور اسکی مثالیں قرآن میں بھی موجود ہیں
مثلاً اللہ نے فرمایا ہے (يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ) منہما کی ضمیر تثنیہ کی ہے اور مراد اس
سے فقط بحر شور ہے اسلئے کہ موتی اسی سے نکلتے ہیں اسی طرح اللہ نے فرمایا ہے (لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) اس آیت میں علیہما تثنیہ کی ضمیر ہے اور مراد اس سے فقط شوہر ہے واللہ اعلم
بالصواب أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝
کیا شریک کرتے ہیں اس کو جو کچھ نہیں پیدا کر سکتا اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ف
یعنی ان بتوں وغیرہ کو اللہ کا شریک کرتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں اور
اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق وہ ہے جو خالق ہو نہ وہ جو مخلوق ہو وَلَا يَسْتَطِيعُونَ
لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ۝ اور نہ انکے لیے کچھ مدد کر سکتے
ہیں اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ف یعنی جن بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں وہ بت
ان بت پرستوں کی کچھ مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اگر کوئی ان بتوں کو توڑے تو وہ
بت اسکو منع نہیں کر سکتے پھر ایسے بت پرستش کے قابل کیونکر ہو سکتے ہیں وَإِن تَدْعُوهُمْ
إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ اور اگر بلاؤ تم انکو ہدایت کی طرف تو تمہاری
پیروی نہ کریں گے ف یعنی اے مسلمانو مشرکین ایسے بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو
کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں اور نہ بت پرستوں کی مدد کر سکیں نہ اپنی مدد کر سکیں
ایسی بتوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ جن بتوں کی یہ حالت ہو وہ کیونکر عبادت
کے لائق ہو سکتے ہیں اور اگر تم ان مشرکین کو ہدایت کی طرف یعنی دین اسلام کی طرف بلاؤ تو
تمہاری پیروی نہیں کرینگے اس تفسیر کی بموجب خطاب مسلمانوں سے ہوا ۔ بیضاوی نے یہی
قول اختیار کیا ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ خطاب مشرکین سے ہے یعنی اے

مشرکین اگر تم ان بتون کو پکارو اور اُن سے یہ کہو کہ ہدایت کا راستہ بتاؤ تو وہ تمھین جواب بھی نہ دینگے
پس یہ کیسے معبود ہین جو ہدایت کا رستہ بھی تمکو نہین بتا سکتے مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے
یہ تفسیر اختیار کی ہے کہ اے مشرکین اگر تم ان بتون کو کسی بھلائی کیطرف بلاؤ تو وہ جواب بھی نہ دینگے
مثلاً اُن سے کہو کہ کھانا کھالو یا پانی پی لو تو نہ وہ کھائینگے نہ پئینگے سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ
أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ۝ برابر ہے تم پر کہ پکارو تم اُن کو یا چپ رہو
ف اگر مسلمانون سے خطاب مانا جاے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان مشرکین کے حق مین علم الٰہی مین
مقرر ہو چکا ہے کہ یہ دوزخ مین جائینگے کبھی ایمان نہ لائینگے اب خواہ تم اُنکو ہدایت کی طرف بلاؤ
یا خاموش رہو سب برابر ہے وہ کسی طرح ہدایت قبول نہ کرینگے اور اگر مشرکین سے خطاب مانا جا(ے)
تو مطلب یہ ہے کہ اے مشرکین خواہ تم ان بتون کو پکارو یا چپ رہو برابر ہے وہ نہ کچھ سن سکتے ہین
نہ کچھ جواب دے سکتے ہین پھر ایسے بت کیونکر پرستش کی لائق ہو سکتے ہین جن کو اتنا بھی حس نہین
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ
بیشک جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے سوا وہ بندے ہین تمہاری طرح ف یعنی جیسے تم
اللہ کے قبضہ مین ہو اسی طرح وہ بھی اللہ کے قبضہ مین ہین پھر تم اُنکی پرستش کیونکر کرتے ہو
خطاب مشرکین سے ہے فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ
صَادِقِينَ ۝ اب تم اُنکو پکارو تو چاہیے کہ جواب دین تمکو اگر تم سچے ہو ف یعنی اے
مشرکین تم جو یہ گمان کرتے ہو کہ ان بتون مین نفع نقصان پہنچانے کی قدرت ہے اور تمہاری عبادت
کی اُنکو خبر ہو جاتی ہے اور اپنے پوجنے والون سے وہ راضی ہوتے ہین اگر تم اس قول مین سچے ہو
تو چاہیے کہ جب تم اُن کو پکارو تو تمھاری بات کا جواب دین پس اس کا تم امتحان کر دیکھو اور اگر
اپنے خیال مین سچے ہو تو اُن سے اپنی بات کا جواب لے لو انہین تو اتنی قدرت بھی نہین جو تم [illegible]

تمکو کوئی پکارے تو جواب دے سکتے ہو اپنی طاقت کی بموجب اسکی مدد کر سکتے ہو مگر پھر بت جن کی تم پرستش کرتے ہو نہ تم کو جواب دے سکتے ہیں نہ کوئی تمہاری مدد کر سکتے ہیں **اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ** کیا ان کے پانون ہیں جن سے وہ چل سکتے ہوں **اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ** کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑ سکتے ہوں **اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ** کیا ان کے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکتے ہوں **اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا** کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکتے ہوں **ف** یعنی تم اپنے پانون سے چل سکتے ہو ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتے ہو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو کانوں سے سن سکتے ہو ان بتوں میں تو یہ قوتیں بھی نہیں ہیں وہ تو تم سے بھی بدتر ہیں پھر تم کیا سمجھکر ان کی پرستش کرتے ہو۔

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ

(اے محمد) تو کہدے کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر میرے ساتھ کوئی گھات کرو پھر مجھکو مہلت مت دو **ف** اللہ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر تو ان مشرکوں سے کہدے کہ اگر تمہارے بت جن کو تم اللہ کا شریک سمجھتے ہو کچھ قدرت رکھتے ہیں تو تم ان سے مدد لیکر مجھے کچھ ایذا پہونچاؤ اور جہانتک تمسے ہوسکے مجھکو ذرا بھی مہلت مت دو اور جب تم مجھکو اپنے بتوں سے مدد لیکر ذرا بھی مضرت نہیں پہونچا سکتے تو یقین کرلو کہ تمہارے بت نفع نقصان پہونچانے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے ــــــ

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

بیشک میرا کفیل وہ اللہ ہے جسنے اتاری ہے کتاب اور وہ کفیل ہوتا ہے صالحین کا **ف** یعنی میں تم سے نہیں ڈرتا اس لئے کہ میرا اعتماد اس اللہ پر ہے جسنے مجھپر قرآن نازل کیا ہے وہ میرا کفیل ہے تمہارے شر سے میری محافظت کریگا اور اسکی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ صالحین کی حفاظت کرتا ہے اور انکو کافروں کے شر سے بچاتا ہے اسلئے میں تمہارے شر سے ذرا بھی

بالعرف واعرض عن الجاہلین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا کہ اس
سے کیا مراد ہے جبرئیل نے کہا کہ اللہ تمکو یہ حکم کرتا ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اسکو معاف کرو
اور جو شخص تمکو کچھ دینا بند کرے تم اسکو دیا کرو اور جو شخص تم سے محبت چھوڑے اور قطع تعلق کرے
تم اسکے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور ترمذی اور احمد نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ
وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے ابتدا کی اور پھر پوچھا کہ مجھکو وہ
اعمال بتائیے جو افضل ہوں تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ سے قطع رحم کرے تو اس سے صلہ رحم کر
جو تجھکو محروم کرے تو اسکو عطا کر اور جو تجھپر ظلم کرے تو اس سے درگذر کر۔ بخاری نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرب اور اہل مجلس تھے
اور جن لوگوں کو قرآن زیادہ یاد ہوتا تھا وہی لوگ عمر کے مصاحب ہوتے تھے خواہ بوڑھے ہوں خواہ جوان
اور انہیں سے حضرت عمر مشورہ کیا کرتے تھے ایک مرتبہ حر بن قیس کے چچا عیینہ بن حصین نے حر سے کہا کہ
تو عمر سے مجھکو ملا دے چنانچہ حر اسکو عمر کے پاس لیگیا عیینہ نے عمر سے کہا کہ اے ابن خطاب یہ کیا
بات ہے کہ نہ تو ہمکو بہت سا مال دیتا ہے نہ انصاف کے ساتھ حکومت کرتا ہے یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو ایسا غصہ آیا کہ اسکی طرف متوجہ ہوئے اسوقت حر نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ نے اپنے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کیا ہے کہ خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین اور یہ شخص جاہلوں میں
ہے اس آیت کو سنکر عمر نے پھر حرکت نہیں کی اور عمر کی یہی عادت تھی کہ کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز
نہیں کرتے تھے اور قرآن کو سنکر فوراً رک جاتے تھے ابن مردویہ نے قیس بن [illegible] سے روایت [illegible]
کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو بعد شہادت دیکھا کہ
انکے کان اور ناک وغیرہ اعضا کاٹ کر کافروں نے صورت بگاڑ دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں ان کے بدلے ستر کافروں کی صورت بگاڑ دونگا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی خذ العفو

لکھا ہے کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تمام قرآن میں اس آیت سے زیادہ اور کوئی آیت مکارم اخلاق کی جامع نہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت کا آخری حصہ یعنی جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم آیات حکم جہاد سے منسوخ ہو گیا مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اسکو منسوخ ماننے کی کچھ حاجت نہیں اسلئے کہ اعراض عن الجاہلین کے معنی تو یہ ہیں کہ تم جاہلوں کے ساتھ جاہل مت ہو یعنی اگر وہ بیہودہ باتیں کہیں تو تم بھی انکے جواب میں بیہودہ باتیں مت کہو اور یہ حکم اذن قتال کے خلاف نہیں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جاہلوں کی بیہودہ باتوں کا جواب نہ دیں مگر اسلئے کہ دین کو غالب کرنے کے لئے ان سے قتال کریں وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اور اگر تجھ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ مانگ بیشک وہ سننے والا جاننے والا۔

ف پہلی آیت میں جاہلوں سے درگذر کرنے کا حکم ہو چکا ہے اب اللہ فرماتا ہے کہ اگر جاہلوں کی باتوں سے درگذر کرنا تجھے مشکل ہو اور شیطان وسوسہ ڈالکر تجھے اشتعال اور غصہ دلاوے تو اسکا علاج یہ ہے کہ اللہ سے پناہ مانگ اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے وہ تیری دعا کو سنے گا اور تیری حالت کو معلوم کر کے تیری دعا کو قبول کرے گا اور غصہ کی بلا سے تجھے نجات دیگا۔ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی شیطان وسوسہ ڈالتا تھا حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مجھ پر ایمان لے آیا ہے وہ مجھ کو بھلائی ہی کا حکم کرتا ہے یعنی اگر شیطان کا وسوسہ ظاہر ہو تو پناہ مانگ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صورت واقع بھی ہو جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال برباد ہو جائیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معاذ اللہ کبھی رسول اللہ سے بھی شرک واقع ہوا ہو اگرچہ اس آیت میں خطاب بظاہر رسول اللہ سے ہے مگر حقیقت

تمام امت کی تعلیم بھی مقصود ہے پس جو خطاب بظاہر رسول سے ہے وہ اصل میں تمام امت سے خطاب ہے
مطلب یہ ہوا کہ سب مسلمانوں کو یہ چاہیے کہ معافی کا طریقہ اختیار کریں بھلائی اور نرمی کے ساتھ حکم کریں
جاہلوں کی بیہودگی پر تحمل کریں اور اگر شیطان وسوسہ ڈالکر غصہ دلادے تو اللہ سے پناہ مانگیں اور
غصہ کے دفع کرنے میں اللہ سے استعانت کریں - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبد الرحمن بن زید سے
منقول ہے کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ غصہ کا کیا علاج ہوگا اسوقت آیت وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ
نازل ہوئی -

انسان کا ظاہری دشمن تو انسان ہوتا ہے اسکا علاج اللہ نے اس آیت میں بتایا کہ معافی اور
تحمل کا طریقہ اختیار کرو اور انسان کا باطنی دشمن شیطان ہوتا ہے اسکا علاج اللہ نے بتایا کہ
اللہ سے پناہ مانگو شیطان کے دفع کرنے کیلئے اللہ سے پناہ مانگنے کا حکم قرآن میں تین جگہ ہے
ایک اس آیت میں دوسرے سورۂ قد افلح المؤمنون میں تیسرے سورۂ حم السجدہ میں - بخاری
نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص آپس میں لڑنے لگے اور
انمیں سے ایک شخص کا منہ جوش غضب میں سرخ ہو گیا تھا اور وہ دوسرے شخص کو برا کہتا تھا آنحضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ شخص اس کلمہ کو کہے تو
اسکا غصہ دفع ہو جاوے اور وہ کلمہ یہ ہے أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ شیطان کے
دفع میں اللہ سے پناہ مانگنے کے معنے یہ ہیں کہ اللہ سے التجا کی ہے کہ شیطان دشمن ہے اس سے
بچاوے - اس میں درحقیقت اپنی عاجزی کا اقرار ہوتا ہے کہ میں بندہ ضعیف اپنی قوت سے شیطان
موذی کو دفع نہیں کر سکتا اور اللہ کی قدرت سے استعانت کی جاتی ہے - تفسیر کبیر میں لکھا ہے
کہ اللہ سے پناہ مانگنے کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کے امر الٰہی اور اسکی نعمتوں کو یاد کرے اور اللہ سے

غضب اور اسکے عذاب کا بھی دھیان کرے اور ان دونوں کو یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکا حکم
ماننے کی طرف متوجہ ہوگا اور جوش غضب جو اللہ کی نافرمانی کی طرف کھینچتا تھا فرو ہو جائیگا
اللہ نے جو سمیع علیم فرمایا سمیع کے لفظ سے اشارہ یہ ہے کہ انسان نے جو زبان سے اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہا اسکو اللہ نے سن لیا اور علیم سے اشارہ یہ ہے کہ اسکے معنی کا جو دل میں
تصور کیا اسکو اللہ نے جان لیا ہیں جو کچھ زبان سے ادا ہو اسکا اثر دل میں بھی چاہیے صرف
زبانی قول کا فائدہ بہت تھوڑا ہوتا ہے — إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝
بیشک جو پرہیزگار ہیں جب چھیڑتا ہے ان کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے تو یاد کرتے ہیں
پس یکایک وہ بینا ہو جاتے ہیں ف پہلی آیت میں اللہ نے حکم دیا تھا کہ جب شیطان
وسوسہ ڈالے تو اللہ سے پناہ مانگا چاہیے چونکہ پہلے سے تحمل اور معافی کا ذکر تھا اس کے
مقابلہ میں وسوسہ شیطان سے یہاں غضب مراد لیا گیا تھا مگر یہ وسوسہ ہر گناہ کے شامل حال ہے
اب اللہ اسی حکم کی اور زیادہ تاکید کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ گناہوں سے پرہیز کرتے
ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے دل میں جب شیطان کسی گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے
خواہ وہ گناہ غضب ہو یا اور کوئی فعل حرام ہو تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں جسکی وجہ سے انکی آنکھیں
کھل جاتی ہیں یعنی عقل درست ہو جاتی ہے اور اس گناہ کی برائی سمجھ میں آجاتی ہے اللہ کو یاد کرنے
سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی قدرت اور غضب اور عذاب جہنم کو یاد کرکے یہ دھیان کرتے ہیں
کہ اس گناہ سے اللہ ناراض ہوگا اور اسکا عذاب ایسا سخت ہے جسکا تحمل کسیطرح ممکن نہیں اور
اسوجہ سے وہ اس گناہ سے باز رہتے ہیں — ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ
میں عمرو بن جامع کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ایک جوان مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا حسب اتفاق ایک

بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا اور جب نہیں لاتا تو اُن کے پاس کوئی
آیت تو کہتے ہیں کیوں نہیں بنا لیتا آیت ف یعنی جب کچھ مدت تک قرآن کی کوئی آیت
نازل نہوتی تو مشرکین مکہ یوں کہتے تھے کہ اے محمد تو اپنی طرف سے آیتیں بنا کر کیوں نہیں پڑھ دیتا
اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت سے مراد معجزہ ہے یعنی مشرکین کہ جنھوں نے
معجزات کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور ہمیشہ رسول سے معجزات طلب کیا کرتے تھے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں حکم الٰہی کے منتظر رہتے تھے تو کافر کہتے تھے کہ اپنی
طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں ظاہر کرتا اور بعض نے اجتبیتہا کے معنے طلب کرنے کے کہیں
یعنی جب معجزہ ظاہر نہوتا تو کافر کہتے کہ اللہ سے معجزہ کیوں نہیں طلب کرتا قُلْ اِنَّمَا
اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ تو کہہ کہ اسکے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ میں
اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی آتی ہے مجھپر میرے رب سے ف یعنی اے محمد تو کہہ
کہ قرآن کی آیت میں اپنی طرف سے نہیں بناتا بلکہ جو اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور قرآن
کی آیت نازل ہوتی ہے وہی بیان کرتا ہوں اور اگر آیت سے معجزہ مراد ہو تو مطلب یہ ہے
کہ اے محمد تو کہہ دے کہ معجزہ میں اپنی طرف سے نہیں بنا سکتا بلکہ اللہ کے حکم کا منتظر رہتا ہوں
اور جب اللہ کا حکم ہوتا ہے اُسی وقت معجزہ ظاہر کرتا ہوں بغیر اللہ کے حکم کے معجزہ ظاہر نہیں ہوتا
هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ
یہ نشانیاں ہیں تمہارے رب کی طرف اور ہدایت اور رحمت ہیں اُن کے لئے جو ایمان لاتے
ہیں ف یعنی قرآن کی آیتیں میری بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے یہ نشانیاں
نازل ہوئی ہیں اور جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اُن کے لئے یہ آیتیں رحمت اور ہدایت
ہیں یا معجزہ طلب کرنے والوں سے یوں کہا گیا کہ تم اور معجزہ کیوں طلب کرتے ہو یہی قرآن کیا

آیتیں بہت بڑا معجزہ ہیں یعنی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور مومنین کے لیے رحمت اور ہدایت ہیں اگر آدمی اسکو بنا سکے تو تم بنا دو **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝** اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپکے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے **ف** اول اللہ نے یہ فرمایا کہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور اسکے بعد یہ حکم دیا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اور خاموش رہو یعنی خوب متوجہ ہو کر اس پر غور کرو اسلئے کہ قرآن ہدایت اور رحمت انہیں کے لئے ہوگا جو اسکے مطالب پر غور و فکر کرینگے اور اسکی ہدایتوں کو سمجھ کر مانینگے اسکی مثالوں سے عبرت حاصل کرینگے احکام پر عمل کرینگے اسمین جنت کا ذکر سنکر اسکی طلب مین کوشش کرینگے اور دوزخ کا ذکر سنکر اس سے بچنے کی تدبیر کرینگے یہ سیدھا سادا مطلب اس آیت کا ہے مگر فقہا نے جو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے مسئلہ مین اس آیت سے استدلال کیا ہے اسمین بہت اختلاف ہے —

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ اس آیت مین اللہ نے قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم کیا لیکن جب نماز مین امام جہر سے قرآن پڑھے اس وقت اس حکم کی اور زیادہ تاکید ہے اسلئے کہ مسلم نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ امام اسلئے مقرر ہوا ہے کہ تم اسکی پیروی کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو ابو ہریرہؓ سے یہ منقول ہے کہ نماز مین باتین کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو سکوت کا حکم ہوا۔ ابن جریر نے ابن مسعودؓ سے بھی یہی نقل کیا اور ایک روایت ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود نماز پڑھتے تھے انہون نے سنا کہ لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں جب ابن مسعودؓ نے نماز تمام کی تو سب لوگون کو خوب تاکید سے سمجھایا کہ اللہ کا حکم ہے

کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو تم سنو اور خاموش رہو ابن جریر نے زہری سے یہ روایت کی ہے کہ
انصار میں سے ایک جوان کی یہ عادت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تو وہ بھی
پڑھتا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور امام احمد اور اہل سنن نے ابو ہریرہؓ سے یہ روایت
کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قرات کی تھی ایک شخص نے اسکا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں کہتا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن میں میرے ساتھ جھگڑا کیا جاتا ہے۔ ترمذی نے
اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ابو حاتم نے صحیح کہا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے زہری سے
نقل کیا ہے کہ مقتدیوں کو امام کی قرات کافی ہے اور اگرچہ امام کی آواز نہ آتی ہو لیکن جب نماز
جہری نہو تو مقتدی اپنے دلوں میں پڑھ لیں لیکن جہری نماز میں امام کے پیچھے کسی کو قرات جائز
نہیں نہ صراحۃً نہ علانیۃً اسلئے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ۔ ان سب اقوال کے نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علما کی ایک جماعت کا یہی
قول ہے کہ امام کے پیچھے نماز میں کچھ نہ پڑھے نہ سورۂ فاتحہ نہ کچھ اور قرآن امام مالکؒ کا مذہب یہی
ہے۔ اور قدیم قول شافعیؒ کا بھی یہی ہے۔ اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور امام شافعی کا
جدید قول یہ ہے کہ سکتات امام میں سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین
وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا یہ قول ہے کہ مقتدی پر قرات واجب
نہیں نہ نماز سریہ میں نہ جہریہ میں اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جسکے لیے امام ہو اسکے لئے امام
کی قرات اسکی قرات ہے۔ یہ حدیث مسند احمدؒ میں جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور موطا
مالکؒ میں موقوفاً اور اصح یہی موقوفاً ہے۔ امام بخاری نے اس مسئلہ میں ایک خاص رسالہ
لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام کے پیچھے نماز سری اور جہری دونوں میں الحمد پڑھنا واجب ہے

واللہ اعلم۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی تفسیر میں
روایت کی ہے کہ یہ حکم فرض نماز میں ہی ہے اور عبداللہ بن المغفل سے بھی یہی مروی ہے ابن جریر
نے عبداللہ بن کریز سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا
اور عبید بن عمیر اور عطا بن رباح آپس میں باتیں کر رہے تھے میں نے اُن دونوں سے کہا کہ تم ذکر
نہیں سنتے اور گناہ اپنے ذمے لیتے ہو یہ سنکر اُن دونوں نے میری طرف دیکھا اسکے بعد پھر آپس میں
باتیں کرنے لگے میں نے پھر یہی کہا اُنھوں نے پھر میری طرف دیکھا اور آپس میں باتیں کرنے لگے میں
نے تیسری بار یہی کہا اُنھوں نے پھر میری طرف دیکھا اور دونوں نے یہ کہا کہ آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ
کا حکم فقط نماز میں ہے اور سفیان ثوری نے مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ
کا حکم فقط نماز میں ہے مجاہد کا یہ قول سفیان کے سوا اور طریقوں سے بھی مروی ہے اور عبدالرزاقؒ نے
مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ جو شخص خارج نماز قرآن پڑھے اُس وقت باتیں کرنا جائز ہیں اور
سعید بن جبیر اور ضحاک اور ابراہیم نخعی اور قتادہ اور شعبی اور سدی اور عبدالرحمن بن زید بن
اسلم کا یہ قول ہے کہ اس آیت کا حکم نماز میں ہے اور شعبہ نے مجاہد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت کا
حکم نماز اور جمعہ کے خطبہ میں ہے۔ اور ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا
حکم نماز اور ذکر سے مختص ہے اور ابن مبارک نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا
حکم عیدین اور جمعہ کے خطبہ سے اور جہری نماز سے مختص ہے اور ابن جریر نے بھی یہی قول اختیار
کیا ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم فقط نماز اور خطبہ میں ہے۔ یہاں تک ترجمہ
تفسیر ابن کثیر کا ہے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سب فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ خارج نماز بھی
جو شخص قرآن کو خاموش رہ کر سنے گا اُس کو بہت اجر ملیگا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک آیت قرآن کی

سنی اسکے لیئے دونی نیکی لکھی جاسے گی اور جس نے ایک آیت تلاوت کی اسکے لیئے قیامت کے دن
نور ہوگا **فقہاے حنفیہ** نے لکھا ہے کہ قرآن کا ہر وقت میں سننا واجب ہے خواہ داخل
صلوۃ ہو خواہ خارج صلوۃ مگر جب کوئی عذر ہو اسوقت واجب نہیں۔ شامی نے حاشیہ درمختار میں لکھا
ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر قرآن پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہیں تو پڑھنے والا گنہگار
ہوگا۔ اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور لوگ سوتے ہوں تو بھی پڑھنے والا گنہگار ہوگا اسلیئے کہ وہ لوگ
جو قرآن نہ سن سکے اسکا باعث وہ پڑھنے والا ہوا اور اسنے ان کو ایذا بھی دی جو سوتے سے جگایا۔
شامی نے شرح منیہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض شخص خاموش ہوکر
اسکو سنتے رہے تو سب کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگیا۔ **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝** اور یاد کر اپنے
رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پستی کے ساتھ جہر کی بات سے صبح اور
شام اور مت ہو غافلوں میں سے **ف** یہ حکم ہر ذکر کے واسطے ہے کہ اپنے دل میں اللہ کو
عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کرے اور اگر جہر کرے تو فقط اسقدر کہ بلند آواز سے یعنی بلند آواز
سے جو بات کرتے ہیں اس سے آواز پست ہو۔ حاصل یہ ہوا کہ دل میں یاد کرے اور پست آواز سے
یاد کرے آواز بلند نہ کرے۔ سب سے پہلے اللہ نے ذکر کا حکم کیا پھر اسکا ساتھ عاجزی اور خوف
کی صفت بیان کی یہ دونوں صفتیں دل کے ذکر کی تاکید کے لئے ہیں اسلیئے کہ عاجزی اور خوف
دل کا کام ہے جبتک دل سے ذکر نہ کریگا خشوع اور خضوع حاصل نہیں ہوسکتا اور آخر میں ذکر کے
غافلات سے منع کیا یہ بھی اسی کی تاکید ہے اسلیئے کہ زبان سے ذکر کرنا اور دل میں اسکا غافل
ہونا غفلت میں داخل ہے۔ ذکر قلب کے ساتھ اللہ نے ذکر زبانی کا بھی حکم کیا تاکہ زبان اور دل

دونوں مطابق ہو جاویں پس ذکر کی دو قسمیں ہوئیں ایک وہ جو فقط دل سے ہو اور دوسری وہ جو دل اور زبان سے ہو۔ صبح شام کی تخصیص اسلئے کی کہ ان دونوں وقتوں میں ذکر زیادہ افضل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبح اور شام کے وقت بندوں کے اعمال کو فرشتے آسمان کی طرف لیجاتے ہیں علاوہ اسکے صبح کا ذکر اسلئے افضل ہے کہ دن کے اعمال میں سب سے پہلے اللہ کا ذکر ہو اور شام کا ذکر اسلئے افضل ہے کہ رات کے اعمال میں سب سے پہلے اللہ کا ذکر ہو۔ قطع نظر اس کے صبح اور شام کا وقت اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانیاں ہیں کہ تاریکی سے روشنی اور روشنی سے تاریکی ظاہر ہوتی ہے۔ پس اللہ کی اس عجیب نشانیوں کو دیکھکر اللہ کو ضرور یاد کرنا چاہیئے۔ اسکے سوا یہ ہے کہ جب رات اور دن کی ابتدا اور انتہا میں اللہ کو یاد کیا تو تمام اوقات پر ذکر محیط ہو گیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صبح شام کے ذکر کا قرآن میں بہت حکم ہے اور یہ آیتیں معراج سے پہلی ہیں اسوقت صرف صبح شام کی نماز تھی۔ پانچ وقت کی نماز معراج میں فرض ہوئی ہے **اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ۵** بیشک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں اسکی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور اسکی پاکی بیان کرتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں **ف** سجدہ کرنے سے مطلق عبادت مراد ہے یعنی فرشتے جو باعتبار بزرگی کے اللہ سے قریب ہیں وہ اللہ کی عبادت سے کسی وقت سرکشی نہیں کرتے اور اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور اسی لیے اس آیت پر سجدہ واجب ہے یعنی ملائکہ کے سجدہ کا ذکر سنکر انسان بھی سجدہ کریں۔ قرآن میں یہ پہلی آیت سجدہ کی ہے اس کے پڑھنے والے اور سننے والے کو بالاجماع سجدہ واجب ہے

صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جب انسان سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اُس سے دور
ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس کہ اس کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا پس اسکے
لئے جنت ہے اور مجھکو سجدہ کا حکم ہوا مین نے نافرمانی کی تو میرے لئے نار ہے ۔۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَال یہ سورت مدنی ہے اور اسمین پچھتر آیتین ہین ۔ اتقان مین
لکھا ہے کہ مقاتل کا یہ قول ہے کہ اس سورت مین آیت اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ مکی ہے مگر
ابن عباسؓ سے یہ قول صحیح ہوا ہے کہ یہ آیت بعینہٖ [illegible] مدینہ مین
بھی نازل ہوئی تھی اور بعض کا قول ہے کہ آیت یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ [illegible] مکی ہے ۔ اور بزار نے
ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط تجھسے پوچھتے ہین غنیمتون کا حکم ۔ **قُلِ**
الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ج توکہدے غنیمتون کا مال اللہ اور رسول کے
لئے ہے **ف** یعنی غنیمت کا مال جو جہاد مین حاصل ہوا اُسکا رسول کو اختیار ہے کہ اللہ کے
حکم کی بموجب جسطرح چاہے صرف کرے رسول [illegible] تفسیر [illegible]
مین لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ابی امامہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے عبادہ سے
انفال کو پوچھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے حق مین ہے اور جب مال
غنیمت مین ہم جھگڑنے لگے اور برے طور اختلاف پڑا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانون پر غنیمت کا مال بحصہ مساوی تقسیم کر دیا۔ اور نیز امام احمد رح
نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ہم غزوہ بدر مین حاضر تھے جب مقابلہ ہوا تو اللہ نے دشمن کو شکست دی مسلمانون کے
ایک گروہ نے کافرون کا تعاقب کیا انکو بھگاتے تھے اور قتل کرتے تھے۔ دوسرے گروہ نے
مال غنیمت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک جگہ لا کر جمع کیا۔ تیسرے گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت کی تاکہ دشمن دھوکا دیکر ان پر حملہ نہ کرے رات کو سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور مال غنیمت
کی تقسیم مین باہم جھگڑنے لگے جس گروہ نے غنیمت کے مال کو جمع کیا تھا وہ کہنے لگے کہ یہ مال
ہمنے جمع کیا ہے ہمارے سوا اور کسیکا اسمین حق نہین جس فریق نے تعاقب کیا تھا وہ کہتے تھے
کہ ہمنے اس مال سے دشمنون کو ہٹایا اور بھگایا اس لئے یہ سب مال ہمارا حق ہے۔ جس گروہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم نے بڑا ضروری کام انجام دیا ہے
اس لئے ہم حقدار ہین اسوقت یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب
مسلمانون مین وہ مال برابر تقسیم کر دیا اگرچہ ابن کثیر نے اسکے سوا اور بھی بہت سی روایتین اس
آیت کے سبب نزول مین لکھی ہین مگر جو روایت مذکور ہوئی الفاظ قرآن سے زیادہ مناسبت
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ لی تو اللہ سے ڈرو اور آپس کے
معاملات درست کرو ف یعنی اللہ سے ڈر کر باہمی جھگڑے دور کرو اور آپس میں صفائی
کرو وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان لانے والے ہو ف
یعنی اللہ سے ڈرنا اور آپس مین صلح کرنا اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا مقتضائے ایمان
ہے پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان خصلتون کو اختیار کرو یہ جو فرمایا کہ (اگر تم ایمان والے ہو)

اس سے یہ مراد نہیں کہ اُن کے ایمان میں کچھ خلل تھا بلکہ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جو مومن ہو وہ ان کو یہ
خصلتیں اختیار کرنا چاہیں۔ اطاعت جمیع امور میں واجب ہے منجملہ اُسکے مال غنیمت کی تقسیم بھی ہے
پس یہاں مقصود یہی ہے کہ غنیمت کی تقسیم میں جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کریں اُسکو
قبول کرو اور راضی رہو۔ آپس میں صلح کرنے کے فضائل میں ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے
کہ حافظ ابو یعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بیٹھے ہوئے تھے یکایک آپ ہنسے کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اُسوقت عمر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کس بات نے ہنسایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ میری امت کے دو شخص اللہ کے سامنے پیش ہوئے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرا حق
جو میرے اس بھائی نے غصب کیا ہے مجھے دلا دے اللہ نے اُس غاصب سے کہا کہ اپنے
بھائی کا حق دیدے غاصب نے کہا کہ میری نیکیوں سے کچھ باقی نہیں رہا تب مظلوم نے کہا کہ اے اللہ
تو میرا بوجھ یہ اٹھا دے پھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے
اور فرمایا کہ قیامت کا دن ایسا سخت دن ہوگا کہ لوگ اس امر کے محتاج ہونگے کہ کوئی ان کا
بوجھ اٹھا دے۔ اسوقت اللہ نے طالب سے کہا کہ اپنی نظر اٹھا اور جنت کو دیکھ جب اُس نے
سر اٹھایا تو کہا کہ اے اللہ مجھ کو ایسے شہر نظر آتے ہیں جنکی عمارتیں چاندی سے بنی ہوئی ہیں اور
سونے کے محل نظر آتے ہیں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں یہ کس نبی کے لئے ہیں یا کس صدیق
کے لئے ہیں یا کس شہید کے لئے ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کے لئے ہیں جو ان کی قیمت
ادا کرے تو اُس نے کہا کہ اے اللہ کس کو طاقت ہے کہ ان کی قیمت دے سکے تو اللہ نے فرمایا کہ
تو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ تب اُس شخص نے کہا کہ اے اللہ ان کی قیمت کیا ہے۔ تو اللہ
نے فرمایا کہ تیرے بھائی نے جو تجھ پر ظلم کئے ہیں وہ معاف کر دے۔ تب اُس نے کہا کہ اے اللہ

صلح کی فضیلت

ہین نے معاف کئے۔ تب اللہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور تم دونوں جنت مین داخل ہو جاؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصْلِحُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور آپس مین صلح کرو اس لئے کہ اللہ بھی قیامت کے دن مومنین مین صلح کراوے گا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۵ بیشک ایمان والے وہی ہین کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اُن کے دل ڈر جاوین اور جب اللہ کی آیتین اُن پر پڑھی جاوین تو اُنکا ایمان بڑھ جاوین اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہین **ف** یعنی کامل ایمان والے وہی ہین کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اُن کے دلون مین اللہ کا خوف پیدا ہو۔ اللہ کا خوف دو قسم ہے ایک اللہ کے عذاب کا [illegible] اور دوسرے [illegible] کے [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] ہیبت [illegible] خوف [illegible] کے

[illegible] خصوصاً جب اللہ کا ذکر ہو تو [illegible] خوف کا اثر [illegible] ظاہر ہو۔ دوسری صفت مومن کی یہ ہے کہ جب اللہ کی آیتین اُن کے سامنے پڑھی جاویں تو اُنکا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی جو امور مقتضاے ایمان ہین مثلاً اللہ کا خوف اور زہد و تقوی اور عبادت کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جاوے۔ تیسری صفت مومنین کی یہ ہے کہ اللہ پر توکل کرتے ہین یعنی سب کام اپنے اللہ کی سپرد کرتے ہین اور اللہ کے سوا [illegible]

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ [illegible] وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۵ ایسے [illegible] جو قائم کرتے ہین نماز کو اور ہم نے جو دیا ہے اُن کو اُس مین سے خرچ کرتے ہین **ف** چوتھی صفت مومنین کی یہ ہے کہ وہ نماز کے پابند ہون۔ اقامت صلوٰۃ سے بعض کے نزدیک پانچون وقت کی پابندی

کہا تو یہ کہنا ہمارے حق میں مال غنیمت سے بہتر تھا اسی قصہ میں آیت کما اخرجک ربک الخ نازل ہوئی

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

اور جس وقت وعدہ کرتا تھا تم سے اللہ ایک کا دو گروہوں میں سے کہ بیشک وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ جو قوت والا نہیں وہ تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ غالب کرے حق کو اپنے احکام سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی تاکہ سچا کرے حق کو اور جھوٹا کرے باطل کو اور اگرچہ ناخوش ہوں گنہگار ف یعنی اے محمد اس وقت کو یاد کر جبکہ اللہ نے تم سے یہ وعدہ کیا کہ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر تم کو فتحیابی ہوگی اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ تم کو قافلہ ملے جس میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آوے ۔ لشکر قریش جو صاحب قوت ہے اس سے مقابلہ نہ ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق یعنی دین اسلام کو غالب کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ دین حق کی حقیت اور دین باطل کا بطلان کھل جاوے اگرچہ مجرم یعنی مشرک غلبۂ اسلام کو پسند نہ کرتے ہوں لیکن چونکہ اللہ کو غلبۂ اسلام منظور تھا اسی لئے قافلے کو بچا دیا اور مشرکین کے لشکر سے تمہارا مقابلہ کرا دیا اور تم کو فتح دی اسی لڑائی میں کافروں کی جڑ اکھڑ گئی اور دین حق غالب ہو گیا ۔

اللہ کے کلمات سے اللہ کے وہ احکام مراد ہیں جو اس واقعہ کے متعلق بذریعہ وحی کے احکام ہوئے یا وہ احکام مراد ہیں جو فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کرنے کا حکم کیا یا احکام آئندہ سے مراد ہیں ۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

سے تم اپنے رب سے تو دعا قبول کی تمھارے لئے کہ میں مدد کرونگا ہزار فرشتوں سے پیچھے پیچھے آنیوالے

ف اللہ اس وقت کو یاد دلاتا ہے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ مشرکین کے لشکر سے
خواہ مخواہ لڑنا پڑیگا اسوقت اپنا ضعف اور کافروں کی قوت دیکھکر اللہ سے مدد کی دعا مانگی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا مانگی چنانچہ صحیح مسلم میں عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ مشرکین کا شمار غزوۂ بدر کے دن ایکہزار تھا اور مسلمان تین سو ستر آدمی
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو قبلہ رو ہوکر دونوں ہاتھ پھیلائے اور
اللہ سے دعا مانگنا شروع کی کہ اے اللہ اپنا وعدہ پورا کر اے اللہ جو تونے مجھسے وعدہ کیا
وہ مجھکو دے - اے اللہ اگر تو مسلمانوں کے اس لشکر کو ہلاک کر دیگا تو پھر دنیا میں کوئی
تیری عبادت کرنے والا نہ رہیگا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں مشغول رہے
کہ آپ کی چادر کاندھوں پر سے گر گئی پھر ابوبکر آئے اور آپکی چادر اٹھا کر آپکے کاندھوں پر ڈالی
اور آپکو پیچھے سے تھام لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ بس اتنی دعا آپکی کافی ہے اللہ آپ
اپنا وعدہ پورا کریگا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی - اللہ فرماتا ہے کہ جبکہ تمہاری دعا قبول کی
یعنی جب تم نے دعا مانگی تو ہم نے یہ کہا کہ ہم ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کرینگے مردفین
کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ فرشتے آگے پیچھے تھے یا یہ معنی ہیں کہ وہ فرشتے لشکر اسلام کے پیچھے
تھے - اگرچہ ایکہزار فرشتے نازل ہوئے تھے اور وعدہ تھا کہ اگر کافروں کی تعداد بڑھ جاویگی
تو ملائکہ تین ہزار آجائینگے اور اگر اس سے بھی زیادہ مشرکین کی فوج بڑھی تو ملائکہ پانچ ہزار ہونگے
چونکہ غزوۂ بدر سے پہلے مسلمانوں نے کافروں پر غلبہ نہیں پایا تھا اور کافروں کی شوکت بہت بڑی
قوت اور مسلمانوں کا ضعف دیکھ چکے تھے اسلئے بمقتضائے بشریت کافروں کی ہیبت بہت غالب
تھی باوجودیکہ بدر میں ایکہزار کافروں کی فوج مع ساز و سامان کے مقابل تھی اور مسلمان فقط تین سو

آدمی بے سامان تھے اسلئے اور زیادہ ہیبت کا موقع تھا۔ یہ ممکن تھا کہ اللہ مسلمانون کے دلون سے ہیبت کھو دیتا یا بغیر لڑائی کے کافرون کو غارت کر دیتا مگر حکمت الٰہی مقتضی اس امر کی تھی کہ معمول کی مطابق مسلمان لڑین اور اپنی جانفشانی سے کافرون کی بڑی جماعت پر فتح پاوین اسلئے مسلمانون کے دل بڑھانے کے لیے فرشتے نازل کئے فرشتون کے اُترنے کی خبر بیان رسول اللہ سے معلوم ہوئی اور کسی کسی شخص نے آنکھون سے بھی دیکھا فرشتے فقط مسلمانون کی تسلی کے لیے اُترے تھے نہ لڑنے کے لیے اگرچہ چند آدمیون کو فرشتون نے قتل کر کے ان کا اثر بھی مسلمانون کو دکھا دیا وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اور نہین کیا اُسکو اللہ نے مگر اسلئے کہ تمکو خوشخبری مل جاوے اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلون کو اطمینان ہو جاوے اور نہین ہے فتح مگر اللہ کی طرف سے ف یعنی اللہ نے فرشتون کو فقط اس لئے نازل کیا تھا کہ تمکو فتح کی بشارت مل جاوے اور تمہارے دلون کو اطمینان ہو جاوے تاکہ تم پوری ہمت باندھو اور ٹوٹ کر مشرکین کی جماعت سے لڑو اور اُن کی کثرت اور قوت کا کچھ خوف نہ کرو اور اپنی کوشش اور جانفشانی سے فتح پاؤ پھر اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ فتح نہ فرشتون کی مدد سے ہو نہ اپنی قوت یا فوج کی کثرت سے یہ سب ظاہری سبب ہین درحقیقت فتح مین اُنکو کچھ اثر نہین اور فتح فقط اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ف غالب ہے یعنی فتح اُسی کے اختیار مین ہے جب چاہے کمزورون کو زبردستون پر غالب کر دے اور حکیم ہے یعنی جب اقتضا اُسکی حکمت کا ہوتا ہے اُسی وقت فتح دیتا ہے اور جسکو فتح دینا مقتضا ئے حکمت ہوتا ہے اُسی کو فتح دیتا ہے اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ

أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ط جب کہ چھپا لیا تمکو

نیند مین اپنی طرف سے امن دینے کے لیے اور اتارتا تھا آسمان سے پانی اس لیے کہ
تمکو پاک کرے اور شیطانی نجاست تم سے دور کر دے اور اسلیے کہ مضبوط کر دے
تمہارے دلون پر اور ثابت کر دے اُس کے سبب سے قدم ف اللہ کی اس نعمت کو
بھی یاد کرو کہ اس معرکہ مین اللہ نے تمکو سلا دیا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ نیند
اُس شب مین ہوئی جس کی صبح کو لڑائی ہونے والی ہے اگرچہ وہ بہت بڑے خوف کا موقع
تھا اس لیے کہ مسلمان کمزور تھے اور لڑائی مقرر ہو چکی تھی مشرکین کا لشکر جرار مقابلہ
کے لیے سامنے پڑا ہوا تھا ایسے خوف کی حالت مین نیند نہیں آیا کرتی مگر اللہ نے مسلمانون کے
دلون سے رعب بالکل دور کر دیا اور سب کے سب چین سے سو رہے۔ اس سلا دینے مین یہ
بھی فائدہ تھا کہ صبح کو کچھ ماندگی اور تکان نہو اور لڑائی کے لیے چست ہو جاوین۔ ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ ابو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے دن ہماری فوج مین بجز مقداد
کے کوئی سوار نہ تھا اور ہم سب سوتے رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک ایک
درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ جس وقت دونون
صفون کا مقابلہ ہوا اُس وقت مسلمانون کو اونگھ آ گئی تھی۔ غزوہ احد مین بھی یہی ہوا تھا
اور اسمین یہ مصلحت تھی کہ مشرکین کی کثرت دیکھ کر ہیبت نہ بیٹھے۔ دوسرا احسان اللہ کا
یہ تھا کہ پانی برسایا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی ابن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف چلے تو جس جگہ اترے

وہاں نرم ریتا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان میں مشرکین کا لشکر حائل ہو گیا تھا
اور مسلمانوں میں بہت ضعف تھا اور شیطان نے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم تو اللہ کے
دوست ہو اور تم میں رسول اللہ ہیں اور پھر بھی پانی تم کو نہ ملا بلکہ مشرکین کو ملا اور تم حالت
جنابت میں نمازیں پڑھتے ہو اس وقت اللہ نے مینہ برسا دیا مسلمانوں نے پانی پیا اور
پاک ہو گئے اور وسوسہ شیطانی دور ہو گیا اور بارش کی وجہ سے ریتا جم گیا۔ آدمی اور
جانور اس پر چلنے لگے ہیں کافروں کے لشکر پر جا پہنچے۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اسی مضمون
کی روایت لکھی ہے۔ اور خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ ابو نعیم نے دلائل میں
اور ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شب کی صبح کو
بدر کی لڑائی ہونے والی تھی اس شب میں بارش ہوئی اور ہم نے درختوں کے نیچے اور ڈھالوں
کے سایہ میں پناہ لی۔ ابن کثیر نے مجاہد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اول مینہ برستا تھا پھر نیند
آئی تھی۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ تم کو سلا دیا تھا اور اس سلانے میں تم کو اللہ نے اپنی طرف
امن دی تھی اور تم پر مینہ برسایا تاکہ تم پاک ہو جاؤ یعنی وضو اور غسل کر لو اور شیطان جو تمہارے
دل میں وسوسہ ڈالتا تھا وہ دور ہو جاوے اور اللہ کے اپنے فضل کو دیکھ کر تمہارے دل
مضبوط ہو جاویں اور قدم ثابت ہو جاویں۔ قدموں کے ثابت ہونے سے یا تو مراد یہ ہے کہ
لڑائی میں ثابت قدم رہو یا مراد یہ ہے کہ ریتے کے جم جانے کی وجہ سے تمہارے پاؤں
ریتے پر قائم رہیں پھسلیں نہیں۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا جبکہ وحی کرتا تھا تیرا رب فرشتوں پر
کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو ثابت رکھو ایمان والوں کو ف اس وقت کو بھی اللہ یاد دلاتا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ اے ایمان والو جب ملو تم کافروں سے جو ہجوم کرنے والے ہوں تو ان سے پیٹھ مت پھیرو وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ اور جو شخص پھیرے اس دن اپنی پیٹھ سوا اسکے جو لڑائی کے لیے حرفت کرنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف پناہ لینے والا ہو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹ گیا اور ٹھکانا اسکا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا

ف یعنی جو کافروں کے مقابلہ سے بھاگے گا وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا مگر یہ حکم اس بھاگنے کے لیے ہے جو نامردی سے بھاگے اور اگر بھاگنا نامردی سے نہو بلکہ ایسی صورت سے بھاگنا ہو جو مصلحت جنگ ہو تو وہ بھاگنا نہیں مثلاً حرفت یعنی گھات اور تدبیر کرنے کے لیے بھاگے یعنی ایک طرف سے بھاگے اور دھوکا دیکر دوسری طرف سے آ کر حملہ کرے یا اسلیے بھاگے کہ بھاگ کر مسلمانوں کے بڑے گروہ میں پناہ لے تو ایسا بھاگنا جائز بلکہ عین تدبیر جنگ ہے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ تو تم نے قتل نہیں کیا کافروں کو مگر اللہ نے انکو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا تھا لیکن اللہ نے پھینکا ف

یعنی تم یہ مت سمجھو کہ یہ فتح پالینا تمہارا کام تھا بلکہ درحقیقت یہ فتح ہماری مدد سے ہوئی ہے ورنہ تم کچھ نہیں کر سکتے تھے اسلیے کہ کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا یعنی اگر اللہ مدد نہ کرتا تو تم ان کے قتل پر قادر نہ تھے اور اے پیغمبر تو نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی تھی یعنی ظاہر میں تو تو نے پھینکی مگر حقیقت میں اس خاک کو کافروں کی

آنکھوں میں اس سے ہو گیا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بدر کے
دن بہت سی دعا مانگنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر تشریف لائے تو
آپ نے مٹھی بھر کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا شاہت الوجوہ یعنی ان کے منہ
بگڑ گئے اسکے بعد فوراً آپ نے اصحاب کو حملہ کا حکم دیا وہ کنکریاں تمام مشرکین کی آنکھوں میں
پہونچیں ایک کافر بھی ایسا نہ تھا جو ان سے بچا ہو اس وجہ سے سب اپنی آنکھیں ملنے لگے اور لڑنا
بھول گئے اسی حالت میں مسلمانوں نے حملہ کیا تو فوراً کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اسکے بعد
ابن کثیر نے بدر کے دن کنکریوں کی مٹھی پھینکنا اور اسی بیان میں اس آیت کا نازل ہونا ابن
عباس اور سدی وغیرہ سے نقل کیا ہے اسی طرح غزوہ حنین کے روز بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی مگر اس آیت میں غزوہ بدر کا بیان ہے۔ طبری کو [illegible]
[illegible]
مگر طبری کے اس قول کو اکثر محدثین نے رد کیا ہے [illegible]
[illegible]
وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا اور اسلئے کہ مومنوں کا [illegible]
(اللہ نے تمہاری مدد کی) ف یعنی اللہ نے مومنوں کی مدد اسلئے کی کہ انکا اچھی طرح
[illegible]
بہت سے کافروں پر غالب کر دیا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ بیشک اللہ سننے والا
جاننے والا ہے ف یعنی اللہ مسلمانوں کی دعائیں سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ فتح
اور غلبہ کا مستحق کون فریق ہے ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ

بعد فتح) اور بیشک اللہ سست کرنے والا ہے کافرون کی تدبیر کو ف یعنی بعد فتح
تمکو حاصل ہوگئی اور آیندہ بھی اللہ کافرون کی تدبیرون کو بگاڑدیگا اور تمکو فتح دیگا
اسمین اللہ نے مسلمانون کو بشارت سنادی کہ آیندہ بھی تمہاری فتح ہوگی اور کافر
مغلوب ہونگے إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ (اے
کافرو) اگر تم فتح مانگو گے تو آگئی تمہاری فتح ف اب اللہ کافرون سے خطاب کرکے
طعن کے طور پر فرماتا ہے کہ اے کفار مکہ اگر تم فتح کی دعا مانگتے تو دیکھو فتح تمکو مل گئی یعنی فتح کے
بعد شکست و ذلت تمکو نصیب ہوئی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے
کہ جب دونون فوجون کا مقابلہ ہوا تو ابو جہل نے یون کہا کہ اے اللہ ہم دونون گروہون مین
جو فریق قاطع رحم ہو اور نئی نئی باتین بیان کرتا ہے تو صبح کے وقت تو اسی کو ہلاک کردے نسائی
اور حاکم نے بھی اسی روایت کی ہے اور ابن عباس و مجاہد و ضحاک وغیرہم سے بھی منقول ہے اس قول مین [illegible]
ابو جہل نے اپنی فوج کے لیے فتح کی دعا مانگی تھی اس کا جواب اللہ نے یہ دیا کہ تم جو اپنے لیے
فتح مانگتے سو تو تمہاری فتح یہ ہے جو تمکو حاصل ہوئی۔ اور سدی سے یہ منقول ہے کہ جب مشرکین
مکہ سے جنگ بدر کے لیے چلے تو انہون نے کعبہ کے پردے پکڑ کر یون دعا مانگی کہ اے اللہ
اس لشکر کو فتح دے جو ہم دونون مین اعلیٰ ہے اور اس گروہ کی مدد کر جو ہم دونون مین اکرم
ہے اور اس قبیلہ کی مدد کر جو ہم دونون مین افضل ہے اسی طلب فتح کے جواب مین اللہ نے
بطور طعن کے فرمایا کہ تم جو فتح کی دعا مانگتے ہو تو تمکو فتح مل گئی۔ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ اور اگر تم باز آجاؤ تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے ف یعنی اگر تم
کفر و شرک اور مسلمانون کی دشمنی چھوڑ دو تو تمہارے حق مین بہتر ہے وَإِن تَعُودُوا
نَعُدْ اور اگر تم دوبارہ ویسی کرو گے تو ہم پھر وہی کرینگے —

گرچہ کانوں سے سنتے ہیں مراد یہ ہے کہ کفار یا منافقین ہیں إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ بیشک بدتر جانور اللہ کے نزدیک
بہرے گونگے ہیں جو سمجھتے نہیں ف یعنی جو لوگ حق کے سننے اور قبول کرنے میں بہرے اور گونگے
بنے ہوئے ہیں اور کسی طرح سمجھتے نہیں وہ اللہ کے نزدیک جانوروں سے بدتر ہیں اسلئے کہ جانور
نافرمان نہیں اور یہ لوگ نافرمان ہیں وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ
وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ اور اگر اللہ ان میں
بہتری جانتا تو انکو سنا دیتا اور اگر انہیں سنا دیتا تو البتہ وہ پھر جاتے اعراض کر کے ف
یعنی علم الٰہی میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ ان لوگوں کے لیے بہتری نہیں اور انجام ان کا دوزخ ہے
اسلئے اللہ انکو حق نہیں سمجھاتا اور اگر علم الٰہی میں یہ ہوتا کہ انمیں خیر ہے یعنی انکا خاتمہ بالخیر ہوگا
تو اللہ انکو حق سمجھا دیتا اب اگر ان لوگوں کو جن کے لیے اللہ دوزخ مقرر کر چکا ہے اور علم الٰہی میں
یہ ہے کہ انمیں خیر نہیں بالفرض اللہ حق سمجھا بھی دے تو وہ حق سمجھنے کے بعد بھی حق سے منھ پھیر لینگے
اور جان بوجھ کر انکار کرینگے یا چند روز کے لئے ایمان لا کر آخر کو مرتد ہو جاوینگے حاصل یہ ہوا کہ جن
لوگوں کی قسمت میں خیر نہیں وہ حق کی دلیلوں اور نشانیوں سے فائدہ نہیں پا سکتے يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ
لِمَا يُحْيِيكُمْ اے ایمان والو اللہ اور رسول (کا کہا) مان لو جب کہ بلاوے تمکو
(رسول) اس کام کی طرف جو تمکو زندہ کرے گا ف رسول کے حکم کو اللہ نے اپنا حکم
فرمایا تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ حاصل یہ ہے
کہ جب تمکو ایسے کام کی طرف بلاوے جو تمہاری زندگی کا باعث ہے تو تم رسول کی ہدایت
قبول کرو۔ رسول کا حکم اللہ کا حکم ہے زندگی سے یا تو دل کی زندگی مراد ہے یعنی رسول کی ہدایت

فتنہ سے مراد وہ عذاب الٰہی ہے جو مخلوق کی شامت اعمال سے نازل ہو جب کسی قوم میں نافرمانی
کی عادت ہو جاتی ہے تو اللہ کے عذاب میں وہ لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں جو اس نافرمانی
میں شریک نہ تھے مگر انہوں نے اس گناہ سے لوگوں کو روکنے میں سستی کی اور نہی منکر کا فرض
ادا نہ کیا۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے (آن فتنہ نمی شود
ظلم کنندگان را بخصوص از شما خاصہ بلکہ عام شود والله اعلم) پس حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ تم خود بھی گناہ سے بچو
اور دوسرے لوگوں کو بھی گناہ سے منع کرو اور جو لوگ [illegible] کے وقت نہی منکر واجب ہے
میں وہ لوگ بھی مستحق عذاب ہوں گے جو اس واجب کے تارک ہوں گے پس قرآن کے لفظ فتنہ کے
معنی یہ ہیں کہ اعمال فسق و بدعت سے بچو کیونکہ وبال فقط فاسق بدعتی سے مختص نہیں ہوتا
بلکہ اس کے منع نہ کرنے سے بھی ہوتا ہے جو منع کر سکتا ہو لیکن منع نہ کرے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ بعض کے گناہ کی وجہ سے
تمام لوگوں پر عذاب نہیں کرتا مگر اس وقت کہ سب لوگ ان بعض گناہگاروں کے
گناہ کو اپنے سامنے دیکھیں اور [illegible] قادر ہوں اور منع نہ کریں اور جب وہ ایسا کریں گے
تو اللہ خاص و عام سب پر عذاب کرے گا اور نیز امام احمد نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا تو تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور گناہوں سے منع کرو یا قریب ہے
کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے گا پھر تم اللہ سے دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔ اور نیز امام احمد نے
روایت کی ہے کہ حذیفہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک بات کہنے سے
آدمی منافق ہو جاتا تھا اور میں بیٹھے آدمی سے ایک ایک مجلس میں چار چار بار وہی سنتا ہوں تم
ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور گناہوں سے روکو اور امور خیر کی ترغیب دو ورنہ تم سب پر اللہ
عذاب کرے گا یا شریر لوگوں کو تم پر حاکم بنا دے گا پھر تم میں کے نیک لوگ دعا مانگیں گے

تو قبول نہ ہوگی۔ اور نیز امام احمدؒ نے اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سُنا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب گناہ میری امت میں ظاہر ہو جائیں گے تو اللہ
اپنی طرف سے سب پر عذاب نازل کرے گا ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ انہیں کچھ نیک لوگ
کیا نہ ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوں گے تو ام سلمہؓ نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہوگا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عذاب سب پر نازل ہوگا وہ ان پر بھی پہنچے گا اس کے بعد
اللہ ان کو بخشدے گا۔

صحابہ کے زمانے میں جب اہل فتنہ نے غدر کرکے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اسکے بعد
جو صحابہ میں باہم جدال و قتال واقع ہوئی تو جو سمجھا گیا تھا کہ صحابہ نے حضرت عثمان کی شہادت کی تحقیق
چونکہ نہیں کی تھی اور فتنہ کو نہ روکا اسکا وبال یہ ہوا کہ آپس میں لڑنے لگے۔ اور جو لوگ
اس فتنہ میں شریک نہ تھے وہ بھی فتنہ میں پھنسے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے مطرف سے
روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے زبیرؓ سے پوچھا کہ تمکو کیا ہوگیا کہ اول تو تم نے حضرت عثمان خلیفہ کو
قتل ہونے دیا پھر تم ان کے خون کے بدلے لڑنے آئے ہو تو زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں آیۃ وَاتَّقُوا
فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً پڑھتے تھے اور ہم یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے
لیکن جب یہ واقعات پیش آئے تو ہم سمجھے کہ یہ آیت ہمارے ہی واسطے تھی اور حسن بصری کہتے
تھے کہ یہ آیت علیؓ اور عمار اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔
سدی سے منقول ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی تھی اور جنگ جمل کے روز
انہیں پر صادق آئی کہ وہ آپس میں لڑ پڑے۔ جب حضرت عثمانؓ پر بلوہ ہوا تو صحابہ نے
زبانی فہمائش سے فتنہ فرو کرنے میں بہت کوشش کی مگر اہل فتنہ باز نہ آئے پھر صحابہ نے

کر دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہدو کہ فریق ثانی کی طرف سے بدعہدی ہوئی چنانچہ اُن مفسدون نے پچھلی رات مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر حملہ کیا یہ دیکھکر اس لشکر کے لوگ یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی غرض دونون فریق کو غلط فہمی تھی اور ہر فریق دوسرے فریق کو بدعہدی کا الزام دیتا تھا اسی طرح دونون فریق کے لوگ حضرت علی اس خبر سے متعجب ہو کر سوار ہوئے تو دیکھا کہ آتش جنگ گرم ہے اور کشت وخون ہو رہا ہے اب لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا یہان تک ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت کا تھا یہ لڑائی پنجشنبہ کے دن دسوین جمادی الثانی سنہ ۳۶ھ مین ہوئی تھی اور جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔

جمل اونٹ کو کہتے ہین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روز ایک اونٹ پر سوار تھین اسوجہ سے اس جنگ کا نام جنگ جمل ہو گیا آخر کو حضرت علی کے لشکر کی فتح ہوئی طلحہ اور زبیر بھی اس جنگ مین مقتول ہوئے دونون طرف کے مقتولون کی تعداد تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) تھی اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعظیم کے ساتھ مدینہ مین بھیجدیا۔

قسطلانی نے بحوالہ طبرانی یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے یہ لڑائی یون شروع ہوئی کہ اس لشکر اور اس طرف کے لڑکے باہم ایک دوسرے کو گالیان دینے لگے پھر گالیان بکتے بکتے ایک دوسرے پر تیر مارنے لگے لڑکون کے ساتھ دونون طرف کے غلام بھی شریک ہو گئے پھر اراذل اور سفہا فریقین کے انہین مین شامل ہو گئے اسی طرح بڑھتے بڑھتے لڑائی بڑھ گئی۔ سب سے پہلے اس لڑائی مین طلحہ قتل ہوئے زرقانی نے شرح مواہب مین لکھا ہے کہ طلحہ کا قاتل مروان تھا اگرچہ وہ اسی لشکر مین شامل تھا جسمین طلحہ تھے مگر مروان نے طلحہ کے تیر ماردیا اسی کے صدمہ سے وہ شہید ہوئے اور نیز زرقانی نے لکھا ہے کہ ابو یعلی نے روایت کی ہے

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیف المسلول مین یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے ۱۲

کہ حضرت علیؓ نے زبیرؓ سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ اے زبیرؓ میں تجھکو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا
تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اے زبیر تو علیؓ سے
لڑیگا اور تو ظالم ہوگا زبیر نے کہا کہ ہاں سنا تھا اور میں ایسا بھول گیا تھا کہ اسوقت تک
مجھکو یہ حدیث یاد نہ تھی یہ کہکر زبیر لڑائی سے پھر گئے اور معرکہ جنگ سے جدا ہوکر چلے گئے
مواہب میں لکھا ہے کہ وادی السباع میں وہ سو رہے تھے وہاں جاکر عمرو بن جرموز نے ان کو
شہید کیا۔ امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عمرو بن جرموز قاتل زبیرؓ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنانے گیا کہ میں نے زبیر کو قتل کیا اسکا مطلب یہ تھا کہ حضرت
علیؓ اس سے خوش ہونگے مگر حضرت علیؓ نے یہ کہا کہ بالزبیر کا قاتل دوزخی ہے۔ اس معرکہ
کے بعد جب طلحہؓ کا بیٹا عمر بن طلحہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا تو حضرت علی نے اس
کہا کہ مرحبا یا ابن اخی یعنی پیارا کہا ہو تیرا آنا اے میرے بھتیجے میں نے تمہارا مال اسی لیے محفوظ
کر لیا تھا کہ کوئی اسمیں دست اندازی نہ کریں تم اپنا مال لیجاؤ اور مجھکو امید ہے کہ میں اور طلحہ
اور زبیر ان لوگوں میں ہیں جن کے حق میں اللہ نے فرمایا ہے ونزعنا ما فی صدورھم من
غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ حاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
طلحہ کے پاس ایسے وقت میں پہونچا کہ انکا دم واپسیں تھا انہوں نے مجھسے پوچھا کہ تو کس
فریق میں سے ہے میں نے کہا کہ میں علیؓ کے ساتھیوں میں ہوں تو طلحہ نے کہا کہ ہاتھ پھیلا
اور طلحہ نے بیعت کی میں نے حضرت علیؓ کو اس قصہ کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ اللہ کو
یہ منظور نہ ہوا کہ طلحہ بغیر میری بیعت کے جنت میں جاویں۔

اس جنگ میں دونوں طرف ایسے جلیل القدر لوگ تھے جن کے فضائل ومناقب کثرت سے
ثابت ہیں اور جن کے جنتی ہونے کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے دونوں

قریش کے سرداروں کی نیت نیک تھی انہوں نے فساد کرایا اور لڑائی کی صورت پیدا کر دی جو تقدیر الٰہی تھی
وہ پوری ہوئی رضینا بقضاء اللہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں کسی سے بد اعتقادی نکریں
اس قصہ کا اس آیت سے ربط ظاہر ہے یعنی صحابہ نے ابتدا میں فتنہ عثمان کو روکنے
میں کسقدر غفلت کی آخر اسکے وبال میں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی مبتلا ہوگئے جو فتنہ
قتل عثمان میں ہرگز شریک نہ تھے۔ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اور یاد کرو جب کہ تم تھوڑے سے تھے اور ضعیف تھے
زمین میں کم قدر تھے ڈرتے تھے کہ اچک لیں گے تم کو آدمی تو اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور اپنی تائید سے
تمہاری مدد کی اور پاکیزہ چیزوں سے تم کو رزق دیا تاکہ تم شکر کرو ف اب اللہ مہاجرین
سے خطاب ہو کر فرماتا ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم مکہ میں تھے اور نہایت ضعیف تھے
تم کو یہ خوف تھا کہ کفار تم کو اچک لیں [illegible] پاک کر دینگے اللہ نے تم کو وہاں سے
نکالا مدینہ میں ٹھکانا دیا اور [illegible] میں تمہاری مدد کی اور تم کو فتح دی اور رزق پاکیزہ یعنی
مال غنیمت تم کو عطا کیا یہ سب نعمتیں تم کو اللہ نے اس لئے دی ہیں کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ ابن جریر
نے لکھا ہے کہ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عرب کے لوگ جہان میں سب
قوموں سے ذلیل اور بدنصیب اور بھوکے اور ننگے اور گمراہ تھے زندگی انکی بدنصیبی میں گذرتی
تھی اور مر کر نار میں جاتے تھے اور اوروں کو کھاتے تھے اور آپ نہیں کماتے تھے۔ اس وقت
جتنی قومیں دنیا میں موجود تھیں واللہ ان سے بدتر کوئی نہ تھا آخر اللہ نے اسلام بھیجا
اور اسلام کے سبب سے جہان میں انکو قوت اور رزق کی وسعت دی آدمیوں پر بادشاہ

شکر کرو تمہارا رب نعمت دینے والا ہے شکر سے راضی ہوتا ہے اور شکر گذار لوگ اسکی طرف سے
نعمتوں کی زیادتی پاتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ
وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو اپنی امانتوں کی دانستہ

ف اللہ اور رسول کی خیانت سے مراد ہے فرائض اور سنتوں کا چھوڑنا یا غنیمت کے مال میں
چوری کرنا یا جہاد کے وقت مسلمانوں کا بھید کافروں پر ظاہر کر دینا مفسرین نے لکھا ہے کہ
جمیع احکام اللہ کی امانت ہیں کسی حکم کی مخالفت کرنا اللہ اور رسول کی خیانت کرنا ہے اسکے بعد
اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو حاصل مطلب کا
یہ ہوا کہ نہ تو اللہ کی نافرمانی کرو اور نہ کسی آدمی کے مال میں خیانت کرو۔ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ تم
جانتے ہو اسکے معنی یا تو یہ ہیں کہ تم عمداً اور بالقصد خیانت مت کرو۔ بیضاوی اور اسکے حاشیہ
خفاجی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیہقی نے دلائل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تھا یہ محاصرہ پچیس روز تک قائم رہا آخر بنی قریظہ نے یہ درخواست
کی کہ جسطرح بنی النضیر سے صلح ہو گئی کہ وہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر شام کو چلے گئے اسی طرح ہمکو بھی
صحیح سلامت نکل جانے دو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ کیا اور یہ فرمایا کہ ہم یہ
معاملہ سعد بن معاذ کی سپرد کرتے ہیں یہود بھی انہیں کے فیصلہ پر راضی ہو جاویں جو کچھ وہ حکم دینگے
وہی کیا جاوے گا۔ یہود بنی قریظہ نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ابولبابہ کو ہمارے
پاس بھیجئے ابولبابہ کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے اسلئے کہ ابولبابہ کے اہل و عیال اور مال یہودیوں
کے قابو میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو انکے پاس بھیج دیا تو یہودیوں نے
ابولبابہ سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم سعد کے حکم پر راضی ہوں یا نہوں تب ابولبابہ

انکو حلق کی طرف اشارہ کیا مراد یہ تھی کہ سعد تمکو ذبح کر ڈالیں گے ابو لبابہ کہتے ہیں کہ میں اُس جگہ سے
ہٹا نہ تھا کہ میں سمجھ گیا کہ میں نے اللہ اور رسول کی خیانت کی اسی قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی
اسکے بعد ابو لبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون میں باندھ دیا اور یہ قسم کھائی کہ جب تک
میری توبہ نہ قبول ہوگی میں نہ کچھ کھاؤنگا نہ پیونگا یا مری توبہ قبول ہو جاوے گی ورنہ مر جاؤنگا
سات دن تک یہی حالت رہی بیہوش ہوگئے آخر وحی آئی کہ ان کی توبہ اللہ نے قبول کی اور
جب ان کو بعض صحابہ نے توبہ قبول ہو جانے کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ میں جب ہی کھلوں گا
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کھولیں گے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
ہاتھ سے انکو کھولا اس کے بعد ابو لبابہ نے یہ بھی قصد کیا تھا کہ میں اس شہر کو ہی چھوڑ دوں جہاں
مجھسے یہ گناہ ہوا اور اپنا کل مال اٹھا دوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہائی مال
صدقہ دیدو وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ
وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ اور بیشک تم جان لو کہ تمہارے مال
اور تمہارے بچے فتنہ ہیں اور بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ف فتنہ کے معنی
گناہ کے بھی ہیں اور امتحان کے بھی ہیں اگر یہاں گناہ کے معنی لئے جاویں تو مال اور اولاد کو فتنہ
اس لئے کہا کہ وہ اکثر باعث گناہ کے ہوتے ہیں یعنی مجازاً باعث فتنہ کو فتنہ کہا گیا اور اگر
یہاں فتنہ سے امتحان مراد ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اللہ نے مال اور اولاد میں تمہارا امتحان
کیا ہے کہ مال اور اولاد کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوتے ہو یا اللہ کے حکم کو اُن پر مقدم جانتے ہو
یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے — ابو لبابہ بھی فتنہ میں اسی وجہ سے مبتلا ہوگئے تھے کہ انکا
مال اور اولاد وغیرہ دیار یہود کے قابو میں پھنسے ہوئے تھے — صحیحین کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں کا کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھکو اپنی

یا تجھے نکال دیں اور وہ گھات کرتے تھے اور اللہ بھی گھات کرتا تھا اور اللہ بہتر ہے گھات کرنیوالوں
ف اب اللہ پیغمبر کو وہ وقت یاد دلاتا ہے جب مکہ میں کافروں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ
پیغمبر کو قید کرلیں یا قتل کردیں یا نکالدیں اُسوقت اللہ نے اپنے پیغمبر کی مدد کی اور اُن کے شر سے
بچایا۔ اس سے پہلے جو آیت وَاذْکُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ الخ گذر چکی اُسمیں اللہ
نے مومنین کو وہ حالت یاد دلائی تھی کہ مکہ میں تم کمزور تھے اور ڈرتے تھے پھر اللہ نے تمہاری مدد کی
اسی طرح اللہ پیغمبر کو بھی اپنا وہ احسان یاد دلاتا ہے کہ اللہ نے کسطرح دشمنوں کے شر سے
اُنکو محفوظ کیا۔ مقصود اس یاد دلانے سے یہ ہے کہ دشمنوں کی کثرت اور قوت سے مت ڈرو
اللہ پر بھروسا رکھو مکہ میں بھی دشمن قوی تھے اور بہت تھے جسطرح اُن کے شر سے اللہ نے
تمکو بچایا اسی طرح آیندہ بھی بچاویگا۔ مکر اُس حیلہ کو کہتے ہیں جو دوسرے کو مضرت
پہونچانے کے لئے کیا جاوے اللہ کی شان مکر کرنے کی نہیں مگر اللہ نے کافروں کے مکر کے
مقابلے میں اپنی طرف بھی مکر کی نسبت کی ہے اور اس موقع پر اللہ کے مکر سے مکر کے اصلی معنی مراد
نہیں بلکہ کافروں کے مکر کو انہیں پر پلیٹ دینا یا مکر کی اُنکو سزا دینا مراد ہے اَللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ اسلئے
کہ کافروں کا مکر خالی جاتا ہے۔ اللہ کا ارادہ جو اُنکو سزا پہونچانے کا ہوتا ہے وہ خالی نہیں جاتا اور
اُس کا کامل اثر ہوتا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن اسحٰق نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے
کہ مکہ میں تمام قبائل قریش کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں مشورہ کرنے کے لئے
ایک گھر میں جمع ہوے جسکا نام دار الندوہ مشہور تھا اس مجمع میں ابلیس ایک بزرگ بوڑھے کی صورت
بنکر پہونچا لوگوں نے اُسکو دیکھکر پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ایک بوڑھا ہوں
اور اس غرض سے آیا ہوں کہ اس مشورہ میں میری راے بھی شریک رہے اُسکو سب نے منظور
کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں مشورہ ہوا تو ایک شخص نے یہ راے دی کہ اِنکو

قید کر دو اسی قید کی حالت میں کبھی نہ کبھی مر جائیں گے اس رائے پر ابلیس نے یہ اعتراض کیا کہ کچھ [illegible]
کہ ان کے طرفدار تم پر غالب آویں اور قید سے چھڑا لیویں بلکہ تم کو بھی اس ملک سے نکال دیں
ابلیس کے اس اعتراض کو سب نے پسند کیا پھر ایک شخص نے یہ رائے دی کہ محمد کو اس شہر سے
نکال دو تاکہ ان کی باتوں سے نجات ملے اس رائے پر بھی ابلیس نے یہ اعتراض کیا کہ محمد کی
باتوں میں بڑا اثر ہے وہ یہاں سے نکل کر جہاں جاویں گے لوگ ان کی باتیں سنکر ان کے ساتھ
ہو جاویں گے پھر شاید بھاری فوج ساتھ لیکر تم پر حملہ کریں۔ پھر ابوجہل نے کہا کہ سب سے بہتر یہ ہے
کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک نوجوان شخص چھانٹ لو وہ سب ملکر دفعتاً ان پر تلوار کے ہاتھ ماریں بنی ہاشم
تمام قبیلوں سے لڑ نہیں سکتے مجبور ہو کر خونبہا قبول کر لیں گے اور ہم محمد کی باتوں
سے نجات پا جاویں گے ابلیس نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا اسی وقت
جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر دی اور اسی شب میں آپ کو [illegible]
[illegible] سنا دیا

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی
ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل بنا دیں یہ اور کچھ نہیں ہے پہلے لوگوں کے قصے
ہیں ف اگرچہ کفار قرآن کی مثل بنانے سے عاجز تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسی قرآن کو اپنا معجزہ ان کے سامنے پیش کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ تم سب ملکر دس آیتیں ہی
اس کی مثل بنا دو دس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی مطالبہ ان سے کرتے رہے اور
وہ عاجز رہے مگر پھر بھی ان کو ایسی دشمنی تھی کہ وہ ضد کی وجہ سے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کہانیاں
پہلے لوگوں کی کہی ہوئی ہیں انہیں کو محمد پڑھتے ہیں اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی کہانیاں بنا لیں [illegible]

دس برس تک اس کوشش میں رہے اور ایسے عاجز رہے کہ ایک سورت بھی اسکی مثل نہ بنا سکے
یہ قول صرف ایک شخص نضر بن الحارث کا تھا اور کسی کو اس کہنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی مگر اللہ نے
جمع کے ساتھ اسکو اس لئے فرمایا کہ نضر ان کے سرداروں میں تھا اور عام جلسوں میں ایسا
کہا کرتا تھا اور سب سنتے تھے اس لئے سب کا قول ہو گیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن جبیر
اور سدی اور ابن جریج وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث ملک فارس کو گیا تھا اور وہاں سے
رستم اور اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں سیکھ آیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام
شروع کی تھی اسی زمانے میں وہ فارس سے واپس آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو
قرآن سناتے اور فارغ ہو کر اپنے گھر کو تشریف لیجاتے تو ان کے بعد اسی جگہ نضر بن حارث
بیٹھتا اور رستم اور اسفندیار کی کہانیاں سنایا کرتا پھر لوگوں سے پوچھا کرتا کہ میری کہانیاں اچھی
ہیں یا محمدؐ کی کہانیاں اچھی ہیں جنگ بدر کے روز نضر بن حارث کو مسلمانوں نے زندہ گرفتار
کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قتل کرا دیا تھا ۞ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا
حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ اور جب کہ
انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہی حق ہے تیرے پاس سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان
سے یا لے آ ہم پر عذاب دکھ دینے والا ف اس قول میں قرآن کا نہایت شدت کے
ساتھ انکار [illegible] کیا انکو یقین کامل ہو گیا تھا کہ قرآن [illegible] کی طرف سے [illegible] نہیں ہوا ہے
انہوں نے یوں کہا کہ اے اللہ اگر یہی قرآن تیری طرف سے درحقیقت آیا ہے تو ہم پر آسمان
سے پتھر برسا دے یا کسی اور طرح عذاب نازل کر مطلب یہ تھا کہ عذاب کی طلب قرآن کے حق ہونے
کی تقدیر پر تھی اور یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ قرآن یقیناً حق نہیں اسلئے عذاب نازل ہونے کا

خوف نہیں۔ بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ یہ قول ابوجہل نے کہا تھا اسی قول پر
آیت وما کان اللہ لیعذبہم نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ
فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ
اور نہیں ہے اللہ کہ انہیں عذاب کرے اور تو انمیں ہو اور نہیں ہے اللہ انہیں عذاب کرنے والا
ایسی حالت میں کہ وہ معافی مانگتے ہوں ف یعنی کافروں کے اس کہنے پر جو عذاب
نازل نہیں ہوتا اسکی وجہ یہ ہے کہ اے محمد تو مکہ میں موجود ہے اور جہاں تو ہوگا وہاں عذاب نازل
نہوگا اسکے بعد اللہ نے اپنی عادت یہ بھی ظاہر کر دی کہ جو لوگ استغفار کرتے ہیں انپر عذاب نازل
نہیں ہوتا یہ اس لیے بتا دیا کہ اگر رسول سے جدا ہو جانے کے بعد وہ عذاب سے بچنا چاہیں تو اللہ
اپنے گناہ معاف کرائیں جسکو استغفار کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ استغفار کے لیے مسلمان ہونا
ضرور ہے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
امت کے لیے اللہ نے دو امان نازل کی ہیں۔ پھر آپ نے آیت وما کان اللہ لیعذبہم
پڑھی۔ پھر یہ فرمایا کہ جب میں چلا جاؤنگا تو انمیں قیامت تک استغفار چھوڑوں گا۔ ابن کثیر
نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
بندہ استغفار کرتا ہے اللہ کے عذاب سے امن میں رہتا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے
کہ مکہ میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور نہایت خوف اور کمزوری کی حالت میں تھے ان کا
استغفار مراد ہے یعنی جب تک وہ مکہ میں رہیں گے اور استغفار کرینگے اس وقت تک بھی
عذاب نازل نہوگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد جب سب مسلمان
مکہ سے نکل گئے اسوقت وہ خشک سالی اور قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور پھر مکہ مسلمانوں
نے فتح کر لیا یہ بھی کافروں کے لیے عذاب تھا۔ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

اور کیا اُنھین کہ اللہ انپر عذاب نہ کرے حالانکہ وہ روکتے ہین مسجد حرام سے اور نہین ہین وہ اُس کے والی نہین ہوسکتے والی اُسکے مگر متقی لوگ اور لیکن اکثر اُنھین نہین جانتے **ف** یعنی عذاب نازل نہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو اُنمین موجود ہے اور اُن لوگون پر بھی عذاب نازل نہین ہوتا جو استغفار کرتے ہون اور جب تو بھی اُن مین نہوگا اور وہ استغفار بھی نکرین تو پھر کیا وجہ اُن پر عذاب نہو حالانکہ وہ اسوجہ سے مستحق عذاب ہین کہ مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ مین آنے سے مسلمانونکو روکتے ہین باوجودیکہ اُن کو روکنے کا حق نہین ہے اس لیے کہ وہ مسجد حرام کے متولی نہین ہوسکتے اُسکے متولی وہ لوگ ہوسکتے ہین جو پرہیزگار ہون یعنی شرک سے بچین۔ مشرکین مکہ کا یہ قول تھا کہ ہم خانہ کعبہ کے والی ہین جسکو چاہینگے داخل ہونے دینگے اور جسکو چاہینگے نہ داخل ہونے دینگے اور قتادہ نے بیان کیا [illegible] نے مسلمانون کو طواف کعبہ سے روکا ہیں اللہ نے فرمایا کہ باوجود [illegible] روکتے ہین اس حرکت سے وہ نزول عذاب کے مستحق ہین۔ بیضاوی مین ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ دونون ضمیرین اللہ کی طرف پھرتی ہین یعنی مشرکین اللہ کے دوست نہین اللہ کے دوست وہی ہین جو متقی ہون۔ پہلی آیت مین اُسوقت کا بیان تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے مکہ مین موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نازل نہین ہوا تھا اور اس دوسری آیت مین اُس وقت کا بیان ہے جب [illegible] قحط کا عذاب آیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر مین انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ پوچھا کہ آپ کے دوست کون ہین تو آپ نے فرمایا کہ ہر متقی۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ اِنْ اَوْلِيَاؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔

آخر مین اللہ نے فرمایا کہ اکثر اُنہین سے نہین جانتے کہ خانہ کعبہ کی ولایت کا حق مشرکین کو نہین
بلکہ مسلمانون کو ہے جو شرک سے پرہیز کرتے ہین اکثر کا لفظ اس لئے فرمایا کہ بعض ایسے بھی
ہین جو جانتے ہین اور جان بوجھ کر شرک مین مبتلا ہین یا لفظ اکثر سے کل مراد ہین وَمَا كَانَ
صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ٥ اور نہین تھا
نماز اُن کی خانہ کعبہ کے پاس مگر سیٹیان بجانی اور تالیان تو چکھو تم عذاب کو بعوض اس کے
جو تم کفر کرتے تھے ف یعنی وہ خانہ کعبہ کے متولی کیونکر ہو سکتے ہین وہ تو خانہ کعبہ کی
عبادت کے طریقہ سے نماز بھی نہین پڑھتے بلکہ سیٹیون کی آواز نکالتے ہین اور تالیان بجاتے ہین
یہی اُن کی نماز ہے - ابن کثیر نے کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر
مین روایت کی ہے کہ قریش خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے اور اس حالت مین
سیٹیون کی آواز نکالتے تھے اور تالیان بجاتے تھے ان لوگون پر جب آخرت مین دوزخ کا
عذاب ہوگا تو فرشتے یون کہین گے کہ تم اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزا چکھو یا عذاب سے
وہ مصیبت مراد ہے جو کفار مکہ پر جنگ بدر کے روز آئی بہت سے قتل اور قید ہوئے گویا
مسلمان اُن سے کہین گے کہ اب تم اپنے کفر کا مزا چکھو إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
يُغْلَبُونَ ٥ بیشک کافر اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہین کہ (لوگون کو) اللہ کی راہ
سے روکین تو اپنے مال وہ خرچ کرینگے پھر ہوگا وہ اُنپر حسرت پھر وہ مغلوب ہوجاوینگے
ف بیضاوی مین لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی مین جو فوج مشرکین مکہ کی آئی تھی اُن سب کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص بہادری کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے اور ایک شخص بطور
ریا کے لڑتا ہے یعنی اپنی شجاعت دکھانے کو ان میں سے کون خدا کی راہ میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو
اسی کا دین غالب ہو وہ خدا کی راہ میں ہے اور بعض کے نزدیک فتنہ سے کافر ہے کہ وہ فتنہ مراد کہ شروع اسلام کے زمانے میں کفار مسلمانوں کو
طرح طرح کی ایذا دیتے تھے جو مسلمان انکے ہاتھ آجاتا تھا اسکو باندھتے اور مارتے تھے اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ اسقدر
لڑو کہ کافروں کو مسلمانوں کے ستانے کی جرأت نہ رہے اور کل دین اللہ کے واسطے ہو جاوے
بخاری میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا (وہ شخص خارجی تھا) اور کہا تم
باغیوں کے حکم کی آیت وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا آخر تک پڑھی پھر کہا
کہ تم اس آیت کے حکم کی بموجب اس لڑائی میں (یعنی واقعہ ابن زبیرؓ کی)
کیوں نہیں شریک ہوتے تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں اس آیت میں تاویل کر لوں تو بہتر ہے
کہ دوسری آیت میں تاویل پسند نہیں کرتا اور وہ یہ ہے وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ
تب اس شخص نے کہا کہ اللہ یہ بھی تو فرماتا ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (مراد اس کی
یہ تھی کہ فتنہ دفع کرنے کے لئے مسلمانوں کو لڑنا بھی جائز ہے) تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ
یہ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کر چکے جب اسلام ضعیف تھا اور آدمی
اپنے دین کی وجہ سے بلا میں پڑتا تھا یا کافر اسکو قتل کرتے تھے یا باندھ رکھتے تھے
جب اسلام قوی ہوگیا تو فتنہ نہ رہا جب اس شخص نے دیکھا کہ ابن عمر اس کی رائے کے
ساتھ موافقت نہیں کرتے تب اس نے یہ پوچھا کہ تم علیؓ اور عثمانؓ کے حق میں
کیا کہتے ہو تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عثمانؓ کی خطا اللہ نے معاف کر دی (یعنی
غزوۂ احد میں جو ان سے فرار واقع ہوا تھا وہ معاف ہوگیا اس کی معافی کی آیت
نازل ہوگئی) اور علیؓ رسولؐ کے بھائی اور داماد ہیں رسول کی بیٹی کا تم جانتے ہو کیسا بڑا مرتبہ کہ

ں مسلمانوں کے کیا

اللہ عنہ بھی ... تھے جو

علم کے موجود ہونے کی وجہ

یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا

للہ علیہ وسلم یہ موجود کون کرتے

رسول اللہ ... علیہ وسلم کی طرف دوڑے - پھر رسول اللہ

پہاڑ کی پشت ... سب لوگ آپ کو دیکھیں اور پریشانی ...

اور حضرت عمر اور ... ایک جماعت صحابہ کی آپ کے ...

اللہ عنہم اجمعین اس کو صحیح زرقانی سے منتخب کئے ہیں ... کہ

جس وقت یہ ہزیمت حضرت عثمان سے ہوئی وہ وقت کیسا نازک اور شک ... سمجھ لینا چاہیے

کہ معرکہ جہاد سے فرار دو قسم ہے ایک جائز ایک ناجائز اسی سورہ انفال میں یہ آیت گذر چکی
ہے وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ الخ اس آیت سے صاف ظاہر
ہے کہ اگر بھاگنا تدبیر جنگ کے لئے یا دوسرے گروہ میں پناہ لینے کے لئے ہو تو جائز ہے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنکر اور لڑائی کا خاتمہ
اور تمام اجلہ صحابہ کا شہید ہو جانا سمجھکر تدبیر جنگ یہی سمجھی کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیں اور
مدینہ میں جاکر پناہ لیں اور پھر اطمینان سے [illegible] کریں اسلئے یہ بھاگنا ان کا جائز تھا
کسی طرح موجب طعن کا نہیں ہو سکتا البتہ اتنی بات باقی رہی کہ انہوں نے اس غلط خبر پر یقین
کیوں کر لیا مگر اُسوقت کی حالت اور مقتضا سے بشریت پر لحاظ کیا جائے تو انصاف یہ ہے
کہ یہ طعن بھی باقی نہیں رہتا با اینہمہ اللہ نے خاص اس بیان میں ایک آیت قرآن کی نازل کی

کسی کو طعن کا موقع باقی نہ رہے ہیں یا انہیں طعن کریں وہ اللہ کی رضا کی مخالفت کرتے ہیں۔

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

پھر اگر باز رہیں وہ تو بیشک اللہ اُن کے اعمال کو دیکھنے والا ہے ف

یعنی اگر کافر کفر کو چھوڑ دیں تو اللہ اُن کے اعمال کو دیکھ رہا ہے یعنی کفر چھوڑنے اور اسلام قبول کرنے کا اجر دے گا۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ

اور اگر وہ منہ پھیریں تو تم جان لو کہ بیشک اللہ تمہارا دوست ہے کیا اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار ہے ف یعنی اگر کافر قبول اسلام سے روگردانی کریں تو تم کچھ پرواہ مت کرو تم یقین کر لو کہ اللہ تمہارا دوست اور مددگار ہے وہ ہر طرح تمہاری مدد کرے گا۔۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

ہوگیا تھا اس سے زیادہ حضرت یوسف نے اپنی لیاقت بھی ظاہر کردی کہ میں امین ہونے کے سوا حفاظت کا انتظام بھی جانتا ہوں اور جو تدبیریں اس کام کے لئے ضروری ہیں اون سے واقف ہوں اس کہنے کی ضرورت بھی اسی وجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسفؑ کو خدا کا کام حاصل کرنے میں بڑی کوشش تھی اور ضرورت کے وقت اپنی خوبی کی صفت اپنی طرف سے ظاہر کرنا ناجائز نہیں۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ اور اسیطرح قدرت دی ہمنے یوسف کو ملک میں قرار پکڑتا تھا اوس میں جہاں چاہتا تھا پہونچاتے ہیں ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں اور ضایع نہیں کرتے ہم اجر نیکی کرنے والوں کا اور البتہ آخرت کا اجر زیادہ اچھا ہے اون کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں **ف** یعنی جسطرح یوسفؑ کی یہ خواہش تھی کہ مصر کے خزانوں پر اوسکو قبضہ ملجاوے اسی طرح ہمنے یوسفؑ کو قدرت دی اور بادشاہ مصر کے دل میں یہ ڈالدیا کہ اوس نے اپنے تمام خزانے یوسفؑ کی سپرد کردئے یا مراد یہ ہے کہ جسطرح یوسف کو ہمنے کنوئیں سے نکالا اور عزیز مصر کے گھر اوسکو عزت دی اور زلیخا کے کید سے اوسکو بچایا اور قیدخانہ سے چھڑا کر بادشاہ کا مقرب بنایا اسی طرح ہمنے سلطنت مصر میں یوسف کو بڑا اختیار اور مرتبہ عطا کردیا اور اب وہ غلامی کی پابندی اور قید کی مصیبت سے چھوٹ گیا تمام ملک مصر پر اوسکی حکومت تھی جہاں چاہتا تھا وہاں جاتا تھا شاید یہ اوسکا مقصد تھا کہ دورہ دورہ کرنے کی ضرورت اون کو زراعت کی نگرانی کے لئے ہوگی اسلئے کہ بڑا مقصود اون کا یہی تھا کہ اچھی پیداوار سالوں میں زراعت بڑی کوشش سے ہوجاوے اور غلہ کی اچھی حفاظت کی جاوے۔ بعض مفسرین نے (يَتَبَوَّأُ) کے معنی تصرف کرنے کے لکھے ہیں یعنی مصر کے خزانوں میں جسطرح چاہتا تھا تصرف کرتا تھا اب اللہ حضرت یوسفؑ کے مرتبے کو ظاہر کرکے فرماتا ہے کہ ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت پہونچاتے ہیں یعنی عزت اور مرتبہ عالی کسی کی کوشش سے نہیں ملتا بلکہ ہمارے فضل سے ملتا ہے البتہ اوسکے حاصل کرنے کا ذریعہ

عمل صالح ہے اسلئے کہ ہم نیکی کرنے والون کا اجر ضایع نہین کرتے چنانچہ یوسف نے جو بھائیون کی ایذا اور قید کی
مصیبت پر صبر کیا اور عزیز مصر کی خیانت نہین کی اور ایسا تقویٰ اختیار کیا کہ زلیخا کے اور ہاتھ کاٹنے والی
عورتون کے دھوکے مین نہ پھنسا اوس کے اجر مین ہمنے یوسف کو مرتبہ عالی عنایت کیا اور بہت بڑی عزت دی
یہ تو دنیا کی عزت تھی آخرت کی عزت ایمان والون اور متقیون کے لیے اس سے بھی بڑی ہوگی اور اس سے
ظاہر ہوگیا کہ نیکی کرنے والون کو دین اور دنیا دونون کی عزت ملتی ہے ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جو خدمت
عزیز مصر شوہر زلیخا سے متعلق تھی وہ اب بادشاہ مصر نے حضرت یوسف کے سپرد کر دی محمد ابن اسحاقؒ کا قول ہے
کہ انہین دنون مین عزیز مصر سابق جو شوہر زلیخا کا تھا وہ مر گیا اور بادشاہ مصر نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف کے
ساتھ کرا دیا اوسوقت حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ صورت بہتر ہے اوس حالت سے جسکا تو ارادہ کرتی تھی اوس کے
جواب مین زلیخا نے کہا کہ اے صدیق مجھکو ملامت مت کر مین ایک خوبصورت تھی دنیا کی سب نعمتین مجھکو حاصل
تھین میرا شوہر رجولیت سے معذور تھا اور اس حالت مین مجھکو تو ملگیا جو سب سے زیادہ حسین تھا اسوجہ سے مین ان
فاسد ارادون مین مبتلا ہوگئی ۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اوسوقت تک زلیخا باکرہ تھی اسلئے کہ اوسکا پہلا شوہر عورت پر قادر نہ تھا
فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ یوسف کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے ایک روز زلیخا راستے مین کھڑی تھی
اوسوقت حضرت یوسفؑ کا اوس طرف سے گذر ہوا تو زلیخا نے کہا کہ حمد کے لائق وہ اللہ ہے کہ غلامون نے
اوسکی اطاعت کی تو اون کو بادشاہ بنا دیا اور بادشاہون نے اوسکی نافرمانی کی تو اون کو غلام بنا دیا ۔
زلیخا کے بطن سے حضرت یوسفؑ کے دو بیٹے ہوئے ایک افرائیم دوسرے میشا ۔ اور افرائیم کے بیٹے
نون تھے اور نون کے بیٹے یوشع تھے اور ان کی ایک بیٹی حضرت ایوب کی بی بی تھین ۔ وَجَاۤءَ اِخۡوَةُ
يُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَيۡهِ فَعَرَفَهُمۡ وَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ اور آئے
یوسف کے بھائی پس داخل ہوئے اوس پر تو پہچان لیا اون کو یوسف نے اور وہ یوسف کو نہ پہچانتے تھے
وَلَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِىۡ بِاَخٍ لَّكُمۡ مِّنۡ اَبِيۡكُمۡ اَلَا تَرَوۡنَ

أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ اور جب مہیا کیا یوسف نے اون کے لئے سامان
کہا تم لاؤ اپنے سوتیلے بھائی کو کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا دیتا ہوں پیمانہ اور میں مہمانی کرنے والوں میں
افضل ہوں۔ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝
اور اگر تم اوسکو میرے پاس نہ لاؤ تو تمہارے لئے میری طرف سے غلہ کا پیمانہ نہ بھرا جائیگا اور میرے پاس
مت آئیو ف جب اچھی پیداوار کے سات برس گذر گئے اور حضرت یوسف نے ذخیرہ اناج بھر لیا اور
پھر قحط شروع ہوا تو مصر اور ملک شام کی تمام مخلوق قحط کی مصیبت میں پڑی اور اس قحط کا اثر کنعان تک
پہونچا جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اوس زمانہ میں اناج کا ذخیرہ فقط حضرت یوسف کے پاس تھا
اس لئے ہر طرف سے لوگ اناج حاصل کرنے کے لئے اونہیں کے پاس آتے تھے ملک مصر کے علاوہ
ملک شام کے لوگ بھی قافلے کے قافلے چلے آتے تھے حضرت یوسف اناج کے دینے میں کچھ کمی نہیں کرتے تھے جو مسافر
آتے تھے اون کی مہمانی بھی کرتے تھے اور جس کے پاس درہم یا دینار ہوتے تھے اوسکو اور جو زیادہ مثلاً کپڑا یا کوئی
جانور وغیرہ اوسکو بھی قبول کر لیتے اور اوسکی قیمت لگا کر اوس کے عوض میں اناج دیتے تھے اور یہ فیاضی
حضرت یوسفؑ کی ملک شام تک مشہور تھی آخر اون کے بھائی بھی اناج لینے کے لئے حضرت یوسف کے پاس
آئے حضرت یوسف نے اون کو پہچان لیا مگر اون کے بھائیوں نے حضرت یوسف کو نہیں پہچانا اس کی وجہ
یہ تھی کہ حضرت یوسف کے بھائیوں کی صورت نہیں بدلی تھی اور حضرت یوسفؑ کی صورت بدل گئی تھی آپ
جوان ہوگئے تھے داڑھی نکل آئی تھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف کے پاس ہر طرف سے لوگ
اناج لینے اور اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ لینے کے لئے آتے تھے مگر حضرت یوسف ہر شخص کو ایک اونٹ کے
بوجھ سے زیادہ نہیں دیتے تھے اور حضرت یوسفؑ خود بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور بادشاہ اور
تمام سردار اور لشکر بھی رات دن میں فقط ایک وقت کھاتے تھے مقصود یہ تھا کہ غلہ زیادہ خرچ نہ ہو
اور جسقدر ذخیرہ جمع کیا ہے اوسی میں سات برس پورے ہو جائیں جو لوگ دور دور سے غلہ لینے کو آتے

اون مین حضرت یوسفؑ کے بہائی آئے کنعان مین حضرت یعقوبؑ کو جب یہ خبر پہونچی کہ عزیز مصر لوگون سے
قیمت لیکر غلہ دیتا ہے تو حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو حکم کیا کہ اپنا اسباب لیجا کر اوسکی عوض غلہ لے آو
اس کام کے لئے یوسفؑ کے پاس حضرت یعقوبؑ نے دس بیٹون کو بہیجا اور گیارہوین بنیامین جو حضرت یوسفؑ
کے حقیقی بہائی تہے اون کو روک لیا وہی ان گیارہ بیٹون مین حضرت یعقوبؑ کو زیادہ محبوب تہے جب یہ
دس بہائی حضرت یوسفؑ کے دربار مین داخل ہوے اوسوقت حضرت یوسفؑ اپنی سرداری کی شان و شوکت
مین مسند وزارت پر جلوس فرما تہے اس لئے بہائیون نے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچانا مگر حضرت یوسفؑ نے
اون کو پہچان لیا بہائیون نے اسوجہ سے نہ پہچانا کہ حضرت یوسفؑ جدا ہوے تہے تو صغیر سن بچے تہے
اور اونہون نے سنا قافلہ والون کے ہاتہ یوسف کو بیچ ڈالا تہا یہ خبر ہی نہ تہی کہ وہ یوسف کو کہان
لیجا وینگے اور نہ اون کو یہ گمان تہا کہ یوسف ایسے مرتبہ عالی پر پہونچینگے سُدی وغیرہ کا قول ہے
کہ حضرت یوسفؑ نے اون پر اپنا پہچاننا ظاہر نہین کیا اور اسطرح گفتگو شروع کی جیسے کوئی نا آشنا
گفتگو کرتا ہے اول اون سے پوچہا کہ تم اس ملک مین کیون آئے ہو اونہون نے جواب دیا کہ اے عزیز
ہم غلہ لینے کے لئے آئے ہین حضرت یوسفؑ نے کہا کہ شاید تم جاسوس ہو اونہون نے کہا کہ معاذ اللہ
ہم ہرگز جاسوس نہین ہین تب حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تمہارا وطن کہان ہے اونہون نے کہا کہ ہم
ملک کنعان کے رہنے والے ہین اور ہمارا باپ یعقوبؑ نبی اللہ ہے حضرت یوسف نے پوچہا کہ اوسکی
اولاد تمہارے سوا اور بہی ہے اونہون نے کہا کہ ہان ہم بارہ بہائی تہے ہمارا چہوٹا بہائی جنگل مین
کہین ہلاک ہوگیا اور وہی ہمارے باپ کو سب سے زیادہ پیارا تہا اوس کا ایک حقیقی بہائی اور ہے جسکو
ہمارے باپ نے اپنی تسکین کے لئے روک لیا ہے پہر حضرت یوسف نے اپنے بہائیون کو تعظیم کے ساتھ
مہمان کیا جب اون کا سامان لیکر غلہ اون کو حوالہ کر دیا گیا اور وہ رخصت ہونے لگے تو اوسوقت
حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اب دوبارہ جو تم غلہ لینے کے لئے آؤ تو اپنے اوس چہوٹے بہائی کو ضرور

ساتھ لائیو جسکو تمہارے باپ نے روک لیا ہے تاکہ ہمکو یہ معلوم ہو جاوے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ کہتے ہو
تم نے دیکھا کہ میں مال کی پوری قیمت کی مطابق غلہ دیتا ہوں کسیطرح غلہ لینے والے کو نقصان نہیں دیتا
اور مہمانی بہت اچھی طرح کرتا ہوں پھر تمکو اوسکے ساتھ لانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے پھر اون کو زیادہ
تاکید کے لئے یہی کہدیا کہ اگر تم لینا اپنے چھوٹے بھائی کے آئے تو میں تمکو غلہ نہ دونگا اور نہ اپنے
سامنے دونگا۔ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ اونہوں نے کہا
پھیرینگے ہم اوسکو رد کرنے کی تجویز سے اپنے باپ کو اور بیشک ہم یہ کام کرینگے ف اونہوں نے
جواب دیا کہ جہان تک ہم سے ہو سکیگا باپ کو سمجھاوینگے کہ اس کو مت روکو ہمارے ساتھ بھیجدو اور
اوس کے اس خیال سے کہ وہ بنیامین کو روکتا ہے اوسکو پھیرینگے اور یقین ہے کہ ہم اسکی کوشش میں
کامیاب ہونگے۔ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور کہا یوسف نے
اپنے جوانوں سے کہ رکھدو اون کا مال اون کے شلیتوں میں تاکہ وہ اوسکو پہچانلیں جب اپنے گھر
واپس جاوین شاید وہ پھر آویں۔ ف حضرت یوسف نے اپنے آدمیوں کو یہ حکم دیا کہ جو مال ان
کے بھائیوں سے غلہ کے عوض لیا گیا ہے وہ مال بھی غلہ کے شلیتوں میں اسطرح رکھدو کہ اون کو خبر نہ
جب وہ اپنے گھر پہنچینگے اور دیکھینگے کہ ہمارا مال بھی واپس کر دیا ہے تو اس طمع پر وہ دوبارہ غلہ
لینے کو ضرور آوینگے کہ غلہ بھی ملیگا اور مال بھی واپس ہوگا یا شاید حضرت یوسف کو یہ بھی خیال ہو کہ دوبارہ
اون کو کچھ مال شاید میسر نہ آوے جسکا غلہ لیتے آوین اسلئے وہی مال واپس کر دیا علاوہ اسکے یہ بھی اونہوں
نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے باپ کو اور بھائیوں سے غلہ کی قیمت لیں یہ بڑا احسان تھا کہ شاید اس مال کو
وہ یہ سمجھیں کہ کسی غلطی کے سبب سے واپس آگیا ہے پس مقتضائے تقوی و دیانت اوسکو اپنے لئے ناجائز
سمجھکر واپس کرنے آوین۔ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا

الکیل فارسل معنا اخانا نکتل وانا لہ لحافظون ○ ترجمہ جب وہ
پھر گئے اپنے باپ کے پاس تو اونہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ روکا گیا ہے ہم سے پیمانہ اب بھیج ہمارے ساتھ
ہمارے بھائی کو تاکہ غلہ پیمانہ بھر کر لیں ہم اور ہم اوسکی حفاظت کرینگے ف جب حضرت یوسفؑ کے بھائی
اپنے گھر پہونچے تو اونہوں نے اپنا اسباب کھولنے سے پہلے عزیز مصر کی مدارات اور مہمانی اور فیاضی کی
حضرت یعقوبؑ سے بہت تعریف کی اور یہ کہا کہ ہماری بہت خاطر تواضع کی اور خاطر خواہ غلہ دیا وہ بڑا مہربان نواز
اور فیاض ہے یہ سنکر حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اب جو تم دوبارہ غلہ لینے مصر کو جاؤ تو اوس سے کہیو کہ ہمارے باپ
یعقوب نے تمکو سلام کہا ہے اور تمنے ہمارے ساتھ جو احسان کیا اسکے عوض وہ تمکو دعا خیر دیتا ہے
یہ سنکر حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کیسے جاوینگے اوس نے آئندہ کے لیئے ہمارا غلہ دینا روک دیا اور
یہ کہدیا ہے کہ جب تک تم اپنے چھوٹے بھائی کو نہ لاؤگے تمکو غلہ نہ ملے گا اب تو ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے
ساتھ بھیجیے تب غلہ ملے گا ورنہ نہ ملے گا اور بھیجو اوسکے ہم لیتا جاوینگے اور تو اوسکے بھیجنے میں کچھ خوف نہ کر ہم دل و جان سے اوسکی
ہم بہت کی حفاظت کرینگے۔ **قال ہل امنکم علیہ الا کما امنتکم علی اخیہ**
من قبل فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین ○ تو یعقوب نے کہا
کیا میں اعتبار کروں تمہارا اوسپر مگر جیسے کہ اعتبار کیا تھا میں نے تمہارا اس سے پہلے اوسکے بھائی پر
پس اللہ بہتر ہے حفاظت کرنیوالا اور وہ سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحیم ہے ف حضرت
یعقوب نے جواب دیا کہ تمہاری حفاظت پر اعتبار کرنا ایسا ہے جیسے کہ اس سے پہلے یوسف کی حفاظت میں
تمہارا اعتبار کیا تھا اوس وقت بھی تم نے اسی طرح یوسف کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور پھر تم نے دغا دی ایسے ہی
اب بھی تمہارا اعتبار نہیں میں بنیامین کو اللہ کی سپرد کرتا ہوں وہی حفاظت کے لیئے بہتر ہے اور وہ
ارحم الراحمین ہے مجکو امید ہے کہ اب دو مصیبتوں کی مصیبت مجھپر نازل نہ کریگا اور بعض مفسرین کا قول ہے
کہ حضرت یعقوبؑ نے جو فاللہ خیر حافظا کہا یہ حضرت یوسفؑ کے لیئے حفاظت کی دعا ہے یعنی جب اونہوں نے

یہ کہا کہ بیٹا میں پر تمہارا اعتبار کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس سے پہلے یوسف پر تمہارا اعتبار کیا تھا یعنی یوسف کے
ذکر کے ساتھ اونہوں نے یوسف کی حفاظت کی دعا مانگی کہ اللہ یوسف کی حفاظت کرے وہی بہتر ہے حفاظت
کے لیے اور وہ ارحم الراحمین ہے پھر مجکو یوسف سے ملاوے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو
یقین تھا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں۔ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ
رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ
وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ
يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ اور جب اونہوں نے اپنا اسباب کھولا تو پایا مال اپنا پھیر دیا گیا تھا اون کی طرف تو اونہوں
نے کہا کہ اے ہمارے باپ کیا چاہیں ہم یہ ہمارا اسباب ہے جو ہم پر واپس کیا گیا اور پھر جاویں ہم
اور غلہ لاویں ہم اپنے گھر والوں کے لیے اور حفاظت کریں گے ہم اپنے بھائی کی اور زیادہ لاوینگے
ہم ایک اونٹ کا بوجھ یہ مقدار تھوڑی ہے۔ ف یعنی اون سب نے جب اپنے غلہ کا ظرف پایا کہ اونمیں
تو جو مال یوسف کے پاس غلہ کے عوض دینے کے لیے لیگئے تھے وہ سب اونمیں موجود پایا تب اونہوں
نے حضرت یعقوب سے کہا کہ اے ہمارے باپ اس سے بڑھکر اور اسپر اور کیا [illegible] کہ ہم اور
خواہش کریں عزیز مصر کا کرم یہاں تک ہے کہ یہ ہمارا اسباب بھی ہمکو واپس کر دیا اب ہم پھر جاویں اور
اپنے گھر والوں کے لیے اور غلہ لاویں اور اپنے بھائی کو بھی ساتھ لیجاویں اور اوسکے ساتھ ہمکو یہ نفع ہے
یہ فائدہ ہوگا کہ ایک بار شتر اوس کے حصہ کا زیادہ بڑھ جاوے گا اور یہ غلہ جو ہم لائے ہیں تھوڑی مقدار ہے
جلد ختم ہو جاوے گا اس لیے دوبارہ جانے کی سخت ضرورت ہے۔ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ
حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ
فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾
(یعقوب نے) کہا میں اوسکو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ دو تم مجھکو قول اور عہد اللہ کا

طرف سے کہ پہر لاؤ گے تم اوس کو میرے پاس مگر یہ کہ گرفتار کیے جاؤ تم جب اونہوں نے اپنا قول دیا
تو یعقوب نے کہا کہ اللہ ہماری باتون پر خبردار ہے ف حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ مین بنیامین کو
اوسوقت تک تمہارے ساتھ نہ کرون گا جب تک تم مجھکو اوس کے واپس لانے کا ایسا قول نہ دو جو
اللہ کی طرف سے ہو یعنی ایسا حلف شرعی ہو جو تاکید قول کیلئے اللہ کی طرف سے مقرر ہوا ہے اور جسکے توڑنے مین
اللہ ناراض ہوتا ہی لیکن اگر تم قید ہو جاؤ اور مجبور ہو جاؤ تو تم معذور ہو تم سے عہد فقط اتنا لیا جاتا ہے کہ تم اوسکی
حفاظت مین کمی مت کیجیو اور صحیح سلامت اوس کے واپس لانے کی کوشش کیجیو لیکن اگر کوئی ایسا حادثہ
پیدا ہو جاوے جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اوسمین تم پر کچھ الزام نہوگا چنانچہ اون سب نے اللہ کی قسم کھائی
کہ ہم بنیامین کی حتی الامکان حفاظت کرینگے تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ ہم جو اسوقت باتین کر رہے ہین
یا میرا تم سے عہد طلب کرنا اور تمہارا قسم کھانا ان سب باتون پر اللہ خبردار ہے اگر تم اپنی قسم کو پورا نکروگے
اور بنیامین کی حفاظت مین کمی کروگے تو اللہ بیشک تم پر عتاب کریگا۔ اگرچہ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے
معاملے مین اپنے بیٹون سے دغا پا چکے تھے باایں ہمہ اب بنیامین کو اون کے ساتھ بھیجنے پر راضی ہوگئے
اسکی وجہ یہ تھی کہ اون کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یوسفؑ سے دغا کرنے کے بعد یہ سب نہایت نادم اور پشیمان
ہین اور اب اون کو خوف الہی پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو حسد اون کو یوسف سے تھا وہ
بنیامین سے نہین باایں ہمہ قحط کی سختی نے غلہ لانے پر مجبور کیا تھا اور یہ معلوم ہو گیا تھا کہ عزیز مصر نے یہ کہدیا
ہے کہ اگر وہ اپنے چھوٹے بھائی کو نہ لیجاوینگے تو غلہ نہ ملے گا۔ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا
مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ط وَمَآ اُغْنِيْ
عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ اور (یعقوب نے کہا) اے
میرے بیٹو مت داخل ہو جیو تم ایک دروازہ سے اور داخل ہو جیو تم جدا جدا دروازون سے اور نہین

دفع نہیں کر سکتا تقدیر الٰہی ذرا بھی نہیں ہے حکومت مگر اللہ کے لئے اوسی پر توکل کیا مین نے اور چاہیے
کہ اوسی پر توکل کرین توکل کرنے والے ف جب حضرت یعقوب نے اپنے بیٹون کو دوبارہ مصر کی
طرف رخصت کیا اور بنیامین کو بھی اون کے ساتھ کر دیا تو چلتے وقت اونکو یہ وصیت کی کہ جب تم مصر کے
پاس پہونچو تو شہر کے اندر سب ملکر ایک دروازہ مین سے داخل نہ ہو جیو بلکہ متفرق ہو کر جدا جدا دروازون
مین سے داخل ہو جیو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اوسوقت مصر کے چار دروازے تھے۔ ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ابن عباس اور محمد بن کعب اور مجاہد اور ضحاک اور قتادہ اور سدی وغیرہ کا یہ قول ہے کہ
جدا جدا دروازون سے داخل ہونے کا حکم حضرت یعقوب نے اسوجہ سے کیا تھا کہ کہین اس جماعت کو
نظر نہ لگے اوسکی وجہ یہ تھی کہ یہ سب لوگ بڑی شان شوکت کے جوان تھے اور پہلی مرتبہ جو مصر مین گئے تھے
تو وہان کے سب لوگ ان سے واقف ہو گئے تھے اور عزیز مصر یوسف جو ان کی بہت خاطر کی تھی اس سے
ان کی شہرت بہت ہو گئی تھی اور یہ بھی سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سب بھائی ہین ان سب کی ایک جماعت اگر
شہر مین داخل ہوتی تو یہ خوف تھا کہ لوگ جب اس گروہ کو اس وجاہت کے ساتھ دیکھین گے اور یہ کہین گے
کہ ایک باپ کے اتنے بیٹے ایسے وجیہ اور خوبصورت جوان ہین تو کیا عجب ہے کہ نظر بد اثر کرے اس لئے
حضرت یعقوب نے اون کو یہ حکم کیا کہ تم اپنے گروہ کو متفرق کر کے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ نظر بد کی اصل احادیث
صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے اوس کی خبر دی ہے
اور یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی قدرت کی ہوتی کہ وہ تقدیر الٰہی پر غالب ہو سکے تو وہ نظر بد ہوتی حاصل
اس کا فقط اسی قدر ہے کہ نظر بد کا اثر بڑا غالب ہوتا ہے اور نظر سے بچنے کی دعائین بھی احادیث مین
وارد ہین اور تجربہ اور مشاہدہ سے بھی نظر بد کا اثر محسوس ہوا ہے متکلمین نے لکھا ہے کہ بعض شخص کی
آنکھ مین اوس کی نگاہون مین کچھ ایسا زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے جو اوس شخص مین اثر کرتا ہے جس پر نظر لگی ہو
حضرت یعقوب نے اگرچہ نظر بد کے خوف سے اپنے بیٹون کو یہ نصیحت کی کہ جدا جدا دروازون سے داخل ہو

مگر اوسکے ساتھ یہی کہدیا کہ جو حادثہ اللہ کی طرف سے آنے والا ہو اوسکو مین تمسے دفع نہین کر سکتا اور نفع
نقصان پہونچانے کا اختیار اللہ کے سوا کسیکو نہین اوسی پر مین توکل کرتا ہون اور اوسی پر سب کو توکل کرنا چاہئے
اس قول کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تدبیر جو مین نے نظر بد سے بچنے کی بتائی یہ اللہ کے حکم کو ٹال نہین سکتی مگر انسان کو
یہ حکم ہے کہ حتی الامکان آفتون سے بچنے کی کوشش کرے مثلاً انسان قصداً زہر نہین کہاتا اور آگ مین نہین
داخل ہوجاتا اور شرعی حکم بہی ان چیزون سے بچنے کا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ موت وحیات اور نقصان
اللہ کے اختیار مین ہے انسان کو اپنی تدبیر کرنا چاہیے لیکن اوسپر بہروسا کرنا نہ چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ
یہ ظاہری تدبیر فقط حیلہ ہے یہ تدبیر کسی آفت سے نہین بچاتی بلکہ اللہ بچاتا ہے اور تقدیری بلا کسی تدبیر سے
نہین ٹل سکتی پس تدبیر بہی درحقیقت ایک صورت دعا کی ہے جسکا قبول کرنا اللہ کے اختیار مین ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ط مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ط وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۵ ع

اور جب داخل ہوے اوسطرح
جیسے اون کے باپ نے اونہین حکم کیا تہا نہ تہا یہ امر کہ دفع کرتا اون سے تقدیر الہی کچہہ بہی مگر ایک خطرہ تہا
یعقوب کے دل مین اوسکو پورا کر لیا اور بیشک وہ علم والا تہا اس لیے کہ ہم نے اوسکو علم دیا تہا
اور لیکن اکثر آدمی نہین جانتے ف یعنی جب وہ اپنے باپ کے حکم کی مطابق متفرق دروازون سے
داخل ہوے تو یہ امر ایسا نہ تہا کہ قضاے الہی کو ٹال سکتا یعنی اگر تقدیر الہی مین یہ مقرر ہوتا کہ اون کو نظر لگ
اثر بد پہنچے تو اس صورت مین یہی رخ نہین ہو سکتا تہا مگر یعقوب نے جو یہ حکم کیا تہا یہ بمقتضاے بشریت
اوس کے دل مین ایک خطرہ تہا جو اوس نے پورا کر لیا با این ہمہ یعقوب نے خود ظاہر کر دیا تہا
کہ مین قضاے الہی کو تم سے دفع نہین کر سکتا یعقوب نے یہ اسوجہ سے کہا تہا کہ ہم نے اوسکو علم دیا تہا
اور وہ جانتا تہا کہ یہ تدبیر قضاے الہی کی دافع نہین بلکہ جو کچہہ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے لیکن

اکثر آدمی نہین جانتے اور وہ یہی سمجھتے ہین کہ اون کی تدبیرین اون کی بلائین ٹال دیتی ہین پس وہ اللہ پر توکل نہین کرتے بلکہ اپنی تدبیرون پر اعتماد کرتے ہین۔ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اور جب وہ یوسف کے پاس گئے ٹہرایا یوسف نے اپنے بہائی کو اپنے پاس کہا کہ بیشک مین تیرا بہائی ہون اب تو اون کامون پر رنج مت کر جو وہ کرتے تہے ف جب سب بہائی یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے سب کی مدارات اور مہمانی بہت اچہی طرح کی مگر اپنے بہائی بنیامین کو اپنے پاس ٹہرایا اور یہ کہدیا کہ مین تیرا بہائی یوسف ہون تو اس راز کو مخفی رکہیو اون پر ظاہر مت کیجیو اور تو اب اون باتون پر رنج مت کر جو یہ لوگ ہم دونو کے ساتھ حسد کرتے تہے درحقیقت حضرت یوسف کا دل اپنے بہائیون کی طرف سے صاف ہوگیا تہا اور جو ظلم اونہون نے کیا تہا اوسکو حضرت یوسف نے معاف کردیا تہا اسلئے اونہون نے اپنے بہائی سے بہی کہا کہ تو بہی اون کی طرف سے اپنا دل صاف کرلے۔

بعض مفسرین نے یہ بہی لکہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے دو دو بہائیون کو ایک ایک جگہ ٹہرایا اکیلے بنیامین اکیلے رہگئے اس لیئے اون کو اپنے پاس لیلیا۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ پہر جب درست کیا اون کے لیئے سامان اون کا تو رکہدیا آبخورہ اپنے بہائی کی گٹہری مین پہر آواز دی کسی پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو کیا تم چور ہو ف یعنی جب یوسف نے اپنے بہائیون کے لیئے غلہ جدا کیا اور اون کی رخصت کا سامان کیا تو اپنے بہائی بنیامین کے سامان مین چہپاکر ایک برتن رکہدیا جسمین حضرت یوسفؑ پانی بہی پیتے تہے اور غلہ ناپنے کا پیمانہ بہی وہی تہا۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ چاندی کا تہا اور بعض کا قول یہ ہے کہ سونے کا تہا یہ برتن اسطرح رکہا گیا کہ کسی کو اوس کے رکہنے کی خبر نہوئی شاید اس برتن کے رکہنے سے حضرت یوسفؑ کی

غرض یہ ہوگی کہ جب وہ اس برتن کو دیکہین گے تو اوس کے واپس کرنے کے لئے پہر آوینگے جب وہ سب
رخصت ہوگئے اور حضرت یوسف کے خادمون نے اوس ظرف کو نپایا تو اونہون نے گمان کیا کہ شاید یہہ
قافلے والے اوسکو لیگئے اس لئے کہ وہی وہان ٹہیرے ہوئے تہے جہان وہ برتن تہا تب ایک شخص
اون مین سے پکارتا ہوا گیا کہ اے اہل قافلہ تم چور ہو یہ پوچہنا بطور استفہام کے تہا اور حرف استفہام یہان
سے محذوف ہے یعنی کیا تم چور ہو - قرآن سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اوس پکارنے والے نے حضرت یوسف
کے حکم سے یہ آواز دی تہی اور ظاہر یہی ہے کہ خادمون نے اپنی طرف سے قافلہ کو روکا حضرت یوسف کو
اوسوقت اس کی خبر نہ تہی - قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ کہا
اونہون نے اونکی طرف موہنہ کرکے کیا چیز ہے جو تم ڈہونڈتے ہو ف یعنی حضرت یوسف کے
بہائیون نے جب یہ آواز سنی تو وہ ان پکارنے والون کی طرف موہنہ کرکے کہڑے ہوگئے اور اونسے پوچہا کہ
تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے - قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ
حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ اونہون نے کہا کہ ہم بادشاہ کا پیالہ ڈہونڈہتے ہین
اور جو کوئی اوسکو لادے اوسکو بار شتر ملیگا اور مین اس کا ضامن ہون ف پکارنے والون
نے یوسف کے بہائیون کو یہ جواب دیا کہ ہم بادشاہ کا پیالہ ڈہونڈہتے ہین اور جو کوئی اوسکو ڈہونڈکر لادیگا
اوسکو غلہ لیکر ایک بار شتر کے انعام ملیگا اور مین اس کا ضامن ہون پکارنے والا اگرچہ ایک شخص تہا
مگر اوس کے ساتہ بہت لوگ تہے اسی وجہ سے (قالوا) جمع کا صیغہ مذکور ہوا اور ضامن بار شتر کا وہی
ایک شخص پکارنے والا تہا اور اوسی نے کہا کہ مین اس انعام کا ضامن ہون چونکہ وہ برتن پانی پینے کا
بہی تہا اور غلہ بہی اوسی سے ناپا جاتا تہا اسی لئے پہلے اوسکو سقایہ کہا تہا اب اوسی کو صواع یعنی
پیمانہ کہا گیا - قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ
وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ اونہون نے کہا بیشک تم جانتے ہو کہ ہم ملک مین فساد کرنے کے لئے

نہیں آئے اور ہم چور نہیں ف حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جواب دیا کہ تم خوب جانتے ہو
کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے کے لئے نہیں آئے تھے اور ہمارا شیوہ چوری کرنے کا نہیں ہم ہرگز ایسا
نہیں کی یہ جو انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم مفسد نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب سے
ہم یہاں آئے تھے کوئی فساد نہیں کیا اور ہمارا چال چلن بہت اچھا ہے بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ
جب تک وہ مصر میں رہتے تھے اپنے اونٹوں کو جب چھوڑتے تھے تو اون کا منہ باندھ دیتے تھے کہ
کسی کی کھیتی کو نقصان نہ پہنچاویں اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ انکا مال جو حضرت یوسف نے
واپس کر دیا تھا کہ اونکو خبر نہ ہوئی تھی اوسکو بھی وہ واپس کرنے کیلئے لائے تھے اور اکثر عبادت میں
مشغول رہتے تھے اور یہ سب باتیں اس امر کی دلیل تھیں کہ وہ نہایت نیک طینت تھے اور چوری کرنا
اون سے بہت بعید تھا اسی لئے انہوں نے کہا کہ تمکو ہمارا حال معلوم ہے کہ ہم مفسد نہیں قَالُوا
فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ○ انہوں نے کہا پھر اسکی کیا سزا ہوگی
اگر تم جھوٹے نکلے ف روکنے والوں نے حضرت یوسف کے بھائیوں سے کہا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ
ہم چور نہیں اگر اس قول میں تم جھوٹے نکلے اور یہ گم شدہ آبخورہ جسکو ہم ڈھونڈتے ہیں تم میں سے کسی کے
پاس سے نکلا تو اسکی کیا سزا ہوگی قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ
فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ انہوں نے کہا اسکی سزا
اس کام کی یہ ہے کہ جو شخص کہ اوسکے سامان میں وہ مال پایا جاوے وہی اوسکا بدلا ہے
اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں ف حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ اس
چوری کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے سامان میں سے مال مسروقہ نکلے وہی شخص اوسکے بدلے میں
غلام بنایا جاوے ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں یعنی ہمارے دین میں چوروں کے لئے
یہی سزا مقرر ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا

یہی تھی کہ جو اوس شخص کا غلام بنایا جاتا تہا جسکا مال چراتا تہا فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ
قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ
پہر ابتدا کی یوسف نے اونکے سامانون کے ساتھ اپنے بہائی کے سامان سے پہلے پہر نکالا اوسکو
اپنے بہائی کے سامان سے ف جب یہ بات قرار پا چکی کہ جسکے سامان مین سے وہ آبخورہ نکلے
وہی غلام بنایا جاوے تب یہ معاملہ حضرت یوسفؑ کے سامنے پیش ہوا اور چونکہ وہ جانتے تہے کہ وہ
آبخورہ اون کے بہائی بنیامین کے سامان مین ہے اسکو اونہون نے مخفی رکہا البتہ بنیامین کے سوا
اپنے سب بہائیون کو چوری کے الزام سے اسطرح بری کردیا کہ اونمین سے ایک ایک کا اسباب
دیکہا جب اوسمین کچہ نہ نکلا تو وہ الزام سے بری ہوگئے سب سے آخر بنیامین کے اسباب مین سے وہ آبخورہ
نکال لیا اور اس تدبیر کو اونہون نے اپنے بہائی کے روک لینے کے بہت غنیمت سمجہا یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ
بغیر اونکے قصد کے اونکے لئے مہیا ہوگئی اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بہائی بنیامین پر ناحق
چوری کا الزام کیون باقی رکہا حالانکہ وہ بیگناہ تہا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بنیامین اس تدبیر پر راضی
ہوگئے تہے اور وہ حضرت یوسفؑ کے رازدار تہے اور اونکے پاس رہنے پر راضی تہے كَذَٰلِكَ
كِدْنَا لِيُوسُفَ یون اسطرح تدبیر بتادی ہمنے یوسف کے لئے ف اللہ فرماتا ہے کہ ہمنے
جو اپنی مشیت سے اس معاملہ کی صورت بنادی اسطرح یوسفؑ کے لئے اوسکے مقصود کی تدبیر پیدا ہو
جسکا یوسفؑ کو پہلے سے خیال ہی نہ تہا مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ
إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ نہین لے سکتا تہا یوسف اپنے بہائی کو بادشاہ کے قانون مین
مگر یہ کہ اللہ چاہے ف مصر کے بادشاہ کا قانون یہ تہا کہ چور کے کوڑے مارے جائین اور جسقدر قیمت کا
مال اوسنے چرایا ہے اوس سے دو چند قیمت اوس سے لیا جائے پس بادشاہ کے اس قاعدے کی
رو سے جب یوسفؑ اپنے بہائی کو نہین لے سکتے تہے مگر اوسی صورت مین لے سکتے تہے جب اللہ اوسکی کوئی

تدبیر پیدا کر دے چنانچہ حضرت یوسف کے لئے اللہ نے یہ تدبیر پیدا کر دی کہ یوسف کے بھائیوں نے
پہلے سے غلام بنانے کی سزا کو قبول کر لیا تھا۔ اس آیت سے علمانے یہی ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص
اپنی غرض جائز کو حاصل کرنیکے لئے ایسی تدبیر کرے کہ بظاہر صورت اوسکی حیلہ کی ہو لیکن حقیقت میں
شریعت کے مخالف نہو تو جائز ہے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ وَفَوْقَ
كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ بڑہاتے ہیں ہم درجات جنکو چاہتے ہیں اور ہر علم والے کے
اوپر ایک علم والا ہے ف یعنی ہم اپنے فضل سے جسکا چاہتے ہیں مرتبہ بڑہا دیتے ہیں چنانچہ ہم نے یوسف کو
بہت بڑا مرتبہ دیا تھا جسکے ذریعہ سے اونہوں نے اپنے بھائی کے روکنے کا بہت عمدہ حیلہ سوچ لیا کہ جب سب
حسب اتفاق بغیر قصد حضرت یوسف کے چوری کے الزام میں متہم ہو گیا تو حضرت یوسف نے اپنے دوسرے
بھائیوں کی برائت اس جرم سے ثابت کر دی اور اپنے بھائی بنیامین کو ملزم کرکے اوسکی برائت کو مخفی رکھا
اور اس تدبیر سے اوسکو روک لیا یہ اونکے علم او عقل کا نتیجہ تھا پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہر علم والے پر ایک علم والا
ہوتا ہے یعنی مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جس سے بڑہکر دوسرا عالم نہو بلکہ ہر علم والے پر کوئی دوسرا عالم ہی
غالب ہوتا ہے پس یوسف کے بھائی اگرچہ علم والے تھے لیکن یوسف کا علم اونسے بھی بڑہکر تھا اس آیت میں
علم سے مراد عمدہ تدبیروں کے سوچ لینے کی قوت ہے جو علم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اسی قوت کی وجہ سے
اللہ نے حضرت یوسف کی مدح کی ہے اور چونکہ یہ قوت آدمی کو علم سے حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ثابت
ہو گیا کہ علم نہایت شریف چیز ہے قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ
مِنْ قَبْلُ ج اونہوں نے کہا کہ اگر اسنے چوری کی تو اسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی
ف جب حضرت یوسف کے بھائیوں نے دیکھا کہ وہ آبخورہ جو گم گیا تھا بنیامین کے سامان میں سے نکلا تو
وہ نہایت نادم ہوئے اور اوس وقت اون سے کوئی بات بن نہ پڑی تب اونہوں نے مجبور ہو کر یہ کہا کہ ہم لوگ
چور نہیں ہیں یہ بھائی ہمارا جو دوسری ماں سے ہے یہی چور ہے اور اس سے چوری کرنا تعجب نہیں کیونکہ اسکے

حقیقی بہائی نے بہی اس سے پہلے چوری کی تہی اس سے مراد اونکی حضرت یوسفؑ تہی یعنی اس بنیامین کا بہائی جو یوسفؑ تہا اوسنے بہی اس سے پہلے چوری کی تہی پس حاصل اونکی تقریر کا یہ ہوا کہ اسمین یہ عیب ماں کی طرف سے آیا ہے ورنہ ہماری نسل مین عیب نہ تہا اب مفسرین کا اختلاف ہے کہ اونہون نے حضرت یوسفؑ پر جو چوری لگائی اسکی نسبت تفسیرون مین مختلف روایتین لکہین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا نانا کافر بت پرست تہا اور حضرت یوسفؑ کی ما جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بی بی تہین مسلمان تہین اور اپنے باپ کی بت پرستی سے سخت بیزار تہین اسلئے اونہون نے حضرت یوسفؑ کو جب وہ بہت چہوٹے بچے تہے یہ سکہایا کہ اپنے نانا کا بت چرالا اور اوسکو توڑ ڈال حضرت یوسفؑ نے یہی کیا اسی چوری کا حضرت یوسفؑ پر بہائیون نے الزام لگایا دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے دسترخوان پر سے کچہ روٹیان چہپا کر لیلیتے تہے اور فقیرون کو دیدیتے تہے ایک قول یہ بہی ہے کہ اونہون نے اپنے گہر مین سے ایک بکری کا بچہ یا مرغ بغیر اجازت اپنے باپ کے کسی فقیر کو دیدیا تہا یہی الزام اونپر چوری کا تہا تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی پہوپی جو حضرت اسحق علیہ السلام کی بیٹی تہین اونکے پاس حضرت ابراہیمؑ کا کمر سے باندہنے کا پٹکا تہا جو اونکو میراث مین ملا تہا اونہون نے حضرت یوسفؑ کو بچپن مین پرورش کیا اور اپنے پاس رکہا اور وہ حضرت یوسفؑ پر ایسی عاشق تہین کہ کسی طرح اونکا جدا کرنا نہین چاہتی تہین جب حضرت یوسفؑ کسیقدر بڑے ہوگئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونکو اپنے پاس لے آنیکا قصد کیا یہ بات اونکی بہن کو ناگوار تہی جب حضرت یعقوبؑ کا بہت اصرار ہوا تو مجبور ہوکر اونہون نے یہ تدبیر کی کہ حضرت ابراہیم کا پٹکا جو اونکے پاس تہا وہ کپڑون کے نیچے حضرت یوسفؑ کی کمر مین اسطرح باندہ دیا کہ حضرت یوسفؑ کو بہی خبر نہوئی پہر مشہور کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا پٹکا کہو گیا ہے دیکہو کسکے پاس ہے آخر کو وہ پٹکا حضرت یوسفؑ کی کمر مین نکلا پس مطابق حکم شریعت ابراہیمی کے حضرت یوسفؑ کو اونہون نے اپنے پاس روک لیا اسلئے کہ چور کی سزا اونکی شریعت مین یہی تہی کہ جسکا مال چرایا ہے اوسکا غلام ہوجائے یہ جتنی روایتین ہین انمین سے کسی صحیح رستہ مین

در حقیقت چوری نہین ہے مگر صورت کی حالت مین حضرت یوسف کے بہائیون نے اسکو بھی چوری بتادیا
لیکن محققین کے نزدیک یہ روایتین صحیح نہین شاید یہ روایتین یہود و نصاری کی کتابون سے
آگئی ہین فتح البیان مین لکہا ہے کہ قرطبی نے اپنی تفسیر مین یہ نقل کیا ہے کہ درحقیقت حضرت یوسف کے
بہائیون نے بالکل جہوٹ بولا جو حضرت یوسف پر چوری کی تہمت لگائی اور ابن منیر نے تحریر کیا ہے
کہ حضرت یوسف کی چوری کی تفسیر مین جتنی روایتین ہین یہ سب بنائی ہوئی ہین خاندان نبوت کی طرف ایسی
باتون کی نسبت جائز نہین اور ان روایتون کو ترک کرنا واجب ہے مکی کا قول یہی ہے بعض علما نے
اس آیت کی تفسیر یون کی ہے کہ اخ سے مراد حضرت یوسف نہین بلکہ بنی آدم آپسمین بہائی ہین اسلئے حضرت
یوسف کے بہائیون نے یہ کہا کہ اگر بنیامین نے چوری کی تو تعجب نہین اسلئے کہ یہ بشر ہے اس سے پہلے
اور بنی آدم نے بہی چوری کی ہے لیکن آیت آیندہ کی مناسبت یہی ظاہر کرتی ہے کہ اونہون نے حضرت
یوسف پر چوری کی تہمت لگائی تہی فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا
لَهُمْ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ تو چہپایا اوسکو
یوسف نے اپنی دل مین اونہین ظاہر کیا اونپر کہا تم بدتر حالت مین ہو اور اللہ خوب جاننے والا ہے
اوسکا جو تم بیان کرتے ہو ف یعنی جب حضرت یوسف کے بہائیون نے اونپر چوری کی تہمت لگائی تو
حضرت یوسف نے اونسے تو ظاہر مین کچہ نہ کہا مگر پوشیدہ طور پر اپنے دل مین یہ کہا کہ تم جو مجہپر جہوٹی
تہمت کرتے ہو اس وجہ سے تم بری حالت مین ہو اور اللہ خوب جانتا ہے کہ تم جو کہتے ہو وہ صحیح نہین
قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ
إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ اونہون نے کہا کہ اے عزیز بیشک اوسکا باپ بڈہا
کہن سال ہے اسلئے تو اوسکی جگہ ہم مین سے ایک کو لیلے ہم دیکہتے ہین تجکو احسان کرنیوالون مین سے
ف جب یوسف کے بہائیون نے دیکہا کہ بنیامین روکا گیا تب اونکو یہ خیال ہوا کہ اب حضرت یعقوب کو

کیا ہونہ دکہاوین گے اسلیئے اونہون نے حضرت یوسفؑ کی خوشامد شروع کی اور نہایت عاجزی سے یہ کہا کہ
اسکا باپ بہت بوڑہا ہے اور اوسکو زیادہ محبت اسی بیٹے سے ہے اور پہلے بیٹے کا جو داغ اوٹھا چکا ہے
اوس رنج کی تسلی یہی اوسکو اسی کی وجہ سے ہوتی ہے اسلیئے تو ہم مین سے کسی ایک کو اسکی عوض قید
کر لے اور اسکو چھوڑدے ہم دیکھتے ہین کہ تو نیک دل ہے اور احسان کرنیوالا ہے اسلیئے ہم پر بھی احسان کر
ورنہ اسکے باپ کو یہ صدمہ بہت سخت ہوگا قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ یوسفؑ نے کہا اللہ کی پناہ
اس سے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر اوسکو جسکے پاس ہم اپنا اسباب پاوین ہم اوسوقت بیشک ظالمون سے
ہو جاوین گے ف حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ جسکے پاس سے ہمارا
مال نکلے ہم اوسی کو پکڑین گے پس اللہ ہمکو بچاوے ایسے فعل سے کہ ہم اس عہد کی مخالفت کرین
اور جسکے پاس ہمارا مال نکلا ہے اوسکے سوا کسی دوسرے شخص کو پکڑین شاید حضرت یوسفؑ کے پاس
بذریعہ وحی الٰہی کے یہ حکم آیا ہوگا کہ وہ بنیامین کو روک لین جانے نہ دین اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ
نے اپنے بھائیون کی درخواست قبول نہ کی قطع نظر اسکے بنیامین اونکے پاس رہنے پر راضی تھے اسلیئے
اونکا روکنا ظلم نہ تہا لیکن اونکی جگہ دوسرے کا روکنا ظلم تہا اور چونکہ حضرت یوسفؑ یہ قصد کر چکے تھے کہ
اب بہت جلد حضرت یعقوبؑ کو مصر مین بلاوین گے اسلیئے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت یعقوبؑ کو بنیامین کی
مفارقت کا صدمہ بہت تھوڑے دن رہیگا اور اوسکا نتیجہ بہت اچھا مرتب ہوگا اسلیئے کہ سب ایک جگہ
فارغ البالی کے ساتھ جمع ہو جاوینگے اور اسمین شک نہین کہ بنیامین کے روکنے کی وجہ سے جو قلق اور
اضطراب حضرت یعقوب اور اونکے باقی دس بیٹون کو پیدا ہوا وہی اون سب کے جمع ہونیکا سامان ہو گیا
فَلَمَّا اسْتَيْــَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ جب وہ مایوس ہو گئے اوس سے تو جدا ہو کر
مشورہ کرنے لگے ف یعنی اول تو اونہون نے حضرت یوسفؑ کو قسم دلانے کی باتین کین اور جب

ع

حضرت یوسفؑ نے بنیامین کا چھوڑنا کسیطرح قبول نہ کیا تو انہون نے علیحدہ ہوکر خلوت مین
مشورہ کیا کہ اب کیا کرین اور حضرت یعقوبؑ سے جو عہد واثق کیا تہا کہ بنیامین کو پہیر والیس لاوینگے
اسکا کیا جواب ہوگا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم
مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ
الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ
الْحَاكِمِينَ ○ انمین جو بڑا تہا اوسنے کہا کہ کیا تم نہین جانتے کہ بیشک تمہارے باپ نے
تم پر اللہ کا مضبوط عہد باندہا ہے اور اس سے پہلے قصور کیا ہے تم نے یوسفؑ کے معاملہ مین
پس نہ نکلونگا مین اس زمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجکو میرا باپ یا حکم کرے اللہ میرے
اور وہ بہتر ہے حاکمون مین ○ جب ان سب نے مشورہ شروع کیا تو جو انمین بڑا تہا یعنی روبیل
جو عمر مین بڑا تہا یہ وہی شخص ہے جسنے حضرت یوسفؑ پر ظلم کرتے وقت یہ مشورہ دیا تہا کہ اونکو قتل
مت کرو کوئین مین ڈالدو اور بعض کا قول ہے کہ لفظ کبیر سے عمر مین بڑا مراد نہین بلکہ عقل مین بڑا
مراد ہے اور وہ یہودا تہا اور بعض نے کہا ہے کہ لفظ کبیر سے سردار مراد ہے اور سردار اونکا
شمعون تہا واللہ اعلم بہرحال جو انمین بڑا تہا اوسنے اپنے بہائیون سے مخاطب ہوکر کہا کہ کیا تم نہین
جانتے کہ باپ نے بنیامین کے بابمین اللہ کی پکی قسم لی ہے اب تم بتاؤ کہ اونکو کیا جواب
دوگے حالانکہ اس سے پہلے یوسفؑ کو جو تمنے اپنے باپ سے جدا کیا تہا وہ داغ بہی ابہی اونکے دلپر
موجود ہے اب اسطرح بنیامین کو تم ساتہ لیے نہین آگئے اور اسکو ساتہ نہ لیا لیکن تو حضرت یعقوبؑ کو یقین
ہوجائیگا کہ جسطرح یوسفؑ کو انہون نے مجہسے جدا کیا اسیطرح بنیامین کو بہی جدا کیا چنانچہ مین اسسبب سے
بڑا ہون اور زیادہ مواخذہ اس معاملہ کا مجہسے ہوگا اسلئے مین اس شہر سے اوسوقت تک جدا نہونگا
جبتک کہ میرا باپ مجکو نہ بلاوے یا میرے لئے اللہ کوئی حکم نہ کرے یعنی بنیامین کی خلاصی کی تدبیر

یا حکم کرے اللہ سب حاکمون مین بہتر ہے یعنی وہ حق کی مطابق حکم کرتا ہے اس کہنے سے اللہ کی
التجا مقصود تھی کہ وہ اپنے فضل سے اس مشکل کو حل کر دے ارجعوا الی ابیکم
فقولوا یاابانا ان ابنک سرق ج وما شہدنا الا بما علمنا وما
کنا للغیب حفظین ۵ تم اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ اور اوس سے کہو کہ اے ہمارے
باپ بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہین اقرار کیا تھا ہمنے مگر اوسکا جو ہم جانتے تھے اور نہ تھے ہم
غیب کے حافظ ف یعنی اون کے بڑے نے اپنے بھائیون سے یہ کہا کہ مین تو مصر سے اوسی وقت
نکلونگا کہ یا تو میرا باپ بلاوے یا اللہ کوئی ایسا امر ظاہر کر دے جس سے بنیامین کی خلاصی ہو جاوے
مگر تم سب وطن کو جاؤ اور باپ سے یہ تمام قصہ بیان کرو کہ ہم مجبور ہین کہ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہم
جو تجھسے یہ عہد لیا تھا یہ اوسی اعتماد پر تھا کہ ہم جانتے تھے کہ بنیامین چوری نکریگا مگر ہمکو غیب کی خبر نہ تھی
مراد یہ ہے کہ ہمنے جو معاہدہ کر لیا کہ جسکے پاس سے چوری کا مال نکلے وہی غلام بن جاوے اسکی وجہ
یہی تھی کہ ہم یہی جانتے تھے کہ ہم مین کوئی چور نہین ہے اور ہم سب اس عیب سے پاک ہین مگر ہمکو
کیا خبر تھی کہ بنیامین نے چوری کی ہے ہم عالم الغیب نہ تھے وسئل القریۃ التی کنا فیہا
والعیر التی اقبلنا فیہا ط وانا لصدقون ۵ اور تو پوچھ لے اوس بستی سے
جسمین ہم تھے اور اوس قافلے سے جسمین ہم آئے تھے اور ہم البتہ سچ کہنے والے ہین ف یعنی
اے باپ اگر تجکو ہمارا اعتبار نہو تو مصر والون سے تو اس قصہ کی تحقیق کر لے اور اوس قافلہ والون
پوچھ لے جس قافلہ مین ہم آئے تھے اون سب سے اس قصہ کی بابت اچھی طرح تحقیق ہو سکتی ہے اوس
قافلہ مین تمام ملک شام کے آدمی تھے اور کنعان کے قریب جو بستیان تھین وہان کے لوگ بھی تھے
یہان تک تقریر اوس بھائی کی تھی جو سب مین بڑا تھا چنانچہ اوسکی رائے کی بموجب نو بھائی کنعان کو
حضرت یعقوب کے پاس گئے اور تمام قصہ اونسے بیان کیا قال بل سولت لکم انفسکم

کہ بیٹون نے رنا کی اوس پر اونہون نے بنیامین کے قصہ کو قیاس کیا اور پہر حضرت یوسفؑ نے اپنی مصیبت مین
مضطر ہوکر یہ کہا کہ افسوس ہے یوسفؑ پر اور چونکہ قدیمی صدمہ یوسفؑ کا اونکو ان تمام صدمون پر غالب تہا
اسلئے اس نئے صدمے سے وہ قدیمی صدمہ از سر نو تازہ ہو گیا اور اس جدید مصیبت کا اثر اونکے قلب پر بہی پڑا کہ
اونہون نے یوسفؑ کو یاد کیا اب اللہ فرماتا ہے کہ یوسفؑ کا صدمہ اور پہر ایسا تہا کہ روتے روتے اونکی آنکہین
سفید ہوگئین تہین یعنی بصارت جاتی رہی تہی پس اونکی یہ حالت تہی کہ وہ غم سے بہرے ہوئے تہے ان مصائب مین
اللہ کی طرف سے بہت بڑا امتحان حضرت یعقوبؑ کا تہا کہ اس سختی مین اونہون نے صبر جمیل کیا اور اللہ کی طرف
رجوع کرتے رہے اور بمقتضائے بشریت شدت مصیبت مین رونا صبر کے خلاف نہین اسلئے کہ جو فعل انسان کے
اختیار مین نہو اوسپر تکلیف شریعت جاری نہین ہوتی اور مصیبت مین رونا بہی ایک ایسا فعل ہے جو انسان کے
اختیار سے باہر ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بہی اپنے بیٹے ابراہیم کے غم مین روئے تہے پس ایسے رونے پر
اجر ملتا ہے البتہ جو رونا اختیاری ہو وہ اللہ کے خوف کے سوا اور کسی مصیبت مین جائز نہین قَالُوْا
تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ
الْهَالِكِيْنَ ۝ اونہون نے کہا اللہ کی قسم تو ہمیشہ یاد کرتا ہے یوسفؑ کو یہانتک کہ ہو جاویگا تو بیمار
یا ہو جاویگا مرنیوالون مین سے ف حضرت یعقوب کے بیٹون نے دیکہا کہ اب تک یوسفؑ کا صدمہ حضرت
یعقوب علیہ السلام پر غالب ہے اور اگرچہ انہین بیٹون نے یوسفؑ کو جدا کیا تہا مگر اب اسکا کوئی علاج اونکے
اختیار مین نہ تہا اسلئے بنظر شفقت اونہون نے اپنے باپ کو یون سمجہایا کہ تم ہمیشہ یوسفؑ کو یاد کیتے ہو اور یہی
رنج ہوئی کیا جاتے ہو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت بیمار ہوجاؤگے یا اس رنج مین مرجاؤگے مطلب یہ تہا کہ اب یہ صدمہ
لاعلاج ہے تم اسکو دل سے بہلا دیجئے اونہون نے یوسفؑ کے صدمہ کی شکایت کی اسلئے کہ اونکے نزدیک وہی لاعلاج
تہا اور بنیامین کو وہ جانتے تہے کہ اوسکی رہائی کی امید باقی ہے اسلئے وہ مصیبت لاعلاج نہین سمجہی جاتی تہی قَالَ
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ف بے اختیاری سے رونا صبر کے خلاف نہین

(یعقوب نے) کہا نہیں بیان کرتا ہوں میں رنج اپنا اور غم اپنا مگر اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں میں اللہ
کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ف حضرت یعقوب نے اونکو جواب میں کہا کہ میں اپنا رنج کسی
بندے کے سامنے نہیں بیان کرتا بلکہ اللہ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ بات
جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی اللہ کی رحمت کی وسعت کو تم سے زیادہ جانتا ہوں مفسرین نے لکہا ہے کہ
مراد اس سے حضرت یوسف کی خواب ہے جس سے حضرت یعقوب سمجھ گئے تھے کہ اوسکی تعبیر ضرور پوری ہونیوالی ہے
اور اوس سے یہ ثابت تہا کہ حضرت یعقوب اور یوسف اور اونکے سب بھائی ایک جگہ جمع ہونیوالے ہیں
اسی سے حضرت یعقوب یہ جانتے تہے کہ حضرت یوسف زندہ ہیں اور اوسی وقت کے منتظر تہے یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا
فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ اے میرے بیٹو جاؤ
خبر لو یوسف اور اوسکے بھائی کی اور مایوس مت ہو اللہ کی رحمت سے بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی
رحمت سے مگر وہ گروہ جو کافر ہیں ف حضرت یعقوب کو چونکہ یوسف اور بنیامین کے ملنے کی امید قوی تہی
اسلئے اونہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ حکم دیا کہ اس کام کی کوشش مت چھوڑو اور اسی میں سرگرم رہو اور
یوسف اور بنیامین کی خبر لو اور اللہ کے فضل پر بہروسہ کرو اوسکی رحمت سے امید مت توڑو اللہ کی رحمت سے
مایوس ہونا مومن کا کام نہیں بلکہ کافروں کا کام ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ
لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝
پہر جب داخل ہوئے اوسپر تو انہوں نے کہا کہ اے عزیز پہونچی ہمکو اور ہمارے گہر والوں کو سختی اور ہم
لائے ہیں مال حقیر تو پورا دے ہمارے لئے پیمانہ اور خیرات کر ہم پر بیشک اللہ ثواب دیتا ہے خیرات کرنیوالوں کو
ف جب حضرت یعقوب نے یوسف اور بنیامین کی جستجو کا حکم کیا تو وہ سب بھائی پہر مصر کو

بھائیون پر ظاہر نکرین اور اب تیسری بار جو بھائی آئے اور اونہون نے اپنی مصیبت بیان کی تو اوسوقت
بتقدیر حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یوسفؑ کو یہ اجازت ملی کہ اب تم اپنے آپکو ظاہر کردو چنانچہ حضرت
یوسفؑ نے ایسی تقریر شروع کی جس سے اونکے بھائی اونکو پہچان لین اور یون کہا کہ کیا تمکو معلوم ہے
کہ تم نے یوسفؑ اور اوسکے بھائی کے ساتھ نادانی کی وجہ سے کیا سخت ظلم کیا ہے یوسفؑ کے بھائی سے
بنیامین مراد ہین اور بنیامین کو اگرچہ یوسفؑ کی طرح نکالا نہ تھا مگر بغض و حسد اوس سے بھی رکھتے تھے اور
طرح طرح کی ایذا سخت کلامی اور زجر و توبیخ کی دیتے تھے حضرت یوسفؑ نے یہ جو کہا کہ تمنے وہ گناہ نادانی مین
کیا اس سے مطلب یہ تھا کہ اگر تم اوس گناہ کے عذاب سے بخوبی واقف ہوتے تو کبھی ایسا گناہ نکرتے
اس طرز بیان مین گویا حضرت یوسفؑ نے اونکو یہ سمجھادیا کہ اوسوقت تم لڑکپن کی وجہ سے نادانی مین
مبتلا تھے اور یوسفؑ و بنیامین کو تمیز نہ تھا اس وجہ سے یہ ظلم تمسے سرزد ہوگیا اور اب تمہاری سمجھ درست ہے
اس وجہ سے اب اس قسم کی حرکت تم سے نہین ہوسکتی پس اونکا گناہ حضرت یوسفؑ نے اسطرح اونکو یاد
دلایا کہ اونکی معذرت بھی ثابت کردی حضرت یوسفؑ نے یہ خطاب اونسے اس طرح کیا جس سے اونکو گمان
ہوگیا کہ یہی یوسفؑ ہے اور اسکے قراین بہت سے جمع ہوگئے مثلاً اول مرتبہ جو وہ مصر مین آئے تھے تو
حضرت یوسفؑ نے اونکی مدارات عام آدمیون کے مقابلہ مین زیادہ کی تھی اور اونکا مال بھی مخفی طور پر واپس
کردیا تھا اور دوبارہ جو وہ آئے تب بھی اون سب کی بہت مدارات کی اور بنیامین کو اپنے پاس ٹہرالیا
اور آخر کو اپنا آبخورہ بنیامین کے سامان مین باندہ دیا اور اسی کے نتیجہ مین ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ بنیامین
کو روک لیا تیسری بار جو آئے تو اونسے صاف صاف کہدیا کہ تمہین خبر بھی ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اوسکے
بھائی کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے یہ سب قراین جمع ہوکر خواہ مخواہ یہ ثابت کرتے تھے کہ حضرت یوسفؑ کو اون
سب کی طرف ایک توجہ خاص ہے اسی وجہ سے اونکو یہ گمان پیدا ہوا کہ یہی یوسفؑ ہے قَالُوٓا ءَاِنَّكَ
لَاَنْتَ يُوسُفُ ط اونہون نے کہا کیا درحقیقت تو یوسف ہے ف یعنی جب اونکو خیال

پیدا ہوا تو اونہون نے پوچھا کیا تو ہی یوسف ہے قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ
مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ کہا مین یوسف ہون اور یہ میرا بھائی ہے بیشک اللہ نے احسان کیا ہم پر
بیشک جو پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ ضائع نہین کرتا اجر نیکی کرنیوالون کا ف اوسوقت
حضرت یوسف نے اپنا آپ کو ظاہر کردیا کہ مین یوسف ہون اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے اللہ نے
ہم پر احسان کیا یعنی ہم دونون بھائیون کو اچھی دونون کی جدائی کے بعد پھر ملادیا اور جو مصیبت ہم
دونون پر تمہاری وجہ سے تہی اوس سے نجات دی اور تمام برکتین دین دونیا کی ہم کو عطا کین اور جو شخص
تقوی اختیار کرے اور دنیا کی مصیبتون پر اور گناہ کی خواہشون پر صبر کرے اوسپر اللہ ضرور احسان کرتا ہے
اسلئے کہ وہ نیکی کرنیوالا ہے اور اللہ نیکی کرنیوالون کا اجر برباد نہین کرتا چنانچہ حضرت یوسف نے تقوی
اختیار کیا اور اگرچہ زلیخا نے بہت ترغیب دی مگر اوسکی طرف توجہ نکی اور زنا مین مبتلا نہوے اور تمام
مصیبتون پر صبر کیا تو نتیجہ اوسکا یہ ہوا کہ اللہ نے اونکو بادشاہت مصر کی دی اور نبوت بھی دی اور تمام مشکلین
اونکی دور کردین اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صبر اور تقوی انسان کے لئے دین و دنیا دونون کی
بہتری کا باعث ہوتا ہے قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا
لَخٰطِـــِٕیْنَ ۝ اور بولے بخدا کہ اللہ نے تجھکو ہم پر بزرگی دی ہے اور بیشک ہم خطاکار تھے ف
اوسوقت اون سب نے حضرت یوسف کی بزرگی اور اپنی خطا کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ اللہ نے تجھکو ہرطرح ہم پر
بزرگی دی تو ہم سے حسن و جمال میں بہتر ہے پاکیزہ سیرت ہے سلطنت کی حکومت بھی دی نبوت بھی دی اور ہم بیشک
خطاوار تھے کہ تیرے ساتھ برا سلوک کیا تھا قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ۭ یَغْفِرُ اللّٰهُ
لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ یوسف نے کہا کہ الزام نہین ہے تم پر آج کے دن
اللہ تمہارا گناہ معاف کرے اور وہ ارحم الراحمین ہے ف حضرت یوسف نے اونکی خطا معاف کردی

اور اللہ سے بھی دعا مانگی کہ اونکا گناہ بخشدے اور اونکے بھائیون کو جو بہت بڑی ندامت تھی اوسکو
کہدیا کہ اب تم پر کوئی ملامت باقی نہیں اسلیے کہ تم اپنے گناہ سے نادم ہوئے اور مین نے خطا معاف کردی
اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا
وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ میرا یہ کرتا لیجاؤ اور میرے باپ کے مونہ پر ڈالو وہ بینا
ہوجاویگا اور تم اپنے سب گھر والون کو میرے پاس لے آؤ ف شاید حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ کا
حال پوچھا ہوگا تو اونکے بھائیون نے اونکے صدمہ کی کیفیت اور رونے اور اونکا نابینا ہوجانا بیان
کیا ہوگا اور عجب نہیں کہ حضرت یوسفؑ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی ہو کہ اپنا کرتہ بھیجدو جب وہ
کرتہ یعقوبؑ کے مونہ پر ڈالا جاویگا تو وہ بینا ہوجاوینگے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے گھر کے
آدمی عورتون اور بچون سمیت کل بہتر آدمی تھے حضرت یعقوبؑ کو ملا کر ان سب کو حضرت یوسفؑ نے
بلایا وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ
لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ اور جب قافلہ جدا ہوا تو اونکے باپ نے کہا کہ مین پاتا ہون بو
یوسفؑ کی اگر تم مجھکو مسلوب الحواس نہ کہو ف جدا ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ جب مصر کی آبادی
باہر نکلے اوسیوقت حضرت یوسفؑ کے پیراہن کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے پاس پہونچ گئی اور اونہون نے
کہا کہ اگر تم مجھکو مصیبت اور بڑہاپے کی وجہ سے مسلوب الحواس نہ کہو تو مین کہون کہ یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے
کنعان سے مصر آٹھ دن کا راستہ یعنی اسی فرسخ تہا اتنی دور سے پیراہن یوسفؑ کی خوشبو حضرت یعقوبؑ نے
سونگہ لی اور اس روز حضرت یوسفؑ کی جدائی کو اسی برس گذر چکے تھے یہ امر بطور خرق عادت کے واقع
ہوا تھا حضرت یعقوبؑ یا حضرت یوسفؑ کا معجزہ تہا جب حضرت یعقوبؑ کی مصیبت کا زمانہ تہا تو اتنی پاس
حضرت یوسفؑ مصر میں رہے اور حضرت یعقوبؑ کو اونکی خبر نہ پہونچی اور جب مصیبت دور ہونیکا زمانہ آیا تو اتنی
دور سے پیراہن یوسفؑ کی بو پہونچ گئی اس موقع پر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تقدیر مین مصیبت ہوتی ہے تو

آسان کام بھی مشکل ہوجاتے ہین اور جب اقبال کا زمانہ ہوتا ہے تو مشکل کام آسان ہوجاتے ہین۔
قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ اونہون نے کہا کہ اللہ کی
قسم تو اپنی پرانی بدحواسی کی حالت مین ہے ف یعنی تو یوسفؑ کی محبت مین ہمیشہ سے دیوانہ اور
بدحواس ہو رہا ہے اوسی بدحواسی کا یہ بھی اثر ہے کہ اسی برس کے بعد آج تجکو یوسفؑ کی خوشبو آگئی یہ
تعجب اونکو اس وجہ سے تھا کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ یوسفؑ اب زندہ نہین فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ
اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ پھر جب مژدہ سنانیوالا آیا تو کرتہ یعقوبؑ کے
مونہ پر ڈالا تو وہ بینا ہوگیا ف ابن کثیر نے مجاہد کا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ خوشخبری سنانیوالا
یہودا تھا اوسی نے حضرت یوسفؑ کو کوئین مین ڈالنے کے بعد خون بھرا کرتا حضرت یعقوبؑ کو دکھایا تھا
اور یوسفؑ کی خبر بد سنا کر اونکا دل دکھایا تھا اوسکی تلافی کے لئے اوسی نے سب سے پہلے حضرت یوسفؑ
کی بشارت یعقوب علیہ السلام کو سنائی اور یوسفؑ کا کرتا اون کے مونہ پر ڈالا جسکی وجہ سے وہ فورًا
بینا ہوگئے قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
یعقوبؑ نے کہا کہ کیا مین نے تم سے نہین کہدیا تھا کہ مجکو اللہ کے پاس سے وہ بات معلوم ہے جو تم نہین
جانتے ف مراد اس سے حیات یوسفؑ تھی اسلئے کہ حضرت یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسفؑ کی خواب کی
تعبیر پوری ہونیوالی ہے اسلئے یوسفؑ ضرور زندہ ہین یا مراد حضرت یعقوبؑ کا وہ قول ہے کہ اللہ کی رحمت سے
ناامید مت ہو اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور کثرت کو جیسا کہ حضرت یعقوبؑ جانتے تھے اور
اونکے وہ بیٹے نہین جانتے تھے یا مراد وہ قول ہے جو حضرت یعقوبؑ نے کہا تھا کہ مجکو یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے
اور وہ خوشبو اللہ نے مصر سے فقط حضرت یعقوبؑ کے دماغ مین پہنچائی تھی کسی اور کو اوسکا احساس نہین
ہوا تھا بعض مفسرین نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت یہودا نے یوسفؑ کی بشارت سنائی تو
اونہون نے پوچھا کہ یوسفؑ کو تمنے کس دین پر چھوڑا اوسنے کہا دین اسلام پر تو حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اب

نصف پوری ہوئی قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝

اونہون نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے گناہون کی معافی کی دعا کر ہم بیشک خطاکار تھے ف جب حضرت یعقوبؑ کے بیٹون نے حضرت یعقوبؑ کی خوشی دیکھی اور یہ بھی اونکو معلوم ہوگیا کہ اب حضرت یعقوبؑ یوسفؑ سے ملین گے اور سب بھید ظاہر ہوگا تو اونہون نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ ہمارے لئے دعا کر کہ اللہ ہمارے گناہ بخشے ہم بیشک خطاوار ہین اونکو اپنی خطا کے اقرار کرنے مین معافی کی امید زیادہ تھی اسلئے کہ جو شخص اپنے گناہ کا اقرار کرے وہ معافی کا مستحق ہوتا ہے۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

یعقوبؑ نے کہا کہ قریب ہے کہ مین دعاے مغفرت کرونگا تمہارے لئے اپنے رب سے بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ف حضرت یعقوبؑ نے اونسے وعدہ کیا کہ مین تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگونگا مفسرین نے لکھا ہے کہ اونکی غرض یہ تھی کہ خاص وقت جو اجابت دعا کے ہین اوسوقت دعا مانگونگا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مسعود وغیرہ کا قول ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اوس دعا کو سحر کے وقت پر ملتوی رکھا تھا اسلئے کہ وہ قبولیت دعا کا وقت ہے چنانچہ ابن جریر نے محارب بن دثار سے روایت کی ہے کہ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد مین آئے تو اونکو آواز آئی کہ کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ تو نے جس چیز کی طرف مجھے بلایا مین نے وہی دین قبول کیا تو نے جو حکم کیا مین نے اوسکی اطاعت کی یہ سحر کا وقت ہے تو میرے گناہ بخشدے حضرت عمرؓ نے اس آواز پر کان لگایا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود کے گھر مین سے آواز آتی ہے تب اونہون نے عبداللہ بن مسعود سے پوچھا تو اونہون نے کہا کہ یعقوب علیہ السلام نے جو اپنے بیٹون سے کہا تھا کہ مین جلد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرونگا اوس سے مراد یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کرونگا پھر ابن جریر نے دوسرا حوالہ ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی مراد یہ تھی کہ شب جمعہ مین دعا کرونگا اور ان دونون راتون کے

طلب نے سے یہ معلوم ہوگیا کہ شب جمعہ کو وقت سحر مین قبولیت دعا کی زیادہ امید ہوتی ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا
عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۝ پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس تو جگہ دی یوسف نے اپنے پاس اپنے ماں باپ کو
اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر اللہ کو منظور ہے امن کے ساتھ ف یعنی اسکے بعد حضرت یعقوب اپنے سب
بیٹون اور تمام اہل و عیال کے مصر کو چلے بعض مفسرین نے لکہا ہے کہ حضرت یوسف نے سامان سفر اور
سواری کے جانور بہی بہیجدیئے تہے جب حضرت یعقوب مصر کے قریب پہونچے تو حضرت یوسف اور بادشاہ مصر
اور وہان کے تمام سردار شہر سے باہر اونکے استقبال کے لئے موجود تہے اور وہان خیمے نصب تہے حضرت یوسف نے
اپنے ماں باپ کو اپنے خیمہ مین اتارا اور پہر جب مصر کو چلے تو اونسے کہا کہ اگر اللہ کو منظور ہے تو امن کے ساتھ
مصر مین داخل ہو یعنی اب تمہے قحط وغیرہ کی مصیبت دور ہوگئی اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف کی
ماں ابتدا مین مرچکی تہین اسلئے اس آیت مین جو ماں باپ کا ذکر ہے اوس سے ماں اونکی خالا مراد ہین مگر ابن اسحٰق
اور ابن جریر کا قول یہ ہے کہ اونکی ماں زندہ تہین اسلئے کہ ظاہر قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ
عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ط اور بٹہایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور گرے
اوسکے لئے سجدہ کرنیوالے ف یعنی حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹہایا اور حضرت یوسف کے
ماں باپ اور گیارہ بہائیون نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا وَقَالَ یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ
رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ط (یوسف) نے کہا کہ اے میرے باپ
یہ اس خواب کی تعبیر ہے جو مین نے پہلے دیکہی تہی اللہ نے اوسکو میرے لئے سچا کردیا ف
یعنی جب یوسف کو اونکے ماں باپ اور گیارہ بہائیون نے سجدہ کیا تو اوس وقت یوسف نے حضرت یعقوب کو
کہا کہ اے میرے باپ مین نے جو اس سے پہلے خواب دیکہی تہی کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج
مجہکو سجدہ کرتے ہین آج اوسکی تعبیر واقع ہوگئی یعنی گیارہ ستارے گیارہ بہائی تہے اور چاند سورج

اور انکے ماں باپ تھے ان سب نے حضرت یوسفؑ کو سجدہ کیا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي
مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ
بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ
الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ اور بیشک اللہ نے میرے ساتھ احسان کیا جب کہ مجھکو قید سے نکالا
اور لایا تمکو اللہ جنگل سے بعد اسکے کہ جھگڑا ڈالدیا شیطان نے درمیان میرے اور درمیان میرے بھائیوں کے
بیشک میرا رب لطف کرنیوالا ہے جسکے لئے چاہے بیشک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے ۝
حضرت یوسفؑ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھپر احسان کیا کہ مجھے قید سے نجات دی اور تم
سب کو جنگل سے یہاں مصر میں میرے پاس لایا حالانکہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے
درمیان میں جھگڑا ڈالدیا تھا بیشک میرا رب ایسا ہے کہ جسکے لئے چاہے لطف کرے یعنی اوسکی بہتری
اور کامیابی کا سامان درست کردے چنانچہ اوسنے بعد اس تفرقہ کے جو میرے اور میرے بھائیوں میں
پڑگیا تھا ایسا سامان کردیا کہ ہم سب پھر اکٹھے ہوگئے وہ جاننے والا ہے یعنی اپنے بندوں کی مصلحت کو جانتا ہے
اور اوسکے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں یہ جو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تمکو جنگل سے [illegible] لایا
یہ اسلئے کہا کہ حضرت یعقوبؑ کے رہنے کی جگہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جو مثل جنگل کے سمجھی جاتی تھی اونکی
وجہ معاش اونٹ اور بکریاں وغیرہ تھیں جنکو چرانے کیلئے اکثر جنگل میں رہا کرتے تھے حضرت یوسفؑ نے اللہ کی
نعمتوں میں قیدخانہ سے رہائی کا ذکر کیا مگر کنوئیں سے نکالنے کا ذکر نہ کیا اسلئے کہ اوس میں بھائیوں کا [illegible]
ہوتا تھا اور اسیوجہ سے حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے گناہ کا ذکر نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ شیطان نے ہمیں
اور اونمیں جھگڑا ڈالدیا تھا اور شیطان کی طرف اس فعل کی نسبت کی اس وجہ سے کہ شیطان
وسوسوں کے [illegible] کام [illegible] تھا حضرت یوسفؑ کو جو اونکے ماں باپ اور بھائیوں نے سجدہ کیا اوسکی نسبت
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ اونکی شریعت میں یہ جائز تھا کہ جب کسی کو بڑا مانتے تو [illegible]

فرشتے تھے تو اوسکو سجدہ کرتے تھے اور یہ دستور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت مین بہی جاری رہا مذہب اسلام مین
غیر کو سجدہ حرام ہوگیا اور اللہ کی ذات سے مختص ہوگیا حدیث مین ہے کہ معاذ جب ملک شام مین گئے تو اونہون نے
دیکہا کہ وہان کے لوگ اپنے پیشواؤن کو سجدہ کرتے ہین جب معاذ مدینہ مین آئے تو اونہون نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے تو معاذ نے کہا کہ مین نے دیکہا ہے کہ
شام کے لوگ اپنے پیشواؤن کو سجدہ کرتے ہین پس آپ سجدہ کے زیادہ مستحق ہین تو آپ نے فرمایا کہ اگر
مین سجدہ کی اجازت دیتا تو البتہ یہ حکم کرتا کہ بی بی اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے اور ایک حدیث مین یہ بہی ہے کہ
سلمان جب نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو مدینہ کے رستہ مین ایک مرتبہ رسولؐ کے سامنے آگئے تو اونہون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے سلمان مجہکو سجدہ مت کر بلکہ اوسکو سجدہ کر
جو ہمیشہ زندہ رہیگا کبہی نہ مریگا بعض مفسرین نے لکہا ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت نہ تہا بلکہ سجدۂ شرافت
تہا جیسا کہ ملائکہ نے آدم کو سجدۂ شرافت کیا تہا اور یہ سجدہ اللہ کے حکم کی موجب کیا گیا تہا تاکہ خواب کی
تعبیر سچی ہوجاے - ایک قول یہ بہی ہے کہ یہ سجدہ اللہ کے لئے تہا اور حضرت یوسفؑ اسلئے جہت قبلہ تھے
جیسے کہ مسلمان خانہ کعبہ کو جہت قبلہ بناکر اللہ کو سجدہ کرتے ہین پس یہ سجدہ اس نعمت کے شکر مین تہا کہ اللہ سبحانہ نے
یوسفؑ کو ماں باپ اور بہائیون سے ملادیا - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ
نے جو خواب دیکہا تہا اوسکی تعبیر چالیس برس کے بعد پوری ہوئی اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ انتہا
تعبیر پوری ہونیکی چالیس برس ہین اور ابن جریر نے روایت کی ہے کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ حضرت
یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے جدا ہوکر اسی برس کے بعد پہر ملے اور اتنی مدت تک حضرت یعقوبؑ کے دل سے
رنج دور نہوا اور برابر آنسو اونکے جاری رہے حال آنکہ اوسوقت کوئی شخص روئے زمین پر حضرت یعقوبؑ سے
بہتر اللہ کا محبوب نہ تہا ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ جب کنوئین مین ڈالے گئے تو اونکی عمر سترہ برس
کی تہی پہر اسی برس تک غایب رہے اور باپ سے ملنے کے بعد تئیس برس اور زندہ رہے اور ایکسو بیس برس کی

عمر میں حضرت یوسفؑ کا انتقال ہوا چار سو برس مصر میں مدفون رہے پھر حضرت موسیٰؑ انکا تابوت ملک
شام کو لے گئے اور انکے بزرگون کی قبرون کی برابر دفن کیا بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت
یوسفؑ کے جسم کو پتھر کے تابوت میں رکھکر بلندی کی جانب نیل میں دفن کیا تھا تاکہ مصر میں جو نیل کا پانی آوے
وہ اوس تابوت سے مل کر آوے اور اس وجہ سے اوسمین برکت شامل ہو جاوے یعقوب علیہ السلام
مصر میں پہونچکر سترہ برس زندہ رہے عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر میں داخل
ہوئے تھے تو بہتر آدمی تھے اور جب وہان سے نکلے تو چھ لاکھ ستر ہزار تھے - تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت
یعقوبؑ نے مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ مجکو میرے بزرگون کے قبرستان میں دفن کیجو چنانچہ
حضرت یوسفؑ انکا جنازہ شام کو لے گئے اور حضرت اسحٰقؑ کی قبر کی برابر دفن کیا اوسکے بعد حضرت
یوسفؑ پھر مصر کو چلے آئے رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن
تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝
اے میرے پروردگار تو نے دی مجکو حکومت اور تو نے سکھائی مجکو تعبیر خوابون کی پیدا کرنیوالا
آسمانون کا اور زمین کا تو میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجکو اپنا مطیع بنا کر
اور ملا دے مجکو صالحین میں ف جب حضرت یوسفؑ کو دین و دنیا کی سب نعمتیں مل گئیں اور
حکومت اور نبوت انکی ذات میں جمع ہو گئی اور ستر اسی سال کی مفارقت کے بعد ماں باپ اور بھائیون
بھی مل گئے تو اوس وقت حضرت یوسفؑ نے اللہ کی نعمتون کا شکر ادا کر کے حسن خاتمہ کی دعا اسطرح
مانگی کہ اے اللہ تو نے مجکو حکومت دی اور احادیث کی تاویل سکھائی یعنی خواب کی تعبیر الخ انبیا کی
صحیح تفسیر مراد اس سے یہ ہے کہ مجکو نبوت عطا کی تو آسمانون کا اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے اور دین و
دنیا میں تو ہی میرا کارساز ہے دعا سے پہلے حضرت یوسفؑ نے اللہ کی ثنا کی اسلئے کہ اس طریقہ میں زیادہ تر

قبولیت دعا کی امید ہے پھر حضرت یوسفؑ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھکو ایسی حالت میں موت دیجیو یعنی با
طریقہ اسلام میں مروں یعنی ایسی حالت میں مروں کہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوں اور مجھکو صالحین کے
زمرہ میں شامل کیجیو یعنی میرے جد حضرت ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ وغیرہ انبیاء سابقین کی جماعت میں قیامت کے
روز داخل ہوں اگرچہ حضرت یوسفؑ پیغمبر تھے اور اپنا حسن خاتمہ اونکو معلوم تھا مگر چونکہ عظمت وجلال الٰہی کا
غلبہ غالب تھا اسلئے باوجود نبی ہونے کے ڈر اسیطرح سے خائف تھے اور دعا حسن خاتمہ کے محتاج تھے
اس قسم کی دعائیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مانگا کرتے تھے بعض مفسرین کا قول ہے کہ حضرت
یوسفؑ نے جو یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھکو حالت اسلام میں موت دے اس سے مراد یہ تھی کہ فی الفور
میری موت ہو جاوے اور اب مجھکو دنیا سے حالت اسلام میں اوٹھالے اور اسی جہت سے یہ دعا تمنا
موت کی ہوئی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی شریعت میں اپنی موت کی دعا مانگنا جائز تھی ابن جریر
اور سدی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ انبیاء میں سب سے پہلے حضرت یوسفؑ نے موت کی دعا
مانگی ہے۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری شریعت میں موت کی دعا مانگنا جائز نہیں امام احمد نے
انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی
وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا ضرور ہو تو یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے زندگی
بہتر ہے اوس وقت تک مجھکو زندہ رکھ اور جب میرے لئے وفات بہتر ہو اوس وقت مجھکو موت دیدے اور
صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی تم میں کا مصیبت کی وجہ سے
موت کی تمنا نہ کرے اسلئے کہ اگر وہ نیک ہے تو شاید اوسکی نیکی بڑھے اور اگر وہ بد ہے تو شاید توبہ کرنا ہو لیکن اگر
تمنا کرے تو یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ اوس وقت تک مجھکو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو
ان روایات کے لکھنے کے بعد ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمنا موت کی نہی اوس صورت میں ہے کہ جب کسی
خاص مصیبت میں مبتلا ہو اور اگر دین کا فتنہ ہو تو اوس وقت موت کی تمنا جائز ہے جیسے کہ حضرت مریمؑ کا قصہ

اپنی موت کی دعا مانگنا منع ہے

قرآن مین مذکور ہے کہ جب اونکو درد زہ پیدا ہوا تو اونہوں نے یہ کہا کہ کاش مین اس سے پہلے مر گئی ہوتی
یہ تمنا اونہوں نے اسلئے کی کہ وہ جانتی تہین کہ لوگ مجھپر بدکاری کی تہمت لگاوینگے ذٰلِكَ مِنْ
أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُونَ ۝ یہ غیب کی خبر ہے کہ وحی بہیجتے ہین ہم اوسکی تیرے پاس اور نہ تہا تو اونکے
پاس جب مقرر کیا اونہوں نے اپنا کام اور وہ مکر کرنیوالے تہے ف یعنی اے محمد یہ قصہ غیب کی خبرین
جنکو بذریعہ وحی کے ہم نے تیرے پاس بہیجا ہے اگر ہم بذریعہ وحی کے تجکو اس قصہ پر مطلع نہ کرتے تو تجکو اسکی
خبر ہی نہوتی اسلئے کہ یہ قصہ تیرے سامنے واقع نہین ہوا تہا جسوقت یوسف کے بہائیون نے یوسف کو کنوئین
مین ڈالنے پر اتفاق کیا تہا اور وہ یوسف کے ساتہ مکر یعنی دہوکا کرتے تہے یا مراد یہ ہے کہ جسوقت وہ حضرت
یعقوب کے ساتہ دہوکا کرتے تہے اور وہ یوسف کے کرتے پر خون چہڑک کر حضرت یعقوب کو دکہاتے تہے اور
یہ کہتے تہے کہ یوسف کو بہیڑیا کہا گیا اوس وقت اے محمد تو اونکے سامنے موجود نہ تہا پہر اس قصہ پر
تیرا واقف ہو جانا تیری نبوت کی نشانی ہے اس لئے کہ تو نے کبہی کچہ پڑہا نہین ہے جو کتب انبیاء سابقین
دیکہ سکتے پس سوا ے وحی کے اور ذریعہ اونکے علم کا کیا ہو سکتا تہا وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ
وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ اور نہین ہین اکثر آدمی اور اگرچہ حرص کرے تو ایمان
لانیوالے ف یعنی کفار مکہ مین سے اکثر آدمی ایسے ہین کہ اگرچہ تجکو اونکے ایمان لانیکی حرص ہو
مگر وہ ایمان نہ لاوینگے ف چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبر سنائی تہی جنکے
علم کا ذریعہ سوا ے وحی کے اور کوئی واسطہ نہین ہو سکتا تہا مگر پہر بہی کفار قریش ایمان نہ لائے
اسلئے اللہ نے اپنے پیغمبر کی تسکین کیلئے فرمایا کہ ہدایت تیرے اختیار مین نہین ہے بلکہ
اختیار مین ہمارے ہے تجکو اگرچہ اونکے ایمان لانیکی حرص ہو مگر اونمین اکثر ایسے ہین جو ایمان نہین لاوینگے
اسلئے کہ ہم نے اونکی تقدیر مین ایمان لانا مقدر نہین کیا پس تو اونکے ایمان نہ لانیپر رنج مت کر۔

ع

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ٥

اور نہین مانگتا تو اون سے اوسپر کچھ اجرت نہین ہے وہ مگر نصیحت سب مخلوق کے لئے ف یعنی اے محمد تو تبلیغ رسالت اور تبلیغ قرآن پر اون سے کسی اجرت کی طمع نہین رکھتا بلکہ تو اونکو قرآن سناتا ہے جو اللہ کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت ہے پس جب تیرا کام فقط نصیحت سنانا ہے اور کوئی اجرت تجھکو مقصود نہین پھر اگر وہ نہین مانتے تو تیرا کیا حرج ہے اور تو کیون رنج کرتا ہے۔

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ٥

اور بہت سی نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین گذرتے ہین اونپر اور وہ اون سے مونہ پھیرنے والے ہین ف یعنی اے محمد اگر وہ تیری نبوت کی دلائل مین غور و فکر نہین کرتے تو کیا تعجب ہے اونکی تو یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کی توحید اور قدرت کے دلائل مین بھی غور نہین کرتے ہین اور بہت سی نشانیان اللہ کی قدرت اور توحید کی آسمانون اور زمین مین موجود ہین اور مشرکین مکہ اونپر گذرتے ہین یعنی اونکو دیکھتے ہین مگر اون سے مونہ پھیر لیتے ہین یعنی اونمین تامل کرکے اللہ کی وحدانیت اور قدرت کے مقر نہین ہوتے نشانیون سے مراد تمام عجائبات عالم ہین جیسے زمین اور آسمان اور ستارے اور پہاڑ اور نباتات اور حیوانات وغیرہ جنمین سے ہر ایک شئے پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اسکے پیدا کرنے کی قدرت نہین

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ٥

اور نہین ایمان لاتے ہین اکثر اونمین سے اللہ پر مگر حال یہ ہے کہ وہ شریک پیدا کرنیوالے ہین۔ ف یعنی یہ لوگ زبان سے اقرار کرتے ہین کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے وہ بھی اکثر شرک کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسے مشرکین عرب اور بت پرستون کا بیان لکھا ہے کہ وہ ایمان کا اقرار بھی کرتے ہین اور غیر کی عبادت بھی کرتے ہین یا اپنے دینی پیشوا اونکو رب سمجھ لیتے ہین یعنی جو پیشوا کہدیں کہ حلال اور حرام کرنیکا اختیار انہین کو ہے

پر تحقیق نہین کرتے کہ اللہ کا حکم کیا ہے جیسے کہ یہود و نصاری نے اپنے پیشواؤن کو رب بنا لیا تھا یا اللہ کو مانتے ہین مگر
یہ بھی کہتے ہین کہ خیر کی پیدا کرنے والی روشنی ہے اور شر کی پیدا کرنے والی تاریکی ہے یا اللہ کی قدرت کو ان اسباب
ظاہری پر بھروسا کر بیٹھتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اللہ کے سوا کسی مین تاثیر اور قدرت نہین اور یہ اسباب فقط ظاہری
حیلہ ہین جب اللہ چاہتا ہے انکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے نہین ہوتا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا
قول ہے کہ یہ حالت منافقون کی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا زبان سے اقرار کرتے ہین مگر انکے نماز روزہ وغیرہ اعمال
اللہ کے لیے نہین ہوتے لوگون کے دکھلانے کے لیے ہوتے ہین أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ
غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ کیا وہ نڈر ہو گئے ہین اس سے کہ آ جاوے
انہین ڈھک لینے والا عذاب اللہ کا یا آ جاوے انہین قیامت یکایک اور وہ بیخبر ہون ف
یعنی مشرکین جو اللہ کی عبادت مین اورون کو شریک کرتے ہین اور پیغمبر کی ہدایت کو نہین مانتے
کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے ہین کہ یکایک انپر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہو جاوے جو انکو ڈھک لے یا یکایک
قیامت انپر قائم ہو جاوے جس [illegible] یعنی پہلے سے انکو وہم و گمان بھی نہو مطلب یہ ہے کہ
ہر وقت وہ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہین [illegible] کو عذاب مین مبتلا کر دے پھر وہ اپنے سے بے خوف
کیون ہو گئے ہین اور ہر وقت عذاب الہی [illegible] نہین رکھتے اگر ہر وقت انکو عذاب کا خوف
ہوتا تو پھر اللہ سے ایسے غافل [illegible] قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ
عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا [illegible] وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ [illegible] کہہ یہ میری راہ ہے کہ
[illegible] ساتھ مین اور وہ [illegible] کی پیروی کی اور پاک [illegible]
[illegible]

غور کرنا اور اللہ کو ایک سمجھنا اور اوسکے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھنا اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے
ڈرنا میرا طریقہ ہے مین دلیل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہون اور جن لوگون نے میری پیروی
کی ہے وہ بھی اسیطرح دلیل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہین اور مین اللہ کی پاکی بیان
کرتا ہون یعنی یہ کہتا ہون کہ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اوسکا شریک ہو اور مین اونمین سے
نہین ہون جو اللہ کے ساتھ اورون کو شریک کرتے ہین اور یہان سے ثابت ہوا کہ جو لوگ
تابع رسول ہین اونکا حق ہے کہ لوگون کو اللہ کی طرف بلاوین اور توحید اور ایمان سکھلاوین

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۔ اور نہین بھیجے ہمنے تجھسے پہلے مگر وہ مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم اونکی طرف شہر والون مین سے

کافر لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ نے کسی فرشتہ کو یا جن کو نبی کیون نہ بھیجا اون کے جواب
مین اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد تجھسے پہلے بھی ہم نے جتنے نبی بھیجے ہین وہ بھی فرشتے یا جن نہ تھے
بلکہ تیری طرح مرد یعنی آدمی تھے ہم اونکی طرف بھی وحی بھیجتے تھے جیسے تیری طرف وحی بھیجتے ہین اور
وہ لوگ شہر والون مین سے ہوتے تھے جیسے اے محمد تو شہر والا ہے یعنی کسی جنگل مین رہنیوالے کو
کبھی ہم نے نبی مقرر نہین کیا اسلئے کہ شہر والون مین علم اور حلم بہ نسبت جنگل مین رہنے والون کے
زیادہ ہوتا ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو مومن آدمیون مین ملکر رہتا ہے اور اونکی ایذاؤن پر صبر کرتا ہے وہ اوس سے بہتر ہے
جو آدمیون سے نہین ملتا اور اونکی ایذا پر صبر نہین کرتا بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہان جو اللہ نے
[illegible] ہے کہ عورتون کو کبھی نبی نہین بنایا [illegible] کا قول ہے کہ اللہ نے کبھی کسی جنگل والے کو یا جن کو یا کسی [illegible]

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
کیا او نہون نے سیر نہین کی ملک مین تا کہ دیکھتے کیا ہوا انجام اونکا